ظفر وہ کہتے ہین جسدن کہ شب کو آوینگے ہم
مجھے گھڑی بھی پہر سے سوا گذرتی ہے

وہ جھوٹ سے جو زمین آسمان ملا دینگے
تو پاس جتنے ہین سب ہان مین ہان ملا دینگے

فراق آویگا بوسہ کا جبکہ پیار وہ
دہان دہان سے نہ بان سے زبان ملا دینگے

بلا سے اے دل اگر قدر وہ نہین کرتے
ہم اور تجکو کوئی قدردان ملا دینگے

جو اشک سرخ بہائینگے دو کے درد سے ہم
تو خوب رنگ بہار و خزان ملا دینگے

کمی کریگا اگر پھیلنے مین ابر سیاہ
ہم اپنی آہ کا اوسمین دھوان ملا دینگے

مٹائیگا کوئی ہمکو برنگ نقش قدم
ہم ایسا خاک مین نام و نشان ملا دینگے

بتون سے ملتے ہو جھک جھک کے کیون ظفر اتنا
یہ کیا خدا سے تمھین مہربان ملا دینگے

جبسے اوس شوخ ستمگر پہ طبیعت آئی
اک نئی روز مصیبت پہ مصیبت آئی

سوز دل سنکے مرا شعلہ ہوا کیا بیتاب
بلکہ شب شمع کو بھی بزم مین رقت آئی

آیا وہ سرو قد اس ناز سے بالین مزار
سر پہ اس کشتۂ قامت کے قیامت آئی

سے کیا کیا نہ ستم تیرے ستمگر ہمنے
پر زبان پر نہ کبھی ہم سی شکایت آئی

صورت آئینہ حیران ہی رہا وہ جسکو
نظر آئینۂ دل مین تری صورت آئی

۲۱۲

دیکھو حضور جارج ہیں کیسے خدا پرست
رکھتا نہیں نماز سے تو اپنے دل کو گرم
بابو گر یجویٹ ہیں کالی کے ساتھ ہیں
بڑھتا رہا جو طاعت و مسجد سے یونہیں بیر
کہتے ہو تم جو صلعم تو اُنھیں آتی ہے ہنسی
صلعم کا پتا کہاں ہے وہ کہتے ہیں کون ہیں
آنر کے ساتھ نامِ گرامی بھی لکھ گیا
موقع کا ہے خیال نہ اب کانشنس ہے
ارشاد لاجواب تو قرآن ہی کا ہے
وقعت تمھاری شاہ کی منزل میں کچھ نہیں
نقلی کمیٹیوں میں نہ دل ہے نہ دین ہے
اِک دل لگی ہے کانگرس ہو کہ لیگ ہو
طاعت سے نیکیاں ہیں تو نیکی سے عزتیں
وقعت مگر محال ہے مسجد کو چھوڑ کر
اک برگِ گل کہیگا کہ ہم گل کے جزو ہیں
لاٹھی بھلی ملی ہو اگر اُس کی رگ سے رگ
پھل پھول پتیوں پہ ہے تیری نظر نثار
گھر چھوڑ چھاڑ کر جو بغل جاپ بن گئے
مانونگا میں یہہ بات کہ مجبوریاں بھی ہیں
کلفتِ اِسی کی مجھ کو ہے ہر آن ہر نفس
گو اپنے ساتھ آپ کا ہرانہ لے گیا

گرجا میں سر جھکا ہے دسمبر ہو یا اگست
اے مدعیِ دینِ خدا شرم شرم شرم
اِک آپ ہیں کہ ہوٹلوں والی کے ساتھ ہیں
کچھ خاک میں ملینگے تو کچھ ہونگے جزو غیر
پینے زبانِ شوق غلط لفظ میں پھنسی
مرکز سے ہیں جدا نہ سنوا ہیں نہ یون ہیں
لیکن اِدھر سے خطِ غلامی بھی لکھ گیا
ارشاد ہو غلط بھی تو اُس کا ڈفنس ہے
قانون بے مثال تو رحمان ہی کا ہے
کاغذ پہ اعتراف مگر دل میں کچھ نہیں
یہہ پانیر پُری کی فقط اک مشین ہے
ذاتی ہے اک نمود جو کوئی علیگ ہو
شبہے کی کوئی بات نہیں اِن اصول میں
ممکن نہیں کہ پائیے پھل جڑ کو توڑ کر
تم خود کو کیا کہوگے کہ کس کل کے جزو ہیں
بیکار توپ جس کے ہوں پرزے الگ الگ
جڑ پر نظر نہیں ہے کہ جسکی ہے سب بہار
کانٹوں میں اب پھنسو کہ مٹن چاپ بنگئے
پر بالارادہ ذہن سے کچھ دوریاں بھی ہیں
لاکھوں کی سدِّ راہ ہے دنیا میں کی ہوس
اکبر مگر خدا کی گواہی تو دے گیا

بانیٔ طرزِ نو کے طریقوں کے متبع
البتہ اُن بناؤں سے جنکے لئے ہے سعی

خلقِ نیا نکو نہ چھوڑینگے اولاد کے نئے
یہ چال چھوڑ جائینگے جیتا دے کے لئے

ہم اظہارِ خودی سے کوئی دم ساکت نہیں ہیں مگر
خدا کے باب میں منطق کو پھر کیوں بیگانہ ہے

مگر جب غور کرتے ہیں تو خود ثابت نہیں ہوتے
جہاں اعشوہ سے ہیں فطرت کے نقش جادو ہے

گردوں کا نہ کر شکوہ اچھی نہیں خود غرضی
اکبر نے کہا واپس لیتا ہوں میں ہر خواہش

ہر حال میں پڑھ الحمد اللہ کی جو مرضی
الحمد رہی قائم منظور ہے یہ عرضی

زندگی ہی میں بتدریج ہیں مرتے جاتے
وقت کے ساتھ ہی یہ بھی ہیں گذرتے جاتے

ہم میں وہ خوبی وہ نکوئی نہ رہی
تعلیمِ جدید سے ہوا کیا حاصل

پاکیزگی و خجستہ خوئی نہ رہی
ہاں کبر کے ساتھ جنگجوئی نہ رہی

نئی نئی لگ رہی ہیں آنکھیں یہ قوم بیکس پگھل رہی ہے
نہ مشرقی ہے نہ مغربی ہے عجیب سانچے میں ڈھل رہی ہے

شکلیں جو بنائی ہیں یہ ذرّوں کا میل ہے
اِس روشنی میں خاک ہو نشو و نمائے شیخ

جھگڑے جو ہو رہے ہیں یہ فطرت کا کھیل ہے
زیتون کا نہیں ہے یہ مٹی کا تیل ہے

موعودہ ترقی سے خوشی کیوں نہ ہو پیدا
خوش ہیں قلمی وعدوں پہ جو ڈوب رہے ہیں

اُمید کے انجن کا بھپارا ابھی بہت ہے
انکے لئے تنکے کا سہارا ابھی بہت ہے

میں بہت اچھا ہوں جی ہاں قدردانی آپکی
غیر پر پھر کیوں ہے اتنی مہربانی آپکی

ادھکیاں میں نے سنائی تھیں حریفوں کو فقط
شیخ بولے کہ میاں یہ تو بتاؤ ہم سے

شیخ کیوں کود پڑے اُن کو خجالت کیا تھی
تم کو اس دیس میں پشتو کی ضرورت کیا تھی

مری سمجھ سے ہے باہر محیط لے مرکز
تمام قوم اڈیٹر بنی ہے یا لیڈر

ترقیاں ہوئیں کس کی جو قوم ہی نہ رہی
سبب یہ ہے کہ کوئی اور دل لگی نہ رہی

چھائی جاتی ہے مرے دل پہ اداسی کیسی
ہمنشیں ہے یہ بڑی بات ذرا سی کیسی

روح کا پہچاننا مناسب سے بڑا سائنس ہے
اسمائے ہادیٔ دیں مثالِ جن و انس ہے

موسمِ گل میں خبر شورِ عنادل کی کہی
خوش رہے بادِ صبا اتنے مرے دل کی کہی

اشعارِ غیر سے تو مجھے کم سند ملی
من گفتم و محاورہ شد سے مدد ملی

عشاق وقتِ مرگ قریں کیوں ہوں یاس سے
خوش ہیں نجات مل گئی بارِ حواس سے

یہہ کیا تم نے کہا اب کوئی ملجا ہے نہ ماویٰ ہے
خدا کے فضل سے بھائی علیگڈھ ہے اتاوہ ہے

ذوقِ لقائے حق سے دل کو تمہارے بھر دے
باطن کی ہے یہہ خوبی مشتاق مرگ کر دے

ہو خیر یارب اکبرِ آشفتہ حال کی
سرجن رقیب اور دوا اسپتال کی

دل میں قوت ہے کچھ نہ جان میں ہے
زندگی اب فقط زبان میں ہے

جانتا ہوں ہو رہا ہے جو نہ ہونا چاہئے
بحث یہہ ہے کب تلک اس غم میں رونا چاہئے

اظہارِ مصیبت میں اکبر تجھے کیوں کد ہے
اب بہرِ خدا چپ ہو رونے کی بھی اک حد ہے

جنھیں نہیں فکرِ آخرت کی یہہ بن سنور کر اُدھر گئی ہے
اِسی سبب سے عروسِ دنیا مری نظر سے اُتر گئی ہے

اظہار اِس معنیٔ نازک کا الفاظ کی حد سے باہر ہے
ہر چیز کے سمجھے ہے گرد اُسکے جو حدِ خرد سے باہر ہے

اک شاعری وہ ہے جسے فطرت سے میل ہے
اک شاعری وہ ہے جو اکھاڑے کا کھیل ہے
دونوں ہیں گو کہ اپنی جگہہ مستحقِ داد
منزل سے اسکو کام ہے اُسکو کلیل ہے

گلِ تصویر کس خوبی سے گلشن میں لگایا ہے
مرے صیاد نے بلبل کو بھی اُلّو بنایا ہے

تعلیم ہے لڑکوں کی کہ اِک دامِ بلا ہے
اے کاش کہ اِس عہد میں ہم باپ نہ ہوتے
یہہ آپ کی برکت ہے کہ پیچیدگیاں ہیں
بہتر تھا کمیٹی میں اگر آپ نہ ہوتے

یہہ جو ہنگامۂ تزئینِ عیش و کامرانی ہے
تماشا غافلوں کا آج ہے کل اک کہانی ہے
مداحوں کو خوش ہوکے تو کیا دیکھ رہا ہے
جو حالتِ اصلی ہے خدا دیکھ رہا ہے

ایام شباب اور موسم گل تقوی کی یہاں کیا ہستی ہے | ہر عضو بدن ہے لذت جو ہر قطرہ خون میں مستی ہے

خیال آتا ہے اکثر اے خدا کیا ہونیوالا ہے | قریب مرگ میں ہم پر بھی کوئی رونیوالا ہے

جسکو خدا سعید کرے وہ سعید ہے | رو رہے ہوئے ہو لعاب جسکے قبول اسکی عید ہے

قوم کیسی کسکو اب اردو زباں کی فکر ہے | غم غلط کرنا ہے بس اور آب و ناں کی فکر ہے
ایک پہ اجماع اکثر کا بہت مشکل ہے اب | سب ہیں مضطر اپنے منھ مٹھو میاں کی فکر ہے
ہو نہیں سکتی مرتب کوئی بزم سامعیں | ہر زباں کو ایک تازہ داستاں کی فکر ہے

عزم کر تقلید مغرب کا ہنر کے زور سے | لطف کیا ہے لد لئے موٹر پہ زر کے زور سے
غیر ملکوں میں ہنر کو سیکھ تکلیفیں اٹھا | رو گئے ہیں وہ اگر اپنے اثر کے زور سے
نسخہ آمنت بالمغرب سے چلے بنجری | بابوؤں کا کام نکلا شور و شر کے زور سے
نغمۂ شب پر حریفوں کو نہایت ناز ہے | وہ نہیں واقف مری آہ سحر کے زور سے

کالج بنا عمارت فخر النسا بنی | شکر خدا کہ مل گئے آخر بنا بنی
بے پردگی کی ہو نہ یہ دربردہ اک بنا | جنکو یہ ڈر ہے انکی تو جانو پہ آبنی
لیکن نگاہ بغض تسناسان وقت ہیں | امراض قوم کے لئے عمدہ دوا بنی

طلب اپنی نہ بڑھنے دو ضروری رزق کی حد سے | بچالیگی قناعت تیری تجھ کو کفر کی زد سے

دم تم میں ہے خدا ہی کی حمد و سپاس سے | دین خدا جدا نہ کرو اپنے پاس سے
عہد ہے جو سو پچاس کو اچھے ملے تو کیا | قایم نہ ہوگی قوم کبھی سو پچاس سے

کیوں خدا کے باب میں بحثوں کی اتنی دھوم ہے | ہست میں شبہ نہیں ہے چیست نامعلوم ہے
اس تغیر پر بھی ہے ذہنوں میں قائم کوئی چیز | اور وہ کیا ہے فقط یا حی یا قیوم ہے

گئے وہ دن کہ ہم سب سے بڑھے تھے ہم سے سب کم تھے
ہمیں اب کچھ نہیں ہیں اک زمانے میں ہمیں ہم تھے

مسجدیں سنسان ہیں اور کالجوں کی دھوم ہے | مسئلہ قومی ترقی کا مجھے معلوم ہے

کمزوریوں کو روک دیں زورونکو کیا کریں
مسلم ہٹے تو فوج کے گوروں کو کیا کریں
منھ بند ہو سکے گا مسلماں شریف کا
چسکا مگر نہ جائیگا صاحب سے بیف کا

دنیا ہی اب درست ہے قایم نہ دین ہے
زر کی طلب میں شیخ بھی کوڑی کا تین ہے

عاشقوں کے بھی متعین ہو گئے ہیں اب حقوق
عہد انگریزی ہے پہلے جان جاں شاہی گئی

بجا ہے جائے جو مٹ یونیورسٹی کے لئے
جنون قوم کو جائز ہے اِس پری کے لئے

قایم یہی بوٹ اور موزا رکھئے
اِن باتوں پہ معترض نہ ہوگا کوئی
دل کو مشتاق مِس ڈسوزا رکھئے
پڑھئے جو نماز اور روزہ رکھئے

نغمۂ قومی کا مطرب آجکل ہے ہرسٹی
تال ہے ذکر ترقی سم ہے یونیورسٹی
دین کی الفت دلوں سے انکے یونہیں گھٹی
مسلم اُٹھ جائینگے رہجائیگی یونیورسٹی
ہے ضروری لیڈروں میں غیرت و تقوئ دین
خود جو انمیں نقص ہو تو ہے یہ لے اکری[1]

فرق آیا رنگ دلوں میں ہیو! کونرس گئے
ایسے بھیجے کہ ہند میں مسلم اُبس گئے

کالج و ٹیچر و حکام ہمہ در کار ند
تا تو پاسے بکف آری و کنی عہدہ پری
طاعت حق بھی مگر شرط ہے روٹی جو ملے
شیخ سعدی نے کہا ہے کہ بغفلت نخوری

دیکھ آئے قوم سنتے تھے جیسے
بارہ آدر پارک میں یہ ہونگے کیا
چند لڑکے ہیں مشن اسکول کے
گملوں ہی پر رہ گئے ہیں پھول کے

ترقی ہو الٰہی شاہد مغرب کے جوبن کی
عجب خوش فعلیاں ہیں آجکل شیخ و برہمن کی
نہ چندا ہے نہ بندھ ہے فقط مغرب کا خندا ہے
اگر چندے یہی حالت رہی شیخ و برہمن کی

کالج ہے دنیوی فوائد کے لئے
مستی ہیں یہاں جو مولوی صاحب ہیں
قایم ہے یہ ایسے ہی مقاصد کے لئے
کپتان ہیں مذہبی قواعد کے لئے

کہتا ہوں تو تہمت حسد ہوتی ہے
دنیا طلبی ضرور ہے انسان کو
خاموشی میں دل کو سخت کد ہوتی ہے
لیکن ہر شے کی ایک حد ہوتی ہے

[1] افسوس ۱۲

دار الاسلام اب تو شیدائے تبانِ غرب ہے
اب انھیں کے زیرِ سایہ انکا دار الحرب ہے

کشتِ دل کو نفع پہونچے اشک ایسی چیز ہے
دیدۂ گریاں یہ واٹر ٹکس کی تجویز ہے

نہیں اب شیخ صاحب کی وہ عادت
وضو کی اور مناجاتِ سحر کی
مگر ہاں چلے پیکر حسب دستور
تلاوت کرتے ہیں وہ پاینیر کی

جب سے عشووں کے نقشے ریپبل ہو گئے
بیسیوں بندے خدا کے آنرایبل ہو گئے

ہمارے شیخ شرعی زندگی بے سود کاٹینگے
مرے و تصغیر میں بھی انٹرسٹ اب نہیں لیتے

اب کہاں نشو و نمائے نہالِ معنی
کس زمیں پر دل پر جوش کی بدلی برسے
بزمِ حافظ ہے نہ میدان ہے فردوسی کا
قوم کو کام ہے باضابطہ لٹریچر سے

اُس بُت کی محبت نے چھڑایا ہمیں سب سے
باقی رہی اُلفت نہ عجم سے نہ عرب سے

لطفِ امروز اور ہے اور فکرِ فردا اور ہے
راہِ دنیا اور ہے اور راہِ عقبیٰ اور ہے
نوجوانوں سے بزرگوں کو نہ کیوں ہو اختلاف
چشمِ بینا اور ہے چشمِ تماشا اور ہے

بادہ و رندی کا ذکر اب شعر میں بے سود ہے
کیا ضرورت نقل کی جب اصل ہی موجود ہے

اُبھرا ہے رنگ سودا دیوانگی ہری ہے
ہے جوشِ موسمِ گل جو پھول ہے پری ہے
شمع اور پتنگ سے ہے ہر شیخ وعظِ عبرت
یہ بھی مرے پڑے ہیں وہ بھی بجھی دھری ہے

کعبے میں جلوہ گر رہی دیر میں مستتر رہی
لیتے ہیں ہم خدا کا نام کہتے ہیں رام رام بھی
بولی وہ مس کہ شیخ جی پہلے مرے حریف تھے
اب سمجھے انکو آ گئی دوست بھی ہیں غلام بھی

مہمانِ فلک کہاں سکون پاتا ہے
آسودہ جو ہیں اُنھیں بھی ٹہلاتا ہے
ہے شمس کی فکر میں یہ نقل و حرکت
ظاہر یہ ہے کہ پیٹ دوڑاتا ہے

منظور ہے دل ہماری عرضی ہوگی
اُس وقت کہ جب خدا کی مرضی ہوگی
اس دور فنا میں ہو گی لیکن یہ بات
وہ صرف برائے نام و فرضی ہوگی

بہتر یہی ہے پھیر لیں آنکھوں کو گلے سے
کیا فائدہ ہے روز کی اس ہائے ہائے سے

کہتی ہے فلک کی گردش اِن سے — تم کیا ہو تمھاری ہستی کیا ہے

کہتے ہیں وہ کہ اکبر کچھ باولا ہوا ہے — مذہب میں بات کیا ہے مسجد میں کیا دھرا ہے
اِک روز لاٹ صاحب سے بھی تو پوچھ دیکھیں — گرجا میں کیا دھرا ہے جتنا جو واں پڑا ہے

مجھ کو بے دل کردے ایسا کون ہے — یاد مجھکو اَنتُمُ الاَعلَونَ ہے

عامل ہے ہوا باغ کی معمول ہے مٹی — رہتی ہے کبھی پھول۔ کبھی پھول ہے مٹی

ہے جلوۂ مہر پر تو ماہ تو ہے — سینے میں تمھارے قلب آگاہ تو ہے
ظاہر جو نہیں ہے حامیٔ دیں کوئی — بیدل کیوں ہو رہے ہو اللہ تو ہے

رخصت وہ ہوا جو آیا تھا وہ جائیگا جو آیا ہے — حیرت ہو تو کیا صدمہ ہو تو کیا دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے

سینے پہ بحر حسن کے سونے کی چین ہے — سیمیں ہیں دو حباب طلائی یہہ چھپیں ہے

زمانے میں مجھے خواہش نہ اسکی ہے نہ اسکی ہے — سرورِ طبع کو کافی فقط اِک جام وہسکی ہے

حسب فرمائش اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

کیونکر کہوں طریق عمل انکا نیک ہے — جب عید میں بجائے سوئیوں کے کیک ہے
مجبور ہوں مگر نہ ملوں اُن سے کس طرح — اب تک وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے

اکبر کی صاف گوئی کو میں نے کیا پسند — کل کہہ رہے تھے یار ہیں اپنے کلیگ سے
اللہ سے لگائے رہیں لو جناب شیخ — ہم نے تو دل کی لاگ لگائی ہے لیگ سے

موٹر سے نہ گردن کبھی اے یار نکالی — تو نے نہ مری حسرت دیدار نکالی

بتکدے میں جو ملکشا تھے وہ بالم ہو گئے — تھے جو کافر وہ حرم میں جان عالم ہو گئے
قصد یہہ تھا کردوں اِس مطلع کی تشریح مختصر — لکھنے کو بیٹھا جو میں کالم کے کالم ہو گئے

شمشیر زن کو اب نئے سلیقے میں ڈھالئے — شمشیر کو چھپایئے زن کو نکالئے

نقاد و جلیسِ انجمنِ قوم میں موجود نہیں — یاں تو نقشوں کی فقط خانہ پری ہوتی ہے

مجھے گداؤں کو کر دیا رخصت جو دیکر عطر پان
فاقہ تو ٹوٹا نہیں ہاں عزت افزائی ہوئی

مرکزِ دل بزمِ مشرق میں کوئی ملتا نہیں
ہر طبیعت مغربی چکر میں ہے آئی ہوئی

مذہب و وضع و زبان قوم کا کسکو خیال
جب اکابر کی نظر آنر کی شیدائی ہوئی

نظمِ اکبر کو سمجھ لو یادگارِ انقلاب
یہہ اُسے معلوم ہے ٹلتی نہیں آئی ہوئی

نئے مسلم کا اب کوئی نہ ماخذ ہے نہ مرکز ہے
یہہ ہے کے دن کی سیر ہیں اور وہ کیتک معزز ہے

جو مستی اس سے پیدا ہو گی مختر ہو گی وہ کیسی
یہہ میں سمجھا کہ معشوقہ تمھاری دخترِ رز ہے

نہ پھیلا پاؤں تو آتنا حیاتِ چند روزہ ہیں
سمجھ لے قبر میں تیرے لئے جا صرف دو گز ہے

نہیں ہے کچھ شدنی بے اصول ارادوں سے
خدا بچائے تجھے اِن زمانہ زادوں سے

وہ وقعت اُٹھ گئی جب دل سے آئینِ حجازی کی
امامِ قوم بننے کو ضرورت کیا نمازی کی

بتوں سے اب تو ہیں سرگوشیاں واعظ کی محفل میں
نہ کوئی مجلسی کی بات سنتا ہے نہ رازی کی

ٹھیک پڑھ سکتا نہیں کہتا ہے ناموزوں مجھے
خود زبانِ معترض ہی خارج از تقطیع ہے

مشرق کے جو ہو رہے وہ پستی میں پڑے
مغرب سے سبق لیا تو مستی میں پڑے

پیدا ہی نہ ہوتے کاش اطفال یہاں
آخر یہہ کیوں بلائے ہستی میں پڑے

بادہ نہیں اتنی مضطرب زر کے لئے
آمادہ ہیں جس قدر وہ آنر کے لئے

نو حصے تم اپنی نوکری کو دے دو
دسواں حصہ تو ہو پیمبر کے لئے

ہوش آیا ہے تو ہنگامۂ ہستی بھی سہی
حسن لذت ہے طبیعت میں تو مستی بھی سہی

اصل مقصود ہے خالق کی پرستش لیکن
عورت اچھی ہو تو انسان پرستی بھی سہی

تو حشر کا منکر ہے جو اے فتنۂ دوراں
کہتا ہے کہ نیچر میں پتا اسکا کہاں ہے

نیچر ہی سے اُبھرا ہے ترا قامتِ رعنا
نیچر ہی میں واللہ قیامت بھی نہاں ہے

بے دینوں کو جوشِ [illegible] کیا ہے
بندوں میں یہہ خود پرستی کیا ہے

کہتی ہے یہہ سحری بہ آوازِ بلند
تم کچھ نہ رہے اگر مسلماں نہ رہے

نہایت سچ یہہ قول میرزا سلطان احمد ہے
نہ مذہب خود عاشق ہے پھر دعا سے کیوں تمہیں کد ہے

روز افزوں ہے بلاشبہہ برٹش اقبال
جو خلاف اسکے تصور کرے وہ وہمی ہے
اپنا اقبال مگر اسنے جو سمجھا ہے اسے
یہہ نئی روشنی کی سخت غلط فہمی ہے

بہت ہے ذکرِ مذہب کمپ میں ذکرِ خدا کم ہے
فغاں کا شوق بیحد ہے مگر ذوقِ دعا کم ہے

حفظِ عصمت بھی سہی لیکن یہہ پردہ ہند میں
مسلموں کی جاہ و شان و تمکنت کی بات تھی
پردہ در کہتا ہے اب اسکی ضرورت ہی نہیں
میرزا یا نہ ادا تھی سلطنت کی بات تھی
خون میں غیرت رہی باقی تو سمجھیگا کبھی
خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کی بات تھی

دونوں کو اگرچہ ہے طلب آنر کی
رنج انکے جدا ہیں اسکی علت کے لئے
بنیاد وہ اپنی چاہتا ہے مضبوط
بے چین ہے یہہ نمود حالت کے لئے
ہندو عزت طلب ہے زر کی خاطر
مسلم کو طلب ہے زر کی عزت کے لئے

احسان نہ کچھ الحاد کا ہے امداد نہ کچھ شیطان کی ہے
اکبر کی دلیری حق یہ ہے یہہ زندہ دلی ایمان کی ہے

وہ نیو قوم کی ہے نہ پشتہ نہ بھیت ہے
مگر بڑے جو بن رہے ہیں یہہ تیا کی ریت ہے
ہنگامۂ طرب نہیں یہہ شورشِ رفارم
رنج و محن کا ساز ہے بیکلی کا گیت ہے

ممدوحِ شرق و غرب و شمال و جنوب تھے
تعریف بھی ہنر کی بری از عیوب تھے
اب کچھ نہیں تو کیا کہیں تمسے کہ کیسے ہیں
ہاں اسمیں شک نہیں ہے کہ جب تھے تو خوب تھے

نقشِ ماضی منظرِ بے معنی و مفہوم ہے
مصلحت فطرت کی ہے یا ذہن کا مقسوم ہے
بہہ رہا ہے لاکھوں ہی موجوں میں یہہ بحرِ فنا
وِرد کے قابل فقط یا حی یا قیوم ہے

اِس بات میں ہے اِک رمز نہاں اِس قافیے میں چالاکی ہے
جب آہ و بکا کا ذکر نہ ہو تو وہ مجلس بے باکی ہے

ہستی ہی تیری کیا ہے کہ ہوا نکا ہم سفر
موجوں کا ملے حباب نہ ٹھہرے تو اُبھرے کے ساتھ

فلسفے ہیں کیا دھرا ہی گھر کا ہو یا لندنی
دشمن دانا سے بچ پہچان لے نادان دوست

سعی کا موقع ملے تو آرٹ یا سائنس سیکھ
صرف لفاظی سے ان روٹروں نہیں ملنے کی بھیک

دلاوے ہم کو بھی صاحب سے لائلٹی کا پروانہ
اڈیٹر بول اُٹھے دیکھ کر شبلی کے فوٹو کو
مبصر کہہ رہے ہیں وضع ملت کے تغیر پر
بہت مشکل ہے بچنا مشرق و مغرب کا یارانہ
مبارک شیخ کو نانِ جویں کے ساتھ یہ قرأت
یہہ یونیورسٹی کا مسئلہ کیا کم تھا اے گردوں

قیامت تک رہے سید ترے آثر کا افسانہ
اسی کے دم سے اب زندہ ہے مشرق کا کتبخانہ
بنا بھی یہہ دُھن تو بس اب ہو چکا مسلم کا ارمانا
اِدھر صورت فقیرانہ اُدھر سامان شاہانہ
ہمیں تو دیر میں پرشاد کھانا اور بھجن گانا
کہ چھیڑا تو نے ہم میں ٹرکی والی کا افسانہ

یہ قسمت شیخ جی کی ورنہ اکبر
کجا وہ بُت کجا آمنت باللہ

مرشد کی طلب میں جو میں اُٹھا تو یہہ بولے
مُردہ سمجھ اُنکو کہ جو پہونچے ہوں خدا تک

اک پیر ڈنر خوردہ و ہر سمت ددیدہ
مرشد ہیں وہی جو ہیں گورمنٹ رسیدہ

مجھ کو حسرت نہیں اسکی کہ کریں یاد مجھے
مسمریزم کی ہو تدبیر تو ہادون ہی یہ مشق

یاد آئی بھی تو کیا آئی جو تحقیر کے ساتھ
چھوڑ دیں مجھ کو وہ آنکھیں مری تقدیر کے ساتھ

گو یہہ عزت ہے کہ پائی تری محفل میں جگہہ
ہر ایک مسلم پکارتا ہے وہ خواہ سنی ہو خواہ جنتی

لذت اسمیں ہے کہ ملجائے ترے دل میں جگہہ
خدا کی طاعت سے جو ہے باہر فلیس منی فلیس منی

الحاد کی بنیاد ہے جس چیز نے ڈالی
اکبر کی فغاں کو نہ کہو خام خیالی

دشمن اُسے سمجھیگی نظر دیکھنے والی
فرماتے ہیں رو رو کے یہہ خود حضرتِ حالی

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دُعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

شیطان ہے دل جو نورِ ایماں نہ رہے
دشمن ہے زباں جو وردِ قرآں نہ رہے

ہوٹل سے بھلا پرہیز تمھیں اے پنڈت جی مہاراج کہاں
سچ بات کہی جس نے یہ کہا جب لاگ لگی تب لاج کہاں
نظر دنیا ہیں ایسا ہے رنگ وہی آنکھیں وہی گلشن ڈھونڈھتی ہیں
موسم وہ نہیں ہے اے اکبر جو بات تھی کل وہ آج کہاں

سر جھکا کر اُن کی سیوا کر تو گردن کو تان وزن لا اِلٰہ پہ نازاں ہیں مرے ارکانِ شعر	برہمن یورپ کو مان اور ایشیا کو سودر جان فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان
اِک برگِ مضمحل نے یہ اسپیچ میں کہا اچھا جواب خشک یہ اک شاخ نے دیا	موسم کی کچھ خبر نہیں اے ڈالیو تمھیں موسم سے باخبر ہوں تو کیا جڑ کو چھوڑ دیں
اگر دو سیدے ہوئے ہیں آپ سچ مچ حق پرستی میں	تو کرتے رہئے کام اپنا اِنھیں حالاتِ پستی میں
آپسمیں رہنا صلح سے خوئے بنی آدم نہیں	اکبر اسی پہ ہے عمل یا تم نہیں یا ہم نہیں
بیان اپنی مصیبت کا تھا مجھے منظور ہوا جو ٹائی ٹنک کی غرقی[۱] کہہ دیا میں نے	خیال تھا سوئے تشبیہ جستجوئیں تھیں کہ دل مرا تھا اور اُس دل کی آرزوئیں تھیں
تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد	جائز ہے غباروں میں اُڑو چرخ پہ جھولو اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو
کونسل میں اگر پرسش نہ ہوئی مغموم نہ تم اے یار رہو	اللہ بلانے والا ہے مرنے کیلئے تیار رہو
الاپو مغربی سُر میں کوئی راگ جنونِ لیڈری کا دور ہے یہ خموشی اور قناعت ناروا ہے	اُٹھو مسجد سے اور دامن کو جھاڑو فلک کو کدہے بگڑو اور بگاڑو
کیوں جلا رکھا ہے اس دور نے پیری میں مجھے کہا گردوں نے نہیں غیر ضروری یہ بات	ستمِ غیر ضروری یہ فلک کا دیکھو اپنے مٹنے کا بتدریج تماشا دیکھو
ہادیِ قوم بنو۔ قوم کے مہمان بنو	خود تو پہلے مگر اے یار مسلماں بنو

[۱] نام جہاز کا جسمیں پندرہ سو یوروپین عمائد غرق ہوگئے۔ مرد عورت بچے ۱۲

مرد جنٹلمین ہو کر پا رہے ہیں جب عروج
بیبیاں پھر گھر میں رنج کس میں رکی کیوں رہیں

مطمئن رہئے نہ رہ جائیگا عورت کا حجاب
چادر قومی کی آخر کھلتی جاتی ہیں تہیں

اک طرف دامِ ترقی اک طرف موجِ شراب
ہر طرح حاضر ہیں ہم کہئے پھنسیں کہئے بہیں

اگر مذہب خلل انداز ہے ملکی مقاصد میں
تو شیخ و برہمن پنہاں رہیں دیر و مساجد میں

ترقی کی پسیں ہم پر چڑھائیں
سمیں ہر پھر کے آیا بی نصیبیں
گھٹا کی دولت آپ بیچیں بڑھائیں
وہ گو اسکول میں برسوں پڑھائیں

مری طرزِ فغاں کی بوالہوس تقلید کرتے ہیں
خجل ہونگے اثر کی بھی اگر اُمید کرتے ہیں

جہاں کے انقلابوں کے بھی کیا کیا رنگ ہوتے ہیں
بشر کی کیا حقیقت ہے فرشتے دنگ ہوتے ہیں

گذر انکا ہوا کب عالمِ اللہ اکبر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

ہمیں تو چاہتے ہیں کھینچنا خود ہمسے کھنچتے ہیں
یہ انکی پالیسی کے باغ کس پانی سے سینچتے ہیں

نہ اب وہ طشتِ زریں ہیں نہ وہ چاندی کے کلسے ہیں
کمیٹی خوانِ نعمت ہے فقط لفظوں کے جلسے ہیں

فلک پر شان و عظمت سے ستارے جگمگاتے ہیں
خدا کی سلطنت کی جوبلی ہر شب مناتے ہیں

یہی نظارہ ہمکو محو رکھتا ہے سدا اکبر
فرشتے بے ٹکٹ یہ منظرِ اعظم دکھاتے ہیں

قدم انگریز کلکتے سے دہلی میں جو دھرتے ہیں
تجارت خوب کی اب دیکھیں شاہی کیسی کرتے ہیں

خدا ہی کی عبادت جنکو ہو مقصود اے اکبر
وہ کیوں باہم لڑیں گو فرق ہو طرزِ عبادت میں

فلک کو ضد ہے کہ منت کروں پئے راحت
مجھے یہ ہٹ ہے کہ ایذا سہوں و اُف نکروں
وہ کہہ رہا ہے کہ ذلت سہو تو جاؤ چمک
مری یہ آن کہ ایسی چمک پہ تُف نہ کروں

پیالا ہے فقط اللہ کا نام آرام اسی سے روح کو ہے
اور یوں تو حوادث بے حد ہیں دنیا میں بہت افسانے ہیں

عجب کیا شیخ برگڈ میں جو مشتاقِ غلامی ہیں
ہمارے اونٹ صاحب جو وہی کمسریٹ کے جاتے ہیں

غیر کو ملتے ہیں وہ مائی ڈیر سے لکھتے ہیں
مجھ سے بیگانہ وشی ہے مجھے سر لکھتے ہیں

کہا مہدی نے بھائی تمکو کیوں سد رجہ حیرت ہے
تمھارے واسطے یہ کیا محل رشک و غیرت ہے

تعجب کیا ہے ہم اس بت کے پہلو میں جو لیٹے ہیں
حرم کے محترم کیا دیر کے خادم سے بیٹھے ہیں

برہمن نے کہا بس آپ کی باتیں ہی باتیں ہیں
اجی یہ وصل کی راتیں نہیں ہیں انکی گھاتیں ہیں

کہا مہدی نے ہمکو تو مزے سے اپنے مطلب ہے
محبت ہو نہو انکو امید اس کی یہاں کب ہے

برہمن نے کہا ایسا مزا اعضا کا مضعف ہے
کہا مہدی نے ہاں اسبات سے بندہ بھی واقف ہے

مفقود ہے گو کہ آج یار و نیشن
صد شکر ہوا ظہور کار و نیشن

مانگو خالق سے حضرت جارج کی خیر
تم بھی ہو جاؤ گے لٹو مارو نیشن

حضرت خود واقعات تصنیف کریں
ہم بیٹھ کے انجمن میں تعریف کریں

فطرت یہ نگاہ جن بزرگوں کی ہو
بہتر ہے یہی کہ وہ نہ تکلیف کریں

صلح رہی اب نہ گوارا ہمیں
سلف گورنمنٹ نے مارا ہمیں

کام تو جو کچھ ہے وہ ہے آپ کا
نام ہی نے صرف ابھارا ہمیں

درد کسی کا نہ رہا دل میں اب
خوب دیا تم نے بھچارا ہمیں

قوم کی تفریق میں ٹکڑے اڑے
ملک سے اب کیا ہے سہارا ہمیں

آئینہ ہے حسرت دنیا کا حال
یاد ہیں اسکندر و دارا ہمیں

جلوہ دکھانے کا انھیں شوق ہے
کاش مبارک ہو نظارا ہمیں

غضب کی آتش فشاں ہو رہے پڑے ہیں بستر پہ جل رہے ہیں
عرق میں ڈوبے ہوئے سراپا تڑپ رہے ہیں ابل رہے ہیں

مٹاتے ہیں جو وہ ہمکو تو اپنا کام کرتے ہیں
مجھے حیرت تو انپر ہے جو اس مٹنے پر مرتے ہیں

انجینیری نہ آئے تو ایجاد کیا کریں
تعلیم عروج قوم کی بنیاد کیا کریں

خلے سے کام لیتے ہیں بیکار عقل ہے
یا ترجمہ ہے یا تو کتابوں کی نقل ہے

یہ تو مشکل ہے کہ آپ اسپیچ دیں ہم چپ رہیں
ہاں مگر اسمیں نہیں کچھ عذر جو کہئے کہیں

مکر و فریب و ظلم یہ سب اُسمیں ہیں مگر
شیطان ہیں دلیری و مردانگی نہیں

کہنا مجھ کو جو کچھ ہے وہ کہنے دیں
دینی عملوں کی موج کو بہنے دیں
شبلی کی دُعا بتانِ مغرب سے یہ ہے
ندوہ کو حضور قبلہ رُخ رہنے دیں

تسبیح وہ اب کہاں وہ تہلیل کہاں
قرآن مجید کی وہ ترتیل کہاں
کل کے آگے خیال فردا کس کو
جب ریل ہے سامنے تو جبریل کہاں

اِس پیڑ میں خوب ہی کٹہل آئے ہیں
ہر شاخ میں پانچ سات پھل آئے ہیں
اکبر نے کہا کہ ہم غریبوں کے لئے
نیچر کی طرف سے پارسل آئے ہیں

نہ ہوں ۔ جو شعر مرے آپ کو پسند نہیں
پسند فرض نہیں اور مجھے گزند نہیں
بجز خطائے نظر ۔ اور سہوِ کاتب کے
کچھ اعتراض اگر ہیں تو سودمند نہیں
حدود میں نے معیّن کئے ہیں اپنے لئے
اور اُن حدود کے اندر کہیں ہیں بند نہیں

بہ قول کفر ہوا تو بھی تم بعرضِ محال
کہ روح ہیچ ہے اور بعد مرگ کچھ بھی نہیں
خدا کا نام ہے جب بھی بشر کو اک نعمت
وگرنہ دل کے لئے ساز و برگ کچھ بھی نہیں

آپ کی کل میں مرا سوت تو کتنے کا نہیں
کفر کے ساتھ میں اخلاق برتنے کا نہیں

وہ کبھی مجھ کو جواب نامہ لکھتا ہی نہیں
جب گِلا کرتا ہوں کہدیتا ہی پہونچا ہی نہیں

شیخ اپنی رگ کو کیا کریں ریشے کو کیا کریں
مذہب کے جھگڑے[۵۱] چھوڑیں تو پیشے کو کیا کریں
فرہاد سے کہا کہ مناسب ہے تجھ کو صبر
کہنے لگا بتلائیے تیشے کو کیا کریں

میں نے کچھ اختلاف کیا آپ سے اگر
غصہ عبث ہے آپ کا نوکر نہیں ہوں میں
اے قبلہ مجھ پہ آپ چڑھے آتے ہیں یہ کیوں
ممبر اِس انجمن کا ہوں منبر نہیں ہوں میں

روپے کو اپنے کریں صرف وہ جو نٹھلے ہیں
تو کام آئے غریبوں کے اِس محلے میں
یہ بات مجھ کو تو اے ہاشمی پسند نہیں
کہ صرف دولتِ عشرت ہو گیند بلّے میں

ڈیپوٹیشن کی ہر سر سبزی جو دیکھی اُسنے شملے میں
برہمن نے کہا یہ تناسخ پیدا اور ایسے گملے میں

[۵۱] آپس کی خانہ جنگی مراد ہے نہ کہ وعظ مذہب ۱۲

آنے والے نہ رہے انجمن دل کی طرف
کوئی کالج کی طرف ہے کوئی کونسل کی طرف

بل کھاؤ ہزار خواہ چھانٹو منطق
نیچر تو ہے اپنی اصل ہی پر عاشق
لکھی ہے صحیح اِک فرنگی نے یہ بات
مغرب مغرب ہے اور مشرق مشرق

وسعت ہو زباں کی تو اُدھر جھک
متروک کو دیکھ کر تو مت اٹک

ہے لیڈر قوم کون جب ہو یہ سوال
کہدو اکبر کہ بس برٹش اقبال

فطرت سے الگ اگر تمھارا ہے خیال
تاثیر کچھ اُسمیں ہو یہ ہے امر محال
گو طرز بیاں پہ شور تحسین اُٹھے
مقبول نہ ہوگے پیش ارباب کمال

کوئی کہتا ہے رکھو صاحب سے میل
کہ آنر کی گھر میں رہے ریل پیل
کسی کی صدا ہے کہ ہندو بھلے
مری انجمن بھی اُسی رُخ چلے
کسی ہمت کونسل کی ہے دلمیں چوٹ
عوض لٹھ کے آپسمیں چلتے ہیں ووٹ
کسی سرمیں ہے لیڈری کی ہوس
کوئی شہد اسپیچ کی ہے مگس
کوئی شوق تحقیق میں غرق ہے
کوئی راہِ تقلید میں برق ہے
کسی کو ہے مضموں نگاری کی دُھن
کوئی چندہ دینے کو سمجھا ہے پُن
کسی کو عمارت بنانے کا شوق
کسی کو نمود و نمایش کا ذوق
کسی کو کوئی ٹوک سکتا نہیں
سٹرک کو کوئی روک سکتا نہیں
جدھر جسکی مستی بہائے بہیں
خدا سے دعا ہے کہ سب خوش رہیں
مگر شیخ سعدی کی ہے ایک بات
مسلماں کو ہے فرض اُدھر التفات

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ہوئے جمع بہرِ دعا و سلام
کلیسا میں انگریز عالی مقام
کہا میں نے ہوں ہیں تو مسجد سے دور
تو گرجا میں انکے ہے کیوں ازدحام

سلہ حسب فرمایش و اصرار اڈیٹر نظام المشائخ برائے رسولنما نمبر

شتر روباہ سے کمتر ہیں بن میں مجتبس ہو کر ۔۔۔ ہٹے ہیں شیر کتے زینت آغوش میں ہو کر

قرابتِ دل نہیں تو نورِ عرفاں کیا جگہ پکڑے ۔۔۔ وہ شکل مہر و مہ ہو جو نہیں کب ہی مخلص ہو کر

رحیا نے طویل مضامین وہاں پڑھے ۔۔۔ لیکن مری زبان کا تھا حصّہ مختصر

ہیں نے تو بزمِ لغت میں اتنا ہی پڑھ دیا ۔۔۔ ابجد ازحد ابزرگ تو ئی قصّہ مختصر

پیری و افسردگی سب کچھ سہی اکبر مگر ۔۔۔ ظلم ہے تیری خموشی شوخیٔ گفتار پر

یاروں کی دوڑ دھوپ ہے دُنیا کی ہیچ پر ۔۔۔ اور دین ہے کباب ضرورت کی سیخ پر

نہ سُن تو قرآں کا وعظ بھائی خوشی سے تقلید ہملے کر

پھرے گا کمپوں میں آخر اک دن دیا سلائی کا بکس لے کر

فاقہ سمجھو نہ اسے اس میں ہے اسرار نہاں ۔۔۔ عالم دین جو ہیں وہ جانتے ہیں صوم کے سر

نہ تجارت کا سلیقہ نہ عبادت سے لگاؤ ۔۔۔ یا گورنمنٹ کے دفتر ہیں ہیں یا قوم کے سر

اس نظم کا نقطہ نقطہ ہے منبعِ نور ۔۔۔ ہر حرف سے ہے تجلّیٔ حق کا ظہور

اوجِ ملکوت کلمہ ہے عالم ہر لفظ ۔۔۔ ہر بیت اقبال کی ہے بیت المعمور

اللہ رے انقلابِ طرز و مذاقِ مشرق ۔۔۔ حافظ کے شعر کیسے سب پڑھ رہے ہیں شیڈر

لیلیٰ کا ناز رخصت ۔ اسکول مسٹرس ہیں ۔۔۔ سودا ہے قیس غائب اب وہ بنے ہیں لیڈر

تا توانی در جہاں طالب مشو مطلوب باش ۔۔۔ با معاشر سہل باش و نیک باش و خوب باش

مذہبے در گردنم افتاد اکبر چارہ نیست ۔۔۔ باہمہ آزاد گیہا باکیے منسوب باش

اک شاعری وہ ہے جو بڑھاتی ہی عقل و ہوش ۔۔۔ اک شاعری وہ ہے جو دلاتی ہی دل کو جوش

ارشاد ہو تو قسم سوم کو بھی کردوں عرض ۔۔۔ اک شاعری وہ ہے کہ جو ہی حرف واہ نوش

لیکن کوئی بھی قسم ہو اچھا ہے شعر اگر ۔۔۔ محفل کو غالباً ہمہ تن پائے گا گوش

پیش آئے ہیں امور عادت کے خلاف ۔۔۔ پایا اُنہیں ہم نے اپنی راحت کے خلاف

اولاد کو غالباً یہ تکلیف نہ ہو ۔۔۔ وہ خود ہی ہیں مورثوں کی خصلت کے خلاف

چو سوال کردم از وے زماں کار کالج — زیر و فسر شنیدم خبرے کہ کس نداند

طفل مکتب کہ سخنہا ز زبان میگوید — شکوہ کم کن کہ چنیں گفت و چنان میگوید
طبع او فونوگراف است و سر و دش سبقش — انچہ بستند برو نقش ہمان میگوید

نہ سنی ہے خوش اور نہ شیعہ ہے شاد — ہے دونوں کے مرکز میں برپا فساد
غمِ ٹرکی و ماتم پرشیا — مسدس اُدھر ہے اِدھر مرثیا

ہے دل روشن مثال دیوبند — اور ندوہ ہے زبانِ ہوشمند
ہاں علیگڈھ کی بھی تم تشبیہ لو — اک معزز پیٹ بس اسکو کہو
پیٹ ہے سب پہ مقدم اے عزیز — گو کہ فکرِ آخرت ہے اصل چیز

نہ ہر کہ ڈوٹ بپنید و خت ممبری داند — نہ ہر کہ بحث بیاموخت لیڈری داند
نہ ہر کہ ہیٹ بپوشید و کوٹ در بر کرد — ادائے مغرب و آئین مسٹری داند

تھی مرے پیش نظر وہ مس تہذیب پسند — کبھی وسکی مجھے دیتی تھی کبھی شربت قند
ملک الموت نے ناگاہ بھری ایک زغند — پارک کو چھوڑ کے ہونا ہی پڑا قبر میں بند

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

آمادگی مجھے تو رہی ہر گناہ پر — فضلِ خدا سے بت ہی نہیں آئے راہ پر

ہیں اہل جہاں منکر اللہ سے کد پر — دو پھول بھی رکھتے نہیں ملحد کے لحد پر
ہنگامے انہیں کے لئے ہیں صلِ علیٰ کے — جو زیست میں عاشق تھے ہو اللہ احد پر

حضرت کی نبوت میں ہو کس طرح مجھے شک — ہر ذرہ کو ہے وردِ رفعنا لک ذکرک
تھی شان جلالی کہ عدو رک نہ سکے آخر — وہ نور تھا عالی کہ صنم جھک گئے آخر

میں بھی ہوں بدل مؤید آزادی کا — لیکن اک نکتہ سن لے اے پاک ضمیر
آزاد ہوا اسلئے کہ اغیار ہوں قید — مطلب یہ نہیں کہ خود ہو غیروں کا اسیر

اگلی روش جو تھی وہ تھی پیغمبری کی بات — موجودہ ہر طریق ہے کاریگری کی بات

پڑا اُٹھا چٹائی پہ گوشے میں مَیں — نہ اُٹھا جو آئے مرے ایک دوست
شکایت اُنھوں نے جو کی کہہ دیا — تواضع ز گردن فرازاں نکوست

در کار چندہ سیم و زر از جیب ہر در رفت — مالِ حضور بود براہِ حضور رفت

تضمین بر غزل حافظ

واقفِ سرِّ خفی حافظ اسرار بماند — حدِ بیگانہ باطن صفت اظہار بماند
خلق صد رہ طرفِ شبہ و اقرار بماند — ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند

وانکہ ایں کار ندانست در انکار بماند

سنّی و شیخ اسمیں کسیکو ہی نہ ہے صفتِ ہشت — بے خطر کوچۂ رندی میں لگاتے رہے گشت
نہ تو گلشن ہی ہوا معترضِ اُنپر نہ تو دشت — خرقہ پوشاں ہمگی مست گذشتند و گذشت

قصۂ ماست کہ بر ہر سرِ بازار بماند

قیس و فرہاد کے قصّوں سے ہی بھری ہیں دفتر — آجتک اُنکے فسانوں کا دلوں پر ہے اثر
خوب فرما گئے ہیں حضرتِ حافظ۔ اکبر — از صدائے سخنِ عشق نہ دیدم خوشتر

یادگارے کہ دریں گنبدِ دوّار بماند

میں نے کہا کہ آپ تو مسجد سے ہی مجھے کد — گرجا اُبھر کے بولا میں اس سے ہی خوش ہوں بحد
میں نے کہا مخالفت تیرا بھی ہوں تو بولا — میری ہی پالسی کی واللہ ہے یہ اَبجد

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

عشقِ تو دلے را چو لطیف دپاک سازد — غم دہر را چہ یارا کہ دراہلاک سازد
مس من فگند بر من نظرے کہ کس ندانند — دل من گرفت از وے اثرے کہ کس نداند

ہو جاگتوں میں شامل پا تو ہو سونے والا
ہو کر رہیگا اکبر جو کچھ ہے ہونے والا

وقت ہی پر ہر ایک کام اچھا
آسماں کا پروگرام اچھا
قرب ہے جنکو تختِ شاہی سے
دور ہی سے اُنھیں سلام اچھا

فضول بحث میں وقت اپنا کھو نہیں سکتا
زیادہ اب شبِ غفلت میں سو نہیں سکتا
گذر گیا دلِ دُنیا پسند دُنیا سے
اس انجمن کا میں اب رکن ہو نہیں سکتا

مصیبت آ پڑی تو سہل ہے شدت سے غم کرنا
مگر مشکل ہے جینا باخبر غفلت کو کم کرنا

کرتا نہیں کوئی ان میں ذکرِ مولیٰ
ہے مانگ روپے کی غل ہے دس لا سو لا
مجلس ہے یہی تو اس سے عزلت بہتر
دنیا ہے یہی تو ترکِ دنیا اولیٰ

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

بے زورِ نمود کا اثر کیا
جب مغز نہیں تو لفظ ائمہ کیا

صوفی کا مذہب مختصر سب سے کھرا سب سے جدا
ہم تم سے کے جھگڑے یہ لفظی ہیں یا کچھ بھی نہیں یا سب خدا

نہیں اہلِ یقیں جب یہ تو یہ کیا مذہبی ہونگے
اثر پڑتا ہے شاگردوں پہ اُستادوں کے باطن کا

ضعفِ مشرق نے تو رکھا پاؤں کو جکڑا ہوا
مغربی تقریروں نے لیکن منھ کو انجن کر دیا

طالبِ زر ہے جنکو اے اکبر
دور ہیں منکرِ خزانۂ غیب
ہم تو مضموں وہیں سے پاتے ہیں
معتقد ہم تو اُس سکے ہیں لاریب

نہیں مناسب کہ ہو یہ ہوا کبھی حریفِ ہوائے صبا
بجا ہے فرما رہے ہیں جو کچھ حکیم عبد العزیز صاحب

حکیم اور وید یکساں ہیں اگر تشخیص اچھی ہو
ہمیں صحت سے مطلب ہے بنفشہ ہو کہ تلسی ہو

حواس مختل سمجھ پریشاں عمل میں سستی قدم میں لغزش
کبھی کوئی شوق رہنما ہے کبھی کوئی پالسی ہے غالب
مرے مشاغل کی کچھ نہ پوچھو کہ میں ہوں دورِ فلک میں اکبر
مقیمِ دیر و مریدِ شیخ و اسیرِ قانون و محوِ مغرب

احسن نگاہوں سے کہ جو تھیں خوگر طوف حرم ۔ آفریں کہئے کہ بت خانے کو اپنا کر لیا

رشتۂ در گردنم افگندہ پیٹ ۔ می برد ہر جا کہ میز است و پلیٹ

بزرگان ملت نے کی ہے توجہ ۔ کبھی بیر رہینگے نہ عالم نہ عابد
ترقی دین ہوگی اب روز افزوں ۔ علیگڈھ کا کالج ہے لندن کی مسجد

دونوں صاحب ہیں محب قوم کسکو ووٹ دوں ۔ پیش کر سکتا ہوں کیونکر کوئی دعوی بے دلیل
بس دعا میری یہ ہے اللہ فرمائے عطا ۔ کامیابی ایک کو اور ایک صبر جمیل

ہوا آج خارج جو سید سے سوال ۔ کہا میں نے صاحب سے با صد ملال
کہاں جاؤں اب میں ذرا یہ بتاؤ ۔ وہ جھنجھلا کے بولے جہنم میں جاؤ
یہ سنکر بہت طبع غمگین ہوئی ۔ مگر اس تصور سے تسکین ہوئی
کہ جب اہل یورپ میں بھی ذکر ہے ۔ تو بیشک جہنم بھی ہے کوئی شے

متفرقات

مبارک ہو فلک کو مائل جور و ستم رہنا ۔ طریق حق پہ لازم ہے ہمیں ثابت قدم رہنا

مسلم ہے مگر بات نبی کی نہیں سنتا ۔ لڑکا ہے مگر اپنے ولی کی نہیں سنتا
ہاں آپ جو فرمائیں تو سب ہیں ہمہ تن گوش ۔ آپس میں تو اب کوئی کسی کی نہیں سنتا

من نگویم کہ دریں باغ بیئے خنگ و را ۔ آخرت پیش نظر دار و بہر رنگ در آ

اس دور فلک میں کوئی کیا دیکھیگا ۔ جو کچھ وہ دکھائیگا خدا دیکھیگا
رنجیدہ ہے جس نے ابتدا دیکھی ہے ۔ بے حس ہوگا جو انتہا دیکھیگا

اثبات خدا کو منطقی اٹھ نہ سکا ۔ خاک حیرت سے ذہن ہی اٹھ نہ سکا
اللہ رے نزاکت وجود باری ۔ ثابت ہونے کا بار بھی اٹھ نہ سکا

ایسے غمزوں سے دل خون گشتہ کیا ہوگا بحال ۔ اب تو جو ہونا تھا وہ لے چشم کافر ہو چکا

بس اب سرحد پہ حاجت ہے رفل کی اور کاٹھی کی
چلی جاتی ہے گستاخی نپنڈے خاں کی لاٹھی کی

باز آئیے نہ پولیٹکل انٹریگ سے
جب کچھ نہیں تو لاگ لگائیے لیگ سے
اک شغل زندگی ہے بہارِ نمود ہے
منظور دشمنی نہیں اپنے کلیگ سے

نہیں کچھ اسکی پرستش الفت اللہ کتنی ہے
یہی سب پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

اب کہاں دستِ جنوں تارِ گریباں ہے کہاں
پا تیرا و دستِ مجنوں اور خبر ہے تار کی
لے لیا شیریں نے کمسریٹ میں ٹھیکہ دودھ کا
ریل بنوانے لگے فرہاد اب کہسار کی

آزاد ہوں نہیں ہے کوئی مدعا خاص
جس رخ ہے قافیہ مرا مطلب بھی ہے وہی
مذہب کو شاعروں کی نہ پوچھیں جناب شیخ
جس وقت جو خیال ہے مذہب بھی ہے وہی

ڈٹے نہ تم کہ فرصت یہاں فاقے سے کم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

کب حاضری شب کی اجازت طلب ہوئی
کیوں ضبطِ شوق دل کی ضمانت طلب ہوئی

ضمیمۂ ظرافت

بحرِ آزادی میں یہ کیسا تموج ہو گیا
قاصراتُ الطرف[عـ۵] کو شوقِ تبرج[عـ۶] ہو گیا

بتاؤں آپ سے مرنے کے بعد کیا ہو گیا
پلاؤ کھائینگے احباب فاتحہ ہو گا

مرا کینہ نتیجہ ہے جفائے چرخ گرداں کا
مرا پینا ہے منبع سیلِ اشکِ چشمِ گریاں کا
مرا جینا ہے بس اک سلسلہ انفاسِ سوزاں کا
مرا سینہ ہے مشرقِ آفتابِ داغِ ہجراں کا
طلوعِ صبحِ محشر چاک ہے میرے گریباں کا

خدا سر دے تو سودا دے کسی لجیب میداں کا
خدا زر دے تو دل کو ذوق دے یورپ کے ساماں کا
خدا پر دے تو ہدہد کر دے بلقیس و سلیماں کا
خدا سر دے تو سودا دے تری زلفِ پریشاں کا
جو آنکھیں ہوں تو نظارہ ہو لیسی سینلستاں کا

دو یدِ گردوں نے اُبھارا دیر کو سچ ہے مگر
یہ نہ کہئے حضرتِ سید نے پھر کیا کر لیا

عـ۵ نیچی نگاہ والیاں۔ عـ۶ اپنا سنگار دکھلاتے پھرنا۔

کیا تعجب ہے دیا ووٹ جو لالہ کے لئے — بت تو تھے ہی مرے معشوق برہمن بھی سہی
کھول کر در کو کہا اس بتِ اسکولی نے — جب نقاب اٹھ گئی آگے سے تو پلمن بھی سہی
کاش کرلے مجھے وہ شاہد ہوٹل منظور — کیک تو روز ہے اک رات مٹن بھی سہی
سنتا ہوں قبر مری ریل میں آجائیگی — خوش ہوا ہوں جب اسی راہ میں مدفن بھی سہی

تعلّی اک اس طبیعت کا ملا جو کل یہ کہتا تھا — مرے دل میں خیالاتِ بلند آنے نہیں پاتے
سڑک پر کام میں تکلیف ہے بنگلے پہ بے لطفی — یہاں سایا نہیں ہے اور وہاں گل سنے نہیں پاتے

کھٹملوں پر زجر و طعن و غیظ سے منہ موڑئے — گرم پانی ڈالئے یا چارپائی چھوڑئے

زندگی تھی ہی مصیبت موت بھی برباد ہے — کس قدر اس دور میں بگڑا ہوا ہے دین ہائے
ماسٹر ہیں نزع میں لڑکوں کی شامت دیکھئے — انکا فوٹو لیتے ہیں یا پڑھتے نہیں یاسین ہائے

کیا خوشی اس کی مجھے۔ انکو جو نوابی ملی — روغنی صاحب نے لی مجھ کو وہی آبی ملی

جیب سے مفرور بی زر بے تحاشا دیکھئے — جلوۂ بازار مغرب کا تماشا دیکھئے

نکلا بہ آب و تاب بنارس سے اولڈ بوائے — اللہ اس کو گولڈ بھی دے اور پرل بھی
خواہش ہے اب یہ بعض محبانِ قوم کی — نکلے کسی طرف سے یونہیں اولڈ گرل بھی

اکبر دبے نہیں کسی سلطاں کی فوج سے — لیکن شہید ہو گئے بیگم کی نوج سے

وہ ہیں ذی علم و معزز جنکا ارشاد و عمل — طالبانِ حق کے دل کی کر رہا ہے رہبری
بعض اسپیکر نظر آتے ہیں یا تم کو یہ تو ہیں — نوکری اور ممبری کی منڈوی کے چودھری

یہ غنچے میل کی امید سے کھلنے نہیں پاتے — خدا اس پیٹ سے سمجھے کہ دل ملنے نہیں پاتے

انسے بی بی نے فقط اسکول ہی کی بات کی — یہ نہ بتلایا کہاں رکھی ہے روٹی رات کی

نہ انھیں رنگ باغی کا نہ انھیں بو ہے داغی کی — یہ حجت ہے فقط درگاہِ قومی پر چراغی کی

یہ پردہ درد کو سوئے قوم کس نے بھیجا ہے — کہ جس کی بحث سے مجروح ہر کلیجا ہے
یہی ہے عقدہ کشائی قوم تو اک دن — ازار بند کو کہدینگے حبس بیجا ہے

ڈوبے ہوئے ہیں یہ بھی مگر اپنی بات میں
پیرو بھی یہ رہے ہیں خیالی فرات میں

یہ اتنی ستر پوشی تیری اے شرقی غنیمت ہے
دوئے جا چندہ بس تعلیم کی غرقی غنیمت ہے

انتظار نئے اکلابی کا تصور جو دل میں ہے
یہ وجہ ہے کہ آجتک آمزابل میں ہے
کمسریٹ اب بھی اسکا ہے محتاج دیکھیے
معذور اگرچہ اسکا قدم آب و گل میں ہے

کچھ الہ آباد میں ساماں نہیں بہبود کے
یاں دھرا کیا ہے بجز اکبر کے اور امرود کے

راہ مغرب میں یہ لڑکے لٹ گئے
واں نہ پہونچے اور ہم سے چھٹ گئے

شوق ہے پن کا نہ طاقت باپ کی
سب ہیں بس پڑھتی منانے آپ کی
ہو چلے ہنگلی سکے لکچر اب ہمیں
فکر ہے گنگا کنارے جاپ کی
قطرہ جو کچھ ہو محیط اک اینچ ہے
وہم ہے انکی کمر کی ناپ کی
شیخ جی قانع سکے گھر میں تو بسم
ورنہ اب ہستی ہے ہستی آپ کی

ملتا ہے دنیا سے اسکو جس شخص کا جتنا حصہ ہے
ہے اتنی بات ٹھکانے کی باقی تو کہانی قصہ ہے

وہ فرماتے ہیں اے اکبر یہ روزہ اک قیامت ہے
بجا ارشاد ہوتا ہے مگر افطار جنت ہے

میں نے جو کہا دیکھو تو ذرا اب قوم پہ کیا جوبن ہے
وہ ہنس کے لگے کہنے صاحب یہ قوم نہیں ہے پلٹن ہے

عزیزان وطن کو پہلے ہی سے دیتا ہوں نوٹس
حیرت اور چلانے کی آمد ہے حقہ پان جاتا ہے
یہ اتنی گوشمالی طفل مکتب کی نہیں اچھی
زباں آتی ہے اسکو ہیچ ہر لیکن کان جاتا ہے
مری داڑھی پہ رہتا ہے وہ بت انکار پر قائم
مگر جب دل دکھاتا ہوں تو فوراً مان جاتا ہے

وہ مس بولی میں کرتی آپ کا ذکر اپنے فادر سے
مگر آپ اللہ اللہ کرتا ہے پاگل کا مافک ہے
نہ مانا شیخ جی نے چلے گئے وہ مس ٹانچ یہ کہکر
اگر فائض ہیں یہ بسکٹ تو یوں اللہ مالک ہے

لگی لپٹی ہر اک سے یہ بری عادت تمہاری ہے
مری جاں اسمیں اک دن احتمال فوجداری ہے

ترقی پر خدا کے فضل سے ہے بزم رنداں بھی
فقط پیر مغاں تھے آگئے اب پیر نسواں بھی

شیخ بھی ہیں دیر کے سائل بس اتنا فرق ہے
مجھ کو بوسا چاہیے انکو سموسا چاہیے

لیا صبحِ شبِ وصل اُسکا بوسہ میں نے یہ سچ ہے — اسی پر بول اُٹھی وہ شوخ مس یو فائنل نیچ ہے

تھا امن کسی قدر سو وہ دن بھی سپ چلے — ظاہر ہی کے سمت اہلِ باطن بھی چلے
مجلس یہ ہوا اضافۂ کانفرنس — مسلم تو جا چکے تھے مومن بھی چلے

اُس مِس کی زباں رات جو لی مینے دہن میں — بولی کہ تری راہ ترقی میں یہ ہیج ہے
میں نے کہا اسکالرِ مشرق ہوں ڈیر مس — چپ رہ کہ یہی میری سکنڈ لینگویج ہے

دنیا آخر کو تم سے لپٹی — ہو ہی گئے تم غرضکہ ڈپٹی
کرتے کیا اُن سے بھینٹ خالی — کر آئے ہم اپنی ٹینٹ خالی

شیعہ و سُنی میں جنگ اک دھوم دھامی ہوگئی — چار یار اور پنجتن کی نیکنامی ہوگئی
کیا شرف بخشینگی تم کو عرش پر یہ کاوشیں — جب زمیں پر تم کو غیروں کی غلامی ہوگئی
ایک قرآں ایک قبلہ ایک اللہ اک رسول — بدنصیبی ہے کہ تفریق دوامی ہوگئی
مومنانِ امن جو کو دیر کی سوجھے گی اب — جب حرم کے صحن میں بدانتظامی ہوگئی
اشتعالِ آتشِ افسردہ اس طوفان میں — پختہ طبعوں سے الٰہی کیوں یہ خامی ہوگئی
جس نے کھولی بہرِ صلح و آشتی اپنی زباں — پیشِ حق مقبول اُسکی خوش کلامی ہوگئی

مکہ تک ریل کا سامان ہوا چاہتا ہے — اب تو انجن بھی مسلمان ہوا چاہتا ہے

اکبر ابھی قومی کام کو اُٹھے بشوقِ مغفرت — ہز ہائینس ہوئے ہم عمّال ہز ہولینس بھی ہوگئے

مجھکو ہے پسند اس سبب سے یُو۔ پی — لینے یو پی کا قافیہ ہے ٹوپی
ہے فصلِ بہاری بھی ہم آہنگ اسکی — جب آتی ہے کرتی ہے اشارا ٹوپی

دورِ یونیورسٹی میں اِن کی ترقی ہے ضرور — شیخ جی مدیون ہیں اور قوم ڈگریدار ہے

شیخ کو گاندھی نے سلیقے سے — چین کر مغربی طریقے سے
متفق اِس پہ ہو گئے کہ وہ مہ — اب تو یہ مسئلہ ہے مفتیٰ بہ

ٹامی کے آگے ٹیمز کا دلچسپ پاٹ ہے — گنگو کی جا نظر آئی گنگا کا گھاٹ ہے

قابل رشک ہے زمانے میں
دن وکیلوں کا رات عاشق کی

سُدلیشی گورنمنٹ سے بچ گئی
یہ بائی پیرمنٹ سے بچ گئی

افسردگی پر اُسکے لگا دل جو تڑپنے
کل شب کو کہا میں نے یہ محبوب سے اپنے

گو پاس ترے رہ نہ گئی دولت و حشمت
ہے حسن خداداد وہی اور وہی صورت

سونے ہی کی بدّہی پہ فقط مجھکو نہیں غش
پھولوں کی بھی بدّہی ہے ترے سینے پہ دلکش

جو دل کہ تری پھولوں کی بدّہی کو نہ پوچھے
برباد ہوا ایسا کوئی اودھی کو نہ پوچھے

نہیں بدلی زباں اُس شوخ کی یہ کون کہتا ہے
میں جب جاتا ہوں اُسکی بزم میں سٹاڈون کہتا ہے

وضع سابق سے بت ہندی کو سیری ہوگئی
ہو مبارک مُلک کو مینا کنیزی ہو گئی

ہیٹ پھوپھی شیخ کے سر پہ جو دیکے جوش سے
اور بھڑکے شعلے ہلے فتنہ اس سرپوش سے

بنگئے صاحب ہنر صاحب کا کیا ہے آپ ہیں
کیا کلیں ٹپکینگے سقف بنگلہ خس پوش سے

باغ اُمید کے پھل ہوتے ہیں روز ضائع
ہمکو خدا بچائے اولاد ڈاروِن سے

بیدل ہیں ہیروز سلو تو نہ کیجئے
للّٰہ بات مانیئے توتو نہ کیجئے

کل شمّع کی صدا نہ خوبی فطرت نہ لطف دید
مہتر یہی ہے خواہش توتو نہ کیجئے

مجھ خستہ کی ہستی نہیں کچھ آپکے آگے
پھرتے کی ہے کیا اصل ہیں چابکے آگے

ملک پر تاثیر حشیم و وٹ طاری ہوگئی
مُفت شیخ و برہمن میں فوجداری ہوگئی

ہندوؤنکو کیوں نہ اب بھائی بنائیں صلح دوست
آریہ مذہب میں بھی توحید جاری ہوگئی

مہری پر جنگ ہوا میں گئو کا کیا قصور
ملک میں بدنام ناحق یہ بچاری ہوگئی

کرتے ہیں بائیسکل پر خوب وہ فتح ریاح
اہتو ہیلن ارغنوں کا یہ سواری ہوگئی

ہم کیا کہیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی پھر مر گئے

جن لوگوں نے مسلمونکو بہکایا ہے
کامل کب اُنکو علم و فن آیا ہے

جو فلسفی ہیں اصل وہ ہیں خاموش
الحاد تو ٹٹپونجیوں نے پھیلایا ہے

گئے شربت کے دن یارو نکی آگرا اب تو اے اکبر
کبھی سوڈا کبھی لمنڈ کبھی وسکی کبھی ٹی ہے

گل پھینکے ہے یورپ کیطرف بلکہ ثمر بھی
اے نیچر و سائنس بھلا کچھ تو ادھر بھی
اغیار تو دنیا ہیں اُٹھائے ہوئے سر پر
ہم بیٹھے ہیں اسطرح کہ اُٹھتا نہیں سر بھی
اغیار تو رگ رگ سے ہماری ہوئے واقف
ہم وہ ہیں کہ پاتے نہیں اُس بت کی کمر بھی

رات افسوس سے کہتے تھے یہ بنسی بھائی
ہم سے ناحق ہیں الگ کانفرنسی بھائی

ساحل نظر آتا ہے نہ مچھلی ہے نہ بنسی
کیا لہریں لیا کرتے ہیں یہ کانفرنسی

دیر میں محوِ بُت بھی ہے وعظ میں قبلہ رو بھی ہے
شیخ ہمارا خوب ہے پیر بھی ہے گرو بھی ہے
بت پہ جو پھر پڑے تو خوش سجدے میں گر پڑے تو جا
وضع نئی چلن نیا مست بھی ہے وضو بھی ہے

یورپ میں گو ہے جنگ کی قوت بڑھی ہوئی
لیکن فزوں ہے اُس سے تجارت بڑھی ہوئی
ممکن نہیں لگا سکیں وہ توپ ہر جگہ
دیکھو مگر پیرس کا ہے سوپ[1] ہر جگہ

غلطی مجھ سے ضرور یہ ایک ہوئی
پیدا وجہِ فضیحت نیاب ہوئی
لینا تھا لغت سے اور ہی لفظ کوئی
بس کو جو لیا یہ مجھ سے مسٹیک[2] ہوئی

وہ تو گرجا پر رُکا اور یہ گیا کعبے کو پھاند
شیخ کا ٹٹو تو انجن سے بھی بڑھکر تیز ہے

وضع مغرب سے مجھے کچھ بھی تسلی نہ ہوئی
ناز تو بڑھ گئے دولت کی ترقی نہ ہوئی

مسمریزم کے عمل میں وہ ہر اب مشغول ہے
مغرب و مشرق میں اک عامل ہے اک معمول ہے
جسم و جاں کیسے کہ عقلوں میں تغیر ہو چلا
تھا جو مکروہ اب پسندیدہ ہے اور مقبول ہے
مطلعِ انوار مشرق سے ہے غافل بیخبر
مستند پر تو وہ ہے مغرب سے جو منقول ہے
گلشنِ ملت میں پامالی سرافرازی ہے اب
جو خزاں دیدہ ہے برگ اپنی نظر میں پھول ہے
کوئی کہہ کر یہی نہیں پیدا ہو کچھ کیونکر محیط
مجہول ہے پیچیدگی ہے ابتری ہے بھول ہے

حکام پہ بم کے گولے ہیں اور مولویوں پر گالی ہے
کالج نے یہ کیسے سانچوں میں لڑکوں کی طبیعت ڈھالی ہے

[1] صابون [2] غلطی

زبان اکبر کی اس طرز سخن پر ناز کرتی ہے	سمجھن کی دھن میں تردید بت طناز کرتی ہے
معزز کرتی ہے انکی نظر ممتاز کرتی ہے	بس اتنا ہے در الحاد کو بھی باز کرتی ہے
معاشر کم ہیں کیوں جا بسے سمجھے پوچھا یہ	مثال اولیں خود تجھیہ کشف راز کرتی ہے
تدبیر حفظ جان بتقیہ ضرور ہے	اسوقت مومنوں کو تقیہ ضرور ہے
لپیٹ بھی جا۔ نہ رک اکبر غضب کی بیوٹی ہے	نہیں نہیں یہ نہ جا یہ حیا کی ڈیوٹی ہے
جو پوچھا میں نے۔ ہوں کس طرح ہے پی	کہا اس مس نے میرے ساتھ سے پی
چیز وہ ہے بنے یورپ میں	بات وہ ہے جو پانیر میں چھپے
جاڑا آیا اک ایسا جھولا جھولے	قومی عزت کی ہسٹری کو بھولے
جنت کا خیال ہے نہ باغ دل کا	گملوں ہی پہ اب تو رہتے ہیں ہم پھولے
روح پر ورنہ سہی نشہ ذرا تیز تو ہے	نوجوانوں کے لئے ولولہ انگیز تو ہے
نہ سہی معنی قومی فقط الفاظ سہی	چند احباب کا اک شغل دل آویز تو ہے
اب تو اکبر بار ہے ہم پر نماز عید بھی	تم اگر رکھ سکتے ہو روزہ خدا روزی کرے
بنیاد ڈالتے ہیں وہ حکمت کے باغ کی	وہسکی سے ہو رہی ہے صفائی دماغ کی
دربار سلطنت میں ہے کبر و خود پسندی	مذہب میں دیکھتا ہوں جنگ اور گروہ بندی
رندی و عاشقی کا ہے شغل سب سے بہتر	لیمنیڈ ہے اور وہسکی بندہ ہے اور بندی
الفت نہ ہو شیخ کی تو عزت ہی سہی	مرشد نہ بناؤ انکو دعوت ہی سہی
بگڑا ہے جو دل زباں ہی کو روکو	رونا جو نہ آئے غم کی صورت ہی سہی
رفتار ترقی یہ کہیں تلاچ نہ ہو جائے	یہ قربت مصری کہیں کھاج نہ ہو جائے
توحید کی تحریک سے زندہ ہے ترا دل	مغرب کی مگر کوک سے یہ داغ نہ ہو جائے
اذانوں سے سوا امید ارگن کی انجمن کی سیٹی ہے	اسی پر شیخ بیچارے نے چھائی اپنی پٹی ہے
کہاں باقی رہی ہم میں وہ اوراد سحر گاہی	وظیفے کی جگہ یا پانیر یا I.D.T. ہے

پرانی روشنی کا جواب

بے ضرورت نظر آتا ہے تعلی کا یہ فیر
اب تو سب آپکے اپنے ہی ہیں کم رہ گئے غیر
معترض کون ہے جب آپکی نیت ہے بخیر
نہ حرم آپ کو بیگانہ سمجھتا ہے نہ غیر

آپ کو سلطنت گورمنٹ سلامت رکھے
مستفید اس سے ہمیں تا بقیامت رکھے

غربا بھی ہیں مگر قوم کے اجزا اکثر
دور ہے اُنسے خود آرائیِ مغرب کا اثر
غربا ہی سے تعلق میں ہے اُنکو مضر
بحث اُن کی بھی اسی بات پہ ہے ختم مگر

آپکا دل رہِ مغرب کا اگر سالک ہے
کیجئے چین غریبوں کا خدا مالک ہے

آپ بنگلوں میں ہیں مسرور تو پھر ہمکو کیا
آپ عہدوں پہ ہیں مغرور تو پھر ہمکو کیا
آپ مسجد سے ہوئے دور تو پھر ہم کو کیا
چاہئے آپ کو منظور تو پھر ہم کو کیا

ہم ابھرینگے کبھی گو ابھی پستی میں ہیں
آپ دھبوں کی طرح دامنِ ہستی میں ہیں

ہر گھڑی فکر ہے بازاری بھی درباری بھی
اک مصیبت ہے جوانی بھی زمینداری بھی

ہے طریقِ جدید خشک مزاج
گو کہ اسمیں ذرا نفاست ہے
میرے حق میں قدیم چال اچھی
پھر بھی بسکٹ سے شیرمال اچھی

مچھر بدن سے سب کے پیتا ہے خونِ خالص
اُڑنیکی طاقت اسکو فطرت نے کیوں عطا کی
فضلہ اسے نہ سمجھو صاحب یہ پھیں کیوں ہے
یہ نشتر ملا ہم ایذا دہی کیوں ہے

مشرق غربی جھپیٹ میں ہے
کیوں اسکو ہے مولوی پہ ترجیح
کیسہ خالی ہے بکس خالی
دل سینے میں تھا سو پیٹ میں ہے
کیا بات گر یہ پیٹ میں ہے
جو کچھ ہے یہاں پلیٹ میں ہے

کہدو اکبر سے یہی لوگ ہیں اس وقت کے شیخ
آل سید کو بُرا کہہ کے گنہگار نہ ہو

دل ہے پیغام رساں جلتے ہیں خالق کی طرف
ہمکو کیا غم ہے اگر ریل نہ ہو تار نہ ہو

گو تبرک ہے یہ بدلے شیخ ولیکن ہے تقبل
دیکھئے شب کی عبادت کہیں دشوار نہ ہو

شیخ صاحب کی تملق کی نہ قلعی کھل جائے
لاٹ صاحب کا کہیں حشر میں اظہار نہ ہو

مغرب نے سایہ ڈالا ہنوں پر اثر کے ساتھ
ساری کبھی انکی ہو گئی غائب کمر کے ساتھ

ہستی ہی بتری کیا ہے کہ ہو انکا ہم سفر
موجو نکل لے حباب نہ دے تو اُبھر کے ساتھ

احتمالِ فتنہ ہے ہر مجمع و ماتم کیساتھ
گشت کرتی ہے پولس بھی شیخ کی جنت کیساتھ

چھوڑ کر صحن حرم اکبر ہے محو طوف دیر
عزتیں گو اب بھی ہوتی ہیں مگر ذلت کیساتھ

گھر سے جب پڑھ لکھ کے نکلینگی کنواری لڑکیاں
دلکش و آزاد و خوش رو ساختہ پرداختہ

یہ تو کیا معلوم کیا ہو نتیجے عمل کے ہونگی پیش
ہاں نگاہیں ہونگی مائل اسطرف بیساختہ

مغربی تہذیب آگے چل کے جو حالت دکھائے
ایک مدت تک رہینگے نوجوان دلباختہ

اوج قومی سے شرافت کا ہما گر جائے گا
تاکیاں سے پست تر دکھلائے دیگی فاختہ

ڈالدے گا سینۂ غیرت سپر میدان میں
تیغ ابرو ہی نظر آئے گی ہر سو آختہ

کریما ببخشائے بر حال بندہ
کہ ہستم اسیر کمیٹی و چندہ

نئی پرانی روشنی کی مکالمت
نئی روشنی کی تعلی

پھرتے ہیں تذکرہ کالج و اسکول کیساتھ
خیر مقدم ہے ہمارا ڈنڈا اور پھول کے ساتھ

سترعش گو ہے یہ بستر کے کبھی بھول کیساتھ
مستقل چال ہے ہم اپنی ہیں معمول کے ساتھ

عمر گذری ہے اسی بزم کی طراری میں
دوسرا پشت ہے چندے کی طلبگاری میں

کہدیا صاف ہم نے اے مہراج
ماسفیہان کو سے ولد ازیم

ہو مبارک تمھیں یہ کام یہ کاج
یا ڈیپوٹیشن است یا غم میم

باتیں ہرگز خلاف عزت نہ کرو
بدنام کرو نہ وضع انگریزی کو

دم بھر بھی شرارت و بغاوت نہ کرو
پتلون پہن کے ترک طاعت نہ کرو

اُنھیں دہوتی مبارک ہو انھیں تہمد مبارک ہو
مجھے پتلون اور یارونکو مجھسے کد مبارک ہو

قسمت کا نام لیکر اب بھی لگا ہے جائز
لیکن اُسکو بے۔ اے ام۔ اے جو ہو چکا ہو

لڑیں کیوں ہندوؤں سے ہم یہیں کے اُن سے پیٹے ہیں
ہماری بھی دعا یہ ہے کہ گنگا جی کی بڑھتی ہو
مگر ہاں شیخ جی کی پالسی سے ہم نہیں واقف
اسی پر ختم کرتے ہیں کہ جو صاحب کی مرضی ہو

نون تنہا کیوں ہے کیوں میم سے لکھتے ہیں لوگ
آج لٹریری لطیفہ یہ سنا اک دوست سے

مدتوں تک میں نہیں سمجھا تھا اس مضمون کو
میم نے ماہی کے نکلا حضرت ذو النون کو

اُنکی کل کوششیں تھیں پولٹیکل
کمپ کے شیخ کو کہو مرحوم

اِسکو خالق کی حسبت وہ جو نہ کہو
قدس اللہ سرہٗ نہ کہو

ذرہ ذرہ سے لگاوٹ کی ضرورت ہی یہاں
شیخ صاحب یہ مئے سرخ مجھے تو ہی مفید
مے بھی ہوٹل میں پیو چندہ بھی دو مسجد میں
پھیر سکتی نہیں تقوی سے مجھے کوئی صدا
توپ کی طرح چل اس عہد میں گو منھ ہو سیاہ
آپ کی جنبش ابرو سے ہوے شیخ بھی چپ
ابر فکر آپ کا برسا تو بہت اے اکبر

عافیت چاہے تو انسان زمیندار نہ ہو
شغل کچھ آپ بھی فرمائیں جو انکار نہ ہو
شیخ بھی خوش ہیں شیطان بھی بیزار نہ ہو
شرط یہ ہے کہ وہ پازیب کی جھنکار نہ ہو
سرخروئی اب اسی میں ہے کہ تلوار نہ ہو
سچ تو یہ ہے نہ چلے کام جو تلوار نہ ہو
اعتراضات کی احباب میں بوچھار نہ ہو

یہ بنگالی ہیں جو تاہت ہوئے ہیں اسقدر اُتقل
بحمد اللہ کہ عربی پیٹ ہیں میں خوب بچتا ہوں

سے حکومت کی جب یہاں نہ رہی
ہر طرح اب ہے عاجزی ہم میں

حنفی نفی ہیں معطل ہیں
اب ہمارے امام حنبل ہیں
Hummel

آخر اگر ملے جو ہے نام و نمود میں
دوزخ کے داخلہ میں نہیں اُنکو غدر کچھ

کیا حرج زندگی ہو اگر حال زشت میں
ٹولٹو کوئی لگادے جو اُنکا بہشت میں

کرتب دکھائیں ممبری کے کیونکر
بی لیگ سے کہارے کوئی حالت میری

جو پیر ضعیف قوم مفتوحہ ہیں
کیوں مجھسے خفا جناب ممدوحہ ہیں

مدنظر ہے اُنکو مری صحت کا خیال
خود چلکھ رہے ہیں اور مجھے دیتے ہیں یہ حکم
Sinnot & Cliptilous
ورچوئش دیکھتے ہیں وہ نہ سنر دیکھتے ہیں

افسوس ہے یہی کہ حریص و خسیس ہیں
ایمان لائیے کہ یہ لڈو نفیس ہیں
فرنچر دیکھتے ہیں اور ڈنر دیکھتے ہیں

حریفوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جاکے تھانے میں
الو کھے ہیں مشاغل حضرت اکبر کی ان روز و
مریدوں نکلے تو شہر و بنگلیں اڑے پھرتے ہیں موٹر پر

کہ اکبر ذکر کرتا ہے خدا کا اس زمانے میں
آلم تر کیف - بیٹھے پڑھ رہے ہیں فیلخانے میں
نظر آتے ہیں لیکن شیخ جی اب تک میلانے میں

دو ٹونکے خواستگار ونمیں شیخ جی گھرے ہیں
لینا تھا کام جنسے وہ مسخ ہوگئے ہیں

بارہ برس پر آخر گھورے کے دن پھرے ہیں
جو عزم تھے ہمارے وہ فسخ ہوگئے ہیں

میں یہ کہتا ہوں مجھے اچھا کرو احسان ہو
میں یہ کہتا ہوں مجھے بندہ بنالو اپنا تم

وہ یہ کہتے ہیں کہ مرجاؤ تو کیا نقصان ہو
وہ یہ کہتے ہیں یہ اُس سے کہئیے جو شیطان ہے

ملتے ہی جانتے ہیں ناداں جب اُسکے قول کو
ہے یہی بہتر کہ واپس لیجئے لاحول کو

ہر آرزوے دلی کی تم ٹچ نہ کرو
سینے پہ بتو نکے دسترس مشکل ہے

لالچ میں بہت ضرر ہے لالچ نہ کرو
Touch point
پوائنٹ یہ سخت ہے اسے ٹچ نہ کرو

بابو کہنے لگے بجٹ پہ لڑو
ملک کو دیکھو اپنے حق پہ اڑو

ملہ نیکوکار ملہ فاسق - گنہگار

بتوں نے وہ ترقی کی جمال روح پرور میں
کہ پھر انکو جگہ دی قوم نے اللہ کے گھر میں
یہ معنی ہیں کہ پھر سب دل سے عاشق ہو گئے ان کے
مزا ہر شے میں اب وہ ہے جو تھا اللہ اکبر میں

شیخ پر گو کہ رشک آتا ہے
اونٹ کے سو لغات جانتے ہیں
ہیں مگر اونٹ پر ہمیں فائق
کام کی ہم یہ بات جانتے ہیں

بنے بندر سے ہم انسان ترقی اسکو کہتے ہیں
ترقی پر بھی نیٹو بدنصیبی اسکو کہتے ہیں

یہ نہ پوچھو مجھسے یہ کیوں ہے اور ایسا کیوں نہیں
شیخ یہ سوچو تمہارے پاس پیسہ کیوں نہیں

سامنے کوچ پر جو لیٹی ہیں
کین صاحب کی پیاری بیٹی ہیں

ہوں علالت سے میں بتجویز علاج
روزہ میرا قضا ہوا ہے آج

حکم دیتا ہے مجھکو اس کا دین
اس لئے کی ہے دعوت مس کین

ہماری محفلیں اب بھی لطیف اجزا سے مملو ہیں
ترا خش تھے قبل لیکے اب اسپنسر کے تو ہیں

نیست کس مصروف کار دین و قلب مطمئن
یک فنائی اللہ نیست یک فنائی الڈارون

جب کہا میں نے خدا سے آپ ڈرتے کیوں نہیں
وہ بگڑ کر بول اٹھے آپ مرتے کیوں نہیں
جب یہ حالت ہے طبائع کی تو کیوں کہتے ہیں لوگ
اکبر اٹھتے کیوں نہیں واعظ ابھرتے کیوں نہیں

نہ لیسنس ہتھیار کا ہے نہ زور
کہ ترکی کے دشمن سے جا کر لڑیں
تہ دل سے ہم کوستے ہیں مگر
کہ اٹلی کی توپوں میں کیڑے پڑیں

حکومت سے مسجد وشی ہے جاہل
لکھو بحث ترقی کو نظر میں
غنیمت ہے شب فرقت کی فرصت
رسالہ لکھو تحقیق کمر میں

بے نقاب نکلیں ہیں وہ اور سن ہیں شرماتے نہیں
یہ غنیمت ہے کوئی لٹکے تو گرماتے نہیں

انکے حسن اپنی ضرورت ہم نظر کرتے ہیں
گو خوشامد ہے بری چیز مگر کرتے ہیں

نہ دل لیتا ہوں بہ قسمت ہر نوعیں ہی پری لیکر پلٹا ہوں
مذاق جلسے کو چھوڑ کر دونوں سے بچا ہوں
دل نگیں ہیں یہاں لیلا رجانیکی ضرورت کیا
اکیلا بیٹھ کر لیلا کی صورت خود ہی جپتا ہوں

سنے شیخ انکو کفر سے پاکے قریں یہی کہتی تھی گوہر زہرہ جبیں
یہ موئے تو صریح ہیں دشمن دیں۔ ارے انکا تو کوئی خدا ہی نہیں

نئی سڑکوں پہ چلتے ٹہلینگے بہت۔ بڑے لوگوں کے منہ کو تکینگے بہت
یہ کمیٹو میں تو بکینگے بہت۔ وہ سجدے میں شوق دعا ہی نہیں

سنا کے مصرع یہ شیخ صاحب بہت زیادہ ہنسا سکے ہیں
ہماری گردن وہ کیوں نہ ماریں جو ناک اپنی کٹا چکے ہیں

شیخ تثلیث کی تردید تو کرتے ہی نہیں کچھ
گھر میں بیٹھے ہوئے واثبتین پڑھا کرتے ہیں

تنہائی و طاعت کا یہ دور ہے اب دشمن
پیڑوں پہ نہ وہ طائر صحرا پہ نہ وہ جوبن
جنگل کے جو تھے سائیں وہ ریل کی ہیں بائیں
املی کی جگہ سگنل قمری کی جگہ انجن
اسلام کی رونق کا کیا حال کہیں تمسے
کونسل میں بہت سید مسجد میں فقط جمن

جور فلک کا ماجرا آپ سے کیا بیاں کریں
تفرقہ دیکھئے ذرا ہمپہ یہ ہیں عجیب دن
عقل سپرد ماسٹر۔ مال سپرد آنجناب
جان سپرد ڈاکٹر روح سپرد ڈارون

پڑے گنگناتے تھے لالہ نرنجن
نہ آنکھوں میں انجن نہ دانتوں میں منجن
چھٹے ہم سے بالکل وہ اگلے طریقے
کہاں کھینچ لیجائیگا ہمکو انجن

دیں سے دور ہیں سمجھے پھرے جاتے ہیں
پھر بھی اُس بُت کی نگاہوں سے گھرے جاتے ہیں
[illegible] دیکھے [illegible] ہیں لیکن
آپ شہتیر نہیں ہیں کہ چرے جاتے ہیں
[illegible] خبر انکو [illegible] جو [illegible] ہیں
کہ بتوں کی بھی نظر سے وہ گرے جاتے ہیں

[illegible]
کہا کسی نے یہ مسکرا کر بڑے میاں تو بڑے غضب ہیں
[illegible]
ضعیف و خستہ خراب و رسوا یہ میہمان دو چار شب ہیں

[illegible]
گو آپ نے بہت کہا۔ کہا کچھ بھی نہیں
[illegible]
شیخ کا یہ طعن کے سوا کچھ بھی نہیں

کریما بہ بخشائے بر حال قوم
صلوٰۃ است رائج در ایشان نہ صوم

مرے شکوے سے کیوں بھرتے ہیں وہ اخبار کے کالم
کوئی یہ شیخ سے کہدے کہ سنئے قبلۂ عالم

جدھر صاحب اُدھر دولت جدھر دولت اُدھر چندہ
جدھر چندہ اُدھر آنر جدھر آنر اُدھر بندہ

رہ گیا دل ہی میں شوقِ سایۂ الطاف خاص
مجھکو آنے کی اجازت دی نہیں ڈنر روم میں
کھا نہ نکلے کمرے سے رخصت کر دیا بعد از ڈنر
تھیں فقط چھریاں ہی اور کانٹے مرے مقسوم میں

مغربی ڈھول کا سر میں پہونچتا تھا اثر
اسقدر بات بہت خوب تھی عمامے میں

اُبھرے ہیں عیب انکے اور خوبیاں بھی ہیں
بیدین اگر نہیں ہیں تو شیخ جی غبی ہیں
اپنوں کو بد بنایا ہندو کو حسب بنایا
بُت کو خدا بنایا کیا خوب قرطبی ہیں
اپنی ہوس کے آگے ملت کو چھوڑ بھاگے
اور کہدیا کہ ہم تو اس عہد کے نبی ہیں

حرم میں مسلمہ کے رات انگلش لیڈیاں آئیں
پئے تکریم مہماں بن سنور کے بیبیاں آئیں
طریقِ مغربی سے ٹیبل آیا کرسیاں آئیں
دلوں میں ولولے اُٹھے ہوس میں گرمیاں آئیں

اُمنگیں شیخ میں ہیں شوقِ آزادی کا بلوا ہے
کھلینگے گل تو دیکھوگے ابھی کلیوں کا جلوا ہے

مجھے سنا کے یہ کہتا تھا ایک طفل فہیم
یہ سچ ہے ہم میں وفا و ادب کی بو بھی نہیں
سبب ہے اسکا مگر صرف ضعفِ ملت و دیں
جناب قبلہ و کعبہ میں خود ہی دیر نشیں

کسی میں دم ہی نہیں ہے تو دم بھریں کس کا
بزرگ ہی نہیں باقی ادب کریں کس کا

دین و تقویٰ سے بہت دور ہوا جاتا ہوں
بادۂ عیش سے مخمور ہوا جاتا ہوں
میری گردن پہ ہیں شیطان کے احسان بہت
ترک لاحول پہ مجبور ہوا جاتا ہوں

جسے موقع ملا وہ جا بسا بستی سے جنگل میں
مزا دیتی ہے تمہری الفتِ قومی کی [illegible]

شیخ جی دیر میں بیٹھے ہوئے گاتے تھے بھجن
نگراں سب برہمن تھے بشوقِ [illegible]

میں نے ٹوکا تو لگے کہنے مناسب نہیں کد
ہر کسے مصلحتِ خویش نکو می داند

بہت روئے وہ جنہیں سمجھے ہیں حکمت انکو کہتے ہیں
میں سمجھا خیر خواہ انکو حماقت اسکو کہتے ہیں

میں ہوا رخصت اُسنے بلے اکبر
وصل کے بعد تھینک یو کہکر

پاے ورتیاون دول در پیشو از
چند روزے باہمیں حالت بساز

کرلیا بی اے نے انکی انٹرنس اس سال پاس
والدہ صاحب تو ہیں خاموش لیکن خوش ہیں ساس

لاٹھی شباں اُٹھاے اگر ذیب کے خلاف
ہے ظلم اسکو کہئے جو تہذیب کے خلاف

موج نصیحت اکطرف دل کی روانی اکطرف
کل تیخیورہ اکطرف میری جوانی اکطرف

فقط بسکٹ ہی کھاتا ہوں بلا چاے
نئی ملت کا ہوں میں زاہد خشک

انجن کو ہیہ آگ ہو مبارک
دہلی کو سہاگ ہو مبارک
انگریز کو بھاگ ہو مبارک
قومی ہمیں راگ ہو مبارک

کمیٹی میں جتنے ہیں ارکان لیگ
مگر اُنسے ہے مجھکو تخصیص خاص
بفضل خدا سب ہیں میرے کلیگ
کہ ہے نام کیساتھ جنکے علیگ

بنگلہ دیکھو تو صرف واحد حاضر
اسپر یہ غضب کہ جمع غائب بالکل

بدلی کے سبب سے چاند آیا نہ نظر
سائنس نے کرلیا تھا منظور انتیس
بیٹھے رمضان کے نمازی ہیں ملول
نیچر نے کہا کہ تو ہی تیس وصول

ہیٹ ہی کو کرلیا جب قوم کے سر نے قبول
دخل انگریزی پہ اُردو کی شکایت ہی فضول

ختنہ قائم ہے مگر وہ مذہبی تعلیم گم
حسرت عشاق بازار جہانمیں کچھ نہ پوچھ
شہر دل کیواسطے اب ان تنوں سے کیا لٹیں
شہر ابراہیم باقی - دین ابراہیم گم
زر مہیا زر ندارد مس کی کثرت سیم گم
کر چکے ہیں بھائی صاحب ہمتو ہفت اقلیم گم

وہ مٹانے میں بھی تب تانے ہیں
کہتے ہیں مان جاؤ منسارام

دانم کہ سادگی و خاموشی استادلی
سوداے گفت در سر وضع صلیب در بر
لقانید دہر لیکن بربودہ است ہوشم
دانم چرا نگویم دارم چرا نپوشم

شیعہ من بے عیطا ؤ سُنیم سے مرکز ست
مے رو م سوئے کلیسا طالبم دخت رزست

اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزور تیغ
یہ بھی کہینگے پھیلی خدائی بزورِ موت

پہلے ہم لوگ یہہ سمجھتے تھے
ہر چہ از باپ میرسد نیکوست

ہو گئی اب خیال کی اصلاح
ہر چہ از آپ میرسد نیکوست

بہ دینِ نیچری بستیم اُمید
ترقی را چو آمادہ بر آمد

دلے از تجربہ ثابت شدہ ہیچ
چو قوم برداشتم مادہ بر آمد

مارا فلک نشاندہ بہ پہلوے آں صنم
مدہوش لذتیم ندانم دگر چہ کرد

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زیانیز
کرزن چہ گفت و ملِ چہ شنید و ملہ چہ کرد

رفت دنبال ڈارون آں شوخ
بوزنہ ماند و آدمی گم شد

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

با نیچری شدیم و نداریم آگہی
یا دیگراں نوشتہ کلکِ قضا چہ کرد

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز جبرئیل
احمد چہ گفت و او چہ شنید و خدا چہ کرد

ہنیٹ رانہ بر سرِ من جاے و ستا بیاے عزیز
مرد تا مسٹر تواند شد چرا قبلہ شود

خدا کا گھر نہ رکھا دلکو بنگلو میں ملیں ہی کر
گھلایا عرش کو اس قوم نے کرسی نشیں ہو کر

عہد انگلش میں ہے ہر چیز کے اندر تمیز
کیا تعجب ہے جو نکلا ہے ہیمبر تمیز

بے پاس کے تو ساس کی بھی اب نہیں ہے آس
موقوف شادیاں بھی ہیں اب امتحان پر

مصارفِ مئے لندن نہ ہو سکے برداشت
غرض کہ یاروں میں افیون ہی کھلی آخر

شیخ نے عشقِ بتاں کے وہ طریقے سوچے
کہ ہوے دیر میں بھی اب تو حضرت مشہور

مشرق سے تجھے اگر ہوئی ہے نفرت
للہ اکبر نمازِ مغرب تو نہ چھوڑ

شیخ صاحب کا نکل سکتا ہے مطلب کیونکر
نظر آسکتی ہے اب رونقِ مذہب کیونکر

کارِ دنیا سے فراغت ہی عزیزوں کو نہیں
پھر کہیں اُن سے الی ربک فارغب کیونکر

بیتاب ہو کے آخر یہ شیخ نے پکارا ۔ دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدا را

دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

گم ہیں مری نظر سے وہ ساحلِ دل آویز ۔ ناکامیوں کی موجیں بہنے لگیں بہت تیز

اسٹیمر اپنی ہم کو دیتے نہیں یہ انگریز ۔ کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز

باشد کہ باز بینیم آں یار آشنا را

مشرق کے حق میں مہلک مغرب سے ہے یہ پیوند ۔ بدنامیوں سے بچ تو لے مصلح ہنرمند

مصلح یہ بولا اکبر کی سعی میں نے ہرچند ۔ در کوئے نیکنامی مارا گذر نہ دادند

گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

خوش چشم آہوؤں کی صحرا میں اچھل کود ۔ موسم بھی روح پرور ساقی بھی حسب مقصود

فطرت کا حکم نافذ تقویٰ کی فکر بے سود ۔ حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ مے آلود

اے شیخ پاکدامن معذور دار مارا

فہمیدن معانی ہر طبع کے تواند ۔ لذت بیابد آں دل کو سازہا بداند

موجے بسینہ خیزد در شوق غرق ماند ۔ گر مطرب حریفاں ایں نظم من بخواند

در وجد و حالت آرد پیران پارسا را

یہ صندوقِ کتب بھاری ہی بار اٹھ نہیں سکتا ۔ یہ ہے مذہب تو مجھ سے بار مذہب اٹھ نہیں سکتا

ہوا ایسی چلی جگہ اللہ نے مغربی مشینوں کو ۔ زمیں سے غمزۂ انجینری اب اٹھ نہیں سکتا

مشرق یہ ہے گو کہ ضعف پیری غالب ۔ ہر چند کہ ہے غم اسیری غالب

مستی اکبر کی رقص مس سے نہ رکی

چھوٹی ہے یہ نہ ہو سکی بھنبھیری غالب

اکثر اسی ہوس میں بنے ہیں کلوخ کمپ ۔ اُسکے خوشا نصیب جسے ہو رسوخ کمپ

ہے شیخ شہر سگنے مردوں کے واسطے ۔ زندوں کو لے مرینگے ہمارے شیوخ کمپ

کچھ ایسی دلفریبی ہوتی ہے اشعار اکبر میں
کہ شورِ مرحبا ہر گوشۂ محفل سے اٹھتا ہے

ظرافت

پڑھ کے انگریزی میں دانا ہو گیا	علم کا مطلب ہی کمانا ہو گیا
چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا	شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ	کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا
شاعرانہ داد اچھی دی یہ مجھکو چرخ نے	تیغ ابرو کا تھا عاشق۔ خان بہادر کردیا
لیلیٰ نے سایہ پہنا مجنوں نے کوٹ پہنا	ٹوکا جو میں نے بولے بس بس خموش رہنا
حسن و جنوں بدستور اپنی جگہہ ہیں لیکن	ہے لطف بحر ہستی فیشن کیساتھ بہنا
کہتے ہیں شاعری یہ تری بے اصول ہے	کہتا ہوں صاف میں تو نہیں تجھکو مانتا
میں نے کہا کہ آپ کی کرتا جو پیروی	تو آپ کے سوا کوئی مجھکو نہ جانتا
بی۔ اے کی کمال کامیابی ہے یہی۔	سروس کے لگاؤ سے معزز بننا
بہتر ہے یہی اے دل کہہ لیتَ نہ تو لولاَ	دنیا کے حوادث پر واللہ سکوت اولیٰ
شایق تحقیق کے یہہ مضمون سن لیں	انسان کی شکل جیسے ممنون بنا
پاجامہ بھی یونہیں ارتقا سے بدلا	سمٹا ابھرا غرضکہ پتلون بنا
حکم انگلش کا ملک ہندو کا	اب خدا ہی ہے بھائی صلّو کا
بوزنے کو ارتقا نے کردیا انسان تو کیا	انقلاب حرف نے مولی کو ولیم کردیا
ناواقف وزن شعر مجھکو جو کہے	اسکے آگے ضرور ہے چپ رہنا
بلبل کو بھی بے سر اوہ کہدے کا کبھی	ایسے سنجیدہ شخص کا کیا کہنا
مغرب کی لعبتوں نے اسٹیج کو سنوارا	بجنے لگا پیانو چپ ہو گیا چکارا

اپنی اسکولی بہو پرناز ہے اُنکو بہت
اپنی دُھن میں آبرو کی کچھ نہیں پروا اُنہیں

کمپ میں ناچے کسی دن اُنکی پوتی تو سہی
نذر معجون ترقی ہو یہ ہوتی تو سہی

فسادا اُٹھتا ہے فتنہ آپکی محفل سے اُٹھتا ہے
ہمارے شعلۂ غم کا یقیں تمکو نہیں آتا
اُٹھانا بار الزام ستم اکا شاق ہے سب پر
سخن [illegible] نشیں ہے جوش خاطر سے جو پیدا ہو
الٰہی فرقتِ محبوب میں کیونکر بسر ہوگی
سو [illegible] بیٹھا ہوں تو اُٹھ جانیکا ایما ہے
نزاکت [illegible] ہے اُنکا جوڑا اسقدر بھاری

عدو پہلو میں ہو لیکن تو وہ مشکل سے اُٹھتا ہے
تمھیں کیونکر دکھائیں دل میں جھتا دل سے اُٹھتا ہے
یہ آسانی مگر یہ بار اُس قاتل سے اُٹھتا ہے
کہ دلمیں بیٹھ جاتا ہے وہی جو دل سے اُٹھتا ہے
نہ دل اُٹھتا ہے اُلفت سے نہ صدمہ دل سے اُٹھتا ہے
بٹھایا جاتا ہے پھر جو تری محفل سے اُٹھتا ہے
دوپٹہ ہے مصیبت پائچہ مشکل سے اُٹھتا ہے

بتِ زہرہ جبیں نے پھیر دی چھیڑی ہے لے اکبر
نوازِ صبح کو اسوقت تو محفل سے اُٹھتا ہے

عجب [illegible] سے اُٹھتا ہے
[illegible] نسبت کا
[illegible]

سنبھلتا ہی نہیں ہم اس قدم مشکل سے اُٹھتا ہے
مدد یا رب قدم اب صبر کی منزل سے اُٹھتا ہے
[illegible] اِک شعلہ یاد رفتگاں میں دل سے اُٹھتا ہے
خوشی کیا [illegible] لیکن یہ نقطہ غافل سے اُٹھتا ہے
مرا اُسکا ہاتھ کب اِس سعی لاحاصل سے اُٹھتا ہے
وہ آسانی سے کیا دوڑیگا جو مشکل سے اُٹھتا ہے
[illegible] اُٹھانا آپ وہ مشکل سے اُٹھتا ہے
[illegible] ہو تب دھواں منزل سے اُٹھتا ہے
[illegible] لب ساحل سے اُٹھتا ہے
[illegible] محمل سے اُٹھتا ہے

سند مجھکو ملی تو جل گئے واعظ لگے کہنے
خری کی ہو گئی تکمیل باقی صرف لڈ لاہے

کسی محفل میں تم اکبر اگر چمکے تو کیا چمکے
سند جب ہے کہ اُبھرے ذکر حق نام خدا چمکے

یہ جگنو بھی نئی ہی روشنی سے ملتے جلتے ہیں
اندھیرا ہی رہا جنگل میں گو یہ جا بجا چمکے

رنگ شراب سے مری نیت بدل گئی
واعظ کی بات رہ گئی ساقی کی چل گئی

طیار تھے نماز پہ ہم سُن کے ذکر حور
جلوہ بتوں کا دیکھ کے نیت بدل گئی

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نکل گئی

چمکا ترا جمال جو محفل میں وقت شام
پروانہ بیقرار ہوا شمع جل گئی

عقبیٰ کی باز پرس کا جاتا رہا خیال
دنیا کی لذتوں میں طبیعت بہل گئی

حسرت بہت ترقی دختر کی تھی انہیں
پردہ جو اُٹھ گیا تو وہ آخر نکل گئی

کامیابی خارج از ملت سے ناکامی بھلی
لطف دشمن ہی سے شہرت ہو تو گمنامی بھلی

بے وفا سمجھیں نہیں اہل حرم اس سے بچو
دیر والے کج ادا کہہ دیں یہ بدنامی بھلی

چشم غفلت کی ہے دنیاوی نتائج پر نظر
دیدۂ تحقیق ہو وہی خوش انجامی بھلی

پختہ ہو کر اپنی تناخ وبن سے ہوتا ہے جدا
اے ثمر چشم محبت میں تری خامی بھلی

میدان عمل لیگ کا محدود ہے بیشک
ہاں رقعۂ مجلس کی کوئی ناپ نہیں ہے

ہے کام یہی کام جو پڑھتے وطن کا نام
جز موت کہیں اسمیں فلی اسٹاپ نہیں ہے

یہ دنیا رنج و راحت کا غلط اندازہ کرتی ہے
خدا ہی خوب واقف ہے کہ کس پر کیا گذرتی ہے

نئے عنصر نہیں آتے چمن میں گل کھلانے کو
یہی ذرے اُبھرتے ہیں یہی مٹی سنورتی ہے

وہ وہ ذرے بلا اذن خدا اٹھ ہی نہیں سکتے
کہ جنکے میل سے سائنس کی قوت اُبھرتی ہے

جو ہیں اہل بصیرت اکثر آنکھیں بند رکھتے ہیں
نظر اچھے دلوں کو بھی کبھی بدنام کرتی ہے

زبانیں مختلف بھی ہوں اگر دوحق پرستوں کی
سمجھ جاتی ہے نیت کی خوبی کام کرتی ہے

آج وہ ہنستے ہیں میرے جبہ و دستار پر
ایک دن انکو تلک سندھو لے دھوتی تھی

مجھے اک بوسہ دینے میں بھی وہ مس بخل کرتی ہے
یہاں حدِ سماعت کو نہیں کچھ دخل اے صاحب
خدا ہی کو فقط حاصل ہے حقِ دلبری اکبر
جو گذرو گے اُدھر سے میرا اجڑا گاؤں دیکھو گے
خیالِ آخرت کا جس نہیں جسکی طبیعت میں

نصیب چھپے نہیں میرے لئے حاتم بھی ممسک ہے
یہ مانا آپ تائب ہیں مگر اللہ مالک ہے
دیا دل جسنے دنیا کو حقیقت میں وہ مشرک ہے
شکستہ ایک مسجد ہے نعل ہیں گورا بارک ہے
اُسے کیوں منطقی دنیا میں کہتے ہیں مدرک ہے

فطرتی سلسلے میں لطف بھی ہے قہر بھی ہے
اسی میدان میں ہوا تشنہ لبی سے میں ہلاک
کیمپ ہی میں نظر آتی ہے اُنھیں قوتِ قوم

خوانِ الوان پہ یہاں شہد بھی ہے زہر بھی ہے
اسی میدان کے آغوش میں اک نہر بھی ہے
ورنہ بسنے کو تو دیہات بھی ہے شہر بھی ہے

زخمی ہوا تھا دل لیا سینے میں کھٹک رات نہ تھی
اب تشنہ دنا کا وقت نہیں اب عمر نہیں امیدوں کی
تفریح وسفر کا شوق نہیں دہلی ہے نہ اب کلکتہ ہے

پہلے بھی ہوئے تھے کچھ صدمے روئے تھے مگر یہ بات نہ تھی
دنیا سے لگاوٹ کیا میں کروں قوت ہی نہیں امید نہیں
عشرت کیلئے کافی ہے دعا ہاشم کا خیال البتہ ہے

آپ سے بیحد محبت ہے مجھے
شاعری میرے لئے آساں نہیں
زور بندی ہے نصیبِ دیگراں

آپ کیوں چپ ہیں یہ حیرت ہے مجھے
جھوٹ سے واللہ نفرت ہے مجھے
شاعری کی صرف قوت ہے مجھے

نغمۂ یورپ سے میں واقف نہیں
دیدیا میں نے بلا شرط اُن کو دل
برہمن سے میں نے کر لی دوستی

دیس ہی کی یاد ہے بس گت مجھے
مل رہیگی کچھ نہ کچھ قیمت مجھے
بت بھی اب کہنے لگے حضرت مجھے

قبل از غرور و ناز حکومت کی فکر کر
میں نے جو دل کو پیش کیا اُسکے سامنے
پنڈت کو بھی سلام ہے اور مولوی کو بھی

فرعونیت کے واسطے سامان چاہئے
کہنے لگا وہ شوخ مجھے جان چاہئے
مذہب نہ چاہئے مجھے ایمان چاہئے

نہیں دشوار کچھ صحت پہ اسکی شرط پدنا ہے

جو دنیادار ہے وہ قاعدے کی رو سے ادنی ہے

خموشی سے طریقِ راست پر قایم رہا اے اکبر
نہ جا گفت و شنودِ دہر پر خلقت آپ بکتی ہے

نہیں سائنس واقف کارِ دیں سے
مشینوں نے کیا نیکوں کو رخصت
بساطِ حلقۂ میونسپل دیکھ

خدا باہر ہے حدِّ دوربیں سے
کبوتر اڑ گئے انجن کی پیں سے
تجھے کیا کام ہے جاپان و چیں سے

مہوشوں کی مہربانی ہو چکی
عاقبت کا اب خیال آنے لگا
قوم کی مسجد میں کیجے جھاڑ پھونک
آج ختم کرتے ہو ذکرِ انحطاط

چار دن کی چاندنی تھی ہو چکی
شورشِ عہدِ جوانی ہو چکی
اسپتالوں میں وہ اچھی ہو چکی
مدتیں گذریں کہ دہلی ہو چکی

بجز عمل کوئی راہ اب اے خدا نہیں ہے
تعلیم و تربیت کا ہے اختلاف ہر جا
ہر سر میں ہے یہ سودا انجم پرانگو ہیں
اونچے بہک رہے ہیں نیچے دبک رہے ہیں
جسکو بقا نہیں ہے وہ دلکشا نہیں ہے
اے وہ کہ بیکسوں کو آتی ہے یاد تیری

میں کچھ سند نہیں ہوں ہم کا پتا نہیں ہے
جو کورس ایک کا ہے وہ اور کا نہیں ہے
وہ کون ہے جو واعظ بنکر اٹھا نہیں ہے
ہے پیٹ ہی کا سودا دل کا پتا نہیں ہے
جسکو فنا نہیں ہے اُس کا پتا نہیں ہے
میرا بھی کچھ سہارا تیرے سوا نہیں ہے

نہیں ہے علم انھیں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے
فقط اک ہستیِ اعلیٰ کا پرتو دل میں پڑتا ہے

یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے
جو کچھ اسکے سوا ہے وہم کی ہستی کا جھگڑا ہے

مسرت ہوئی ہنس لئے دو گھڑی
اسی طور سے کٹ گیا روزِ زیست

مصیبت پڑی رو کے چپ ہو رہے
سلایا شبِ گور نے سو رہے

رتی ما شا سے ہم سیر پائیں کیوں خیر الامم پہلے
جماعت اور صف بندی کا ایما بعد کو ہوگا

ہمیں دلمیں کریں انصاف تم پہلے کہ ہم پہلے
عزیزوں سے کہو مسجد میں تو رکھیں قدم پہلے

نہ وہ بتکدے کہیں رہ گئے نہ وہ دلبری کو صنم رہے
نہ وہ دن رہے نہ وہ ہم رہے نہ وہ دل رہا نہ وہ غم رہے
اب انھیں کے کوچہ کی دھوم ہے نہیں کرتا ذکر ارم کوئی
انھیں ضد بھی تھی اسی بات کی کہ نہ ذکرِ باغِ ارم رہے
مری رندیوں کا ہے خاتمہ۔ نہ وہ مستیاں نہ وہ ولولے
نہ مئے کہن کا رہا نشاں۔ نہ طریقِ محفلِ جم رہے
مجھے کیا امید فروغ کی کہ بتوں کی تو ہے یہی خوشی
نہ یہ دل رہے نہ زباں رہے نہ خدا رہے نہ حرم رہے

کہاں وہ اب لطف باہمی ہے محبتوں میں بہت کمی ہے
مری وفا میں ہے کیا تزلزل مری اطاعت میں کیا کمی ہے
وہی ہے فضل خدا سے اب تک ترقیِ کارِ حسن و الفت
عجیب جلوے ہیں ہوش دشمن کہ وہم کی بھی قدم رسی ہے
نہ کوئی تکریم باہمی ہے نہ پیار باقی ہے اب دلوں میں
کہاں کے مسلم کہاں کے ہندو بھلائی ہیں سب اگلی رسمیں
نظر مری اور ہی طرف ہے ہزار رنگ زمانہ بدلے
اگرچہ میں رند محترم ہوں مگر اسے شیخ سے نہ پوچھو

چلی ہے کیسی ہوا الٰہی کہ ہر طبیعت میں برہمی ہے
یہ کیوں نگاہیں پھری ہیں مجھ سے مزاج میں کیوں یہ برہمی ہے
نہ وہ ہیں مشق ستم میں قاصر نہ خون دل کی یہاں کمی ہے
عجیب منظر ہیں حیرت افزا نظر جہاں تھی وہیں جمی ہے
یہ صرف تحریر میں ڈیر سر ہے یا جناب مکرمی ہے
عقیدے سب کے ہیں اپنے اپنے نہ گیارھویں ہے نہ اشٹمی ہے
ہزار باتیں بنائے ناصح جمی ہے دل میں جو کچھ جمی ہے
کہ ان کے آگے تو اس زمانے میں ساری دنیا جہنمی ہے

جلوۂ دہر اپنا تماشا کرے
تجربہ اور جانچ ضروری سمجھ
اردو پہ یہ خدمت بر گڈہے یار

فلسفہ الفاظ تراشا کرے
لاکھ کوئی کلا و حاشا کرے
خراب اس کام کو بھاشا کرے

ہوس میری بصد حسرت بتوں کے منہ کو تکتی ہے
نہیں معلوم اب کیوں کافری مجھ سے کھٹکتی ہے

غربت میں عمر گذری نام و نشاں نہ پوچھو
نقشے بھی ذہن میں اب باقی نہیں وطن کے

زخموں سے چور ہیں ہم اسکا خیال کسکو
تیرِ جفا ہیں ہر طرف بس نیمچے ہی بانکپن کے

تھی نکہت تیری اے بادِ صبح گاہی
تجھکو کیا معطر کلیوں نے پھول بن کے

مغرب کا وعظ ادھر بھی اے پیرِ ملت لو
اس شہر میں بھی مردے محتاج ہیں کفن کے

آہ جو دل سے نکالی جائے گی
کیا سمجھتے ہو کہ خالی جائے گی

یاد اُن کی ہے بہت عزلت پسند
آہ بھی دل سے نکالی جائے گی

نزع کہتی ہے کہ روٹھی تجھسے جان
حشر کہتا ہے منالی جائے گی

اس نزاکت پر یہ شمشیرِ جفا
آپ سے کیونکر سنبھالی جائے گی

بے تکلف چاہیے سوز و گداز
شمع کیوں سانچے میں ڈھالی جائے گی

کیا غمِ دنیا کا ڈر مجھ رند کو
اور اک بوتل چڑھالی جائے گی

زندگی کی کل ہے پیچیدہ تو خیر
سانس لے لیکر چلالی جائے گی

شیخ کی دعوت میں مے کا کام کیا
احتیاطاً کچھ منگالی جائے گی

یادِ ابرو میں ہے اکبرؔ محو کیوں
کب تری یہ کج خیالی جائے گی

پاسِ خاطر تھا اگر تو رنج کیوں ہمکو دئے
اب عبث ہے اسکی پرسش دل بھر آیا رو دئے

بوسۂ رخ کی طلب تیرِ مژہ سے رک گئی
اُس نے شوخی سے رہِ گلچیں میں کانٹے بو دئے

مری رسائی ہے دیر میں بھی حرم میں بھی میری منزلت ہے
بتوں سے بھی ربط کی ہے توقع خدا سے اُمیدِ مغفرت ہے

جھکا ہے سر اپنا پائے بت پر زباں پہ ہے گلا جفا کا
مرے عمل میں ہے طرزِ سید غزل میں اندازِ لاجپت ہے

وصل نے کب مجھے سلایا ہے
ہجر ہی نے سدا رُلایا ہے

میں نے کب کی نگاہ گل کیطرف
تمنے کیوں مجھسے منہ پھُلایا ہے

کیا خوشی ہو جو کوئی آکے کہے
کہ اُنھوں نے تمھیں بلایا ہے

ایک دن چشم کرم بھی ہو ادھر اے قاتل
ظلم کے ساتھ کبھی بندہ نوازی بھی سہی

آرزو دنیا میں کب نکلی اولوالابصار کی
چشم موسیٰ کو بھی حسرت رہ گئی دیدار کی

سوز جاں ہوتی ہے جنبش ابروئے خمدار کی
آگ کر دیتی ہے دلکو آب اس تلوار کی

ہے گرانی قلب پر اوہام کے انبار کی
حاجت اِس خرمن کو ہے برقِ نگاہ یار کی

دھوم ہے زیر فلک حسن و جمال یار کی
ذرے ذرے سے عیاں ہے آرزو دیدار کی

دست گلچیں پھر رہا ہے شاخ گل پر بیدریغ
کون سنتا ہے چمن میں عندلیب زار کی

اُلفت اُنکی نرگس فتّاں کی ہے۔ آرام سوز
نیند اُڑا دیتی ہے یاد اُس فتنۂ بیدار کی

دستِ گلچیں کے لئے فطرت میں ہیں یہ کاوشیں
چشم بلبل کے لئے زحمت نہیں ہے خار کی

وہ ادا اسوقت تمنے کی کہ دل تڑپا دیا
اب نہ کہئے محل کیا تھی ضرورت پیار کی

خوش ہیں دنیا جانتی ہے یہ بھی تو نہیں ہونگے خوش
خلق و عالم کو خبر کیا میرے حالِ زار کی

سر جھکا کر یاد کر لیتا ہوں اپنی موت کو
حاضری ہو جاتی ہے اللہ کے دربار کی

غیر سے ترکیب کیا جانے بھلا آداب عشق
کیجئے گا آپ اک دن قدر میرے پیار کی

ہے زلیخا کا ساگاہک حضرت یوسف سا مال
دیدنی ہے آج رونق مصر کے بازار کی

شعر تر اکبر کے سن لے سامع عالی دماغ
قدر کر لے آسماں اس ابر گوہر بار کی

کیا ہے مذہب۔ ایک ملکی و سوشل انتظام
یہ نہیں پہچان ہرگز کافر و دیندار کی

صورت و الفاظ کا اکثر نہیں ہے اعتبار
ہیں فقط یہ عادتیں رفتار کی گفتار کی

ہیں ہر اک مذہب میں کچھ کافر بھی کچھ دیندار بھی
یاد رکھ تو بات یہ اک محرم اسرار کی

مفتون ہو گئے ہم اس بے بقا چمن کے
آنکھوں میں خاک ڈالی مٹی نے پھول بنکے

ہستی کو اپنی سمجھیں بنیاد اپنی دیکھیں
اُٹھے جو ہیں بگولے برباد ہونگے تن کے

گونجی بہت ہے اس میں فریاد بیکسوں کی
ٹکڑے اُڑینگے اک دن اِس گنبد کہن کے

دن رات کی یہ بے چینی ہے یہ آٹھ پہر کا رونا ہے
اٹھارہ برس سے ہیں فرقت میں معلوم نہیں کیا ہوتا ہے

دنیا کیلئے ہنگامے تھے خلق ایکطرف آپ ایکطرف
اب شہر خموشاں عالم ہے مٹی ہے لحد کا کونا ہے

کیوں پست ہوئی ہے ہمت دل کیوں رک رہی ہے پانو بھی
کوشش تو ہم اپنی سی کریں ہوگا تو وہی جو ہونا ہے

ترکیب و تکلف لاکھ کرو فطرت نہیں چھپتی اے اکبر
جو مٹی ہے وہ مٹی ہے جو سونا ہے وہ سونا ہے

نظر لطف سے بس اک ہمیں محروم رہے
اور کیا عرض کریں آپ کو معلوم رہے

جوشش سودا کو طبع لاابالی چاہیئے
منظر مجنوں کو تصویر خیالی چاہیئے

انکے مضمون کمر کا باندھنا آساں نہیں
مدتوں مشاق نازک خیالی چاہیئے

ہر در مے خانہ اکبر کے لئے دلکش نہیں
بادہ صافی چاہئے اور ظرف عالی چاہیئے

نظر کن سوی او تا نور چشم قدسیاں باشی
بنہ سر بر زمین کوی او تا آسماں باشی

شریک بیکسی بودن نزا با ہمدماں اکبر
ازاں بہتر کہ در بزم حریفاں شادماں باشی

ز فیض راستی چوں سرو گشتی اندریں گلشن
بزن گامے براہ سعی تا سرو رواں باشی

چل رہی ہے جسطرح دنیا کو چلنے دیجیئے
مل رہی ہے ہاتھ اگر منطق تو ملنے دیجیئے

قوم اب کہاں ہر اک کی خوشی غم کیا نہ ہے
سچ تو یہ ہے کہ ہیں کا مزا ہم کے ساتھ ہے

دل کو آماجگہ تیر قضا کرتی ہے
حسن کا حق وہ نظر خوب ادا کرتی ہے

تمہاری چشم فتاں سب کے دل سے ساز کرتی ہے
ہماری آرزو کو کیوں نظر انداز کرتی ہے

بہار آئی ہے گویا اب سجائیگی گلستاں سے
کھلی پڑتی ہیں کلیاں بھی ہوا بھی ناز کرتی ہے

اگر دیکھو تو ہر گل ایک دفتر ہے معانی کا
اگر سمجھو تو ہر پتی بیان راز کرتی ہے

شیخ نے ناقوس کے سر میں جو خود ہی تان لی
پھر تو یاروں نے بھجن گانیکی ھلکر ٹھان لی

مدتوں قائم رہینگی اب دلوں میں گرمیاں
میں نے فوٹو لے لیا اسنے نظر پہچان لی

ہوئی طبع جو مائلِ دامِ بلا ۔ میں تمھاری ہی زلفِ سیہ میں پھنسا
مرے دامنِ دل کو جو کھینچ سکے ۔ کوئی اور تو ایسی بلا ہی نہ تھی
کیا صحبتِ غیر نے قہر و غضب ۔ مجھے کوئی اُمید رہی نہیں اب
دمِ چند کو مجھ سے ملے بھی جو کل ۔ وہ نظر ہی نہ تھی وہ ادا ہی نہ تھی
نہ بھی تو پھر اسمیں تھی کسکی خطا ۔ یہ گلا ہے مری ہی طرف سے بجا
مرے عشق کا رنگ تو خوب رہا ۔ مگر آپ میں بوے وفا ہی نہ تھی
میں وطن سے حزین و ملول پھرا ۔ نہ وہ بزم ملی نہ وہ یار ملے
گل و لالۂ و سرو کا ذکر کیا ۔ وہ چمن ہی نہ تھا وہ ہوا ہی نہ تھی
غمِ ہجر میں جی سے گیا جو گذر ۔ تو یہ اکبرِ زار نے خوب کیا
کہ علاجِ فراق تو تھا ہی یہی ۔ بجز اسکے کچھ اور دوا ہی نہ تھی

اللہ رے کامیابی اُس چشمِ پر فسوں کی
تو یہ چاہتا ہے گرائش دروں کی
نشتر لگا سے جاتا اے رنج نا امیدی
اُسوقت کوئی دیکھے تاثیر سازِ مطرب
آفاق پر ہیں طاری آثار شامِ غم کے

عقلیں ہزار اُبھریں تابع رہیں جنوں کی
ہوا اُسکا محو جسنے مٹی ہیں روح بہو کی
دل کو ابھی شکایت باقی ہے جوشِ خونکی
جب ناچ ہو مسونکا اور گت ہو ارغنونکی
اللہ دل کو قوت دے صبر کی سکونکی

فطرت نے باغِ ہستی پیشِ نظر کیا ہے
دیکھو بہار اکبر اُس روے لالہ گوں کی

کیا پا گئے جو حرص کے کوچے میں سگ رہے
اپنی جگہ سے تم نہ ہٹو گو ہلوں گردشیں

وہ کیا برے رہے کہ حواس سے الگ رہے
ایسے رہو کہ جیسے انگوٹھی میں نگ رہے

اکبر انھیں کو لذتِ یادِ خدا ملی
سمجھے جو کافری کو اور اُس سے الگ رہے

اُمیدیں ہوتی تھیں پیدا تری لگاوٹ سے — نہ اب وہ لہر رہی اور نہ وہ حباب رہے
کہا کہ نام مجھے ہے نشان سے بھی گریز — مبارک آپ ہی کو خواہش خطاب رہے
اس اک گناہ کو منظور کیجئے تو مجھے — تمام اور گناہوں سے اجتناب رہے

مرے عشق کے سوز میں ہو نہ کمی۔ اجل آئے تو ایسی جفا نکرے
مری جان کو جسم سے کر دے الگ۔ مرے درد کو دل سے جدا نکرے
بت شوخ کی دیکھ رہا ہوں نظر۔ مرے عشق کا کچھ بھی نہیں ہے اثر
جو میں کہتا ہوں کاش ہو تجھ میں وفا۔ تو وہ کہتا ہے ہنس کے خدا نکرے
مجھے عشق و وفا کی سند نہ ملے جو میں ضبط سے صبر کا کام نہ لوں
وہاں حسن کے ناز میں آئے کمی۔ جو وہ حق ستم کو ادا نہ کرے

عدو فلک بھی رہا گردش زمیں بھی رہی — مگر وہ در بھی رہا اور مری جبیں بھی رہی
نظر میں آیۂ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن بھی رہی — صنم کے پاؤں پہ لیکن مری جبیں بھی رہی
تری اداؤں سے پوچھنے نہ پائی جرأت دل — ہنسی جو لب پہ رہی تو جبیں پہ چیں بھی رہی
ہزاروں ظلم ہوئے بیکسوں پہ یاں لیکن — وہی فلک بھی رہا اور وہی زمیں بھی رہی
خلوص اُن میں نہ تھا اس سبب سے دل نہ ملا — گھیں تو خوب اڑیں اور چنانچہ نہیں بھی رہی
کچھ انتظار میں موقع کے طول ہجر ہوا — کچھ ابتدائے محبت میں ہاں نہیں بھی رہی
میں کیا ہوں خوش اگر انکو رہی نہ الفت غیر — ملیں گے اس سے محبت اگر نہیں بھی رہی

اُسی کو ہم تو سمجھتے ہیں مستند اکبر
جسے مشاغل دنیا میں فکر دیں بھی رہی

ہمیں ہے اسکا کہ جو بے مہروں کا فریش ہے — دل ہمارا اس قدر نا عاقبت اندیش ہے

ترے سحر نظر سے ہوا یہ جنوں مرے دل کی تو آہیں خطا ہی تھی
ترے کوچے میں آ کے میں ٹھیر رہا بجز اسکے کچھ اور دوا ہی نہ تھی

مجھکو تو حبِّ جاہ ہی ہے وجہ انتشار
دل میں تمہارے شوق جو شاہی کا ہو رہے

اکبر مریض ہے تو دعا بھی اُسے سکھاؤ
ایسا نہ ہو کہ صرف دوا ہی کا ہو رہے

گردن رفتار کی ہر اک سمت تن گئی
اُٹھ کے نئے طریق کی جانب جو کھنچ گئے
دم بھر میں جسم و روح کا قصہ تمام تھا

بگڑی ہو قوم و ملک کی انکی تو بن گئی
بوڑھوں کی آہ جانب چرخِ کہن گئی
مٹی میں مل گیا وہ یہ اپنے وطن گئی

دنیا میں بھی مستِ اثرِ نغمۂ کن ہے
پردیس میں ہے روح مگر دیس کی دھن ہے

کی میں نے لگاوٹ تو بتِ شوخ یہ بولا
کیوں کفر ہے بدنام جب ایمن بھی یہ گن ہے

ہنس دیتے ہیں سنتے ہیں یہ اکبر کا لطیفہ
جب آپ کے درشن ہوں تو پھر پاپ بھی پن ہے

چاہتی تھیں کہ ہنر خوب ہے قاتل کے لئے
دل مرا اُنکے لئے ہے وہ مرے دل کیلئے
ہر قدم پر ہے فزوں لذتِ سرگرمیٔ سعی
ہے یہ وہ عہد کہ کی بزم کی تزئین لیکن
دیدۂ دنیا ہے رہِ عشق میں سالک کو سفر
مغربی کورس میں ہوتی ہے جوانی رخصت

دل لئے آپکی آنکھوں نے مگر مل کے لئے
ماسوا اُسکے سب اندیشۂ باطل کے لئے
شوق نے خوب قدم دوری منزل کے لئے
آدمی مل نہ سکے رونقِ محفل کے لئے
خوب ہے قطعِ نظر قطعِ منازل کے لئے
اب تو پیری ہی ہے رندانہ شغل کے لئے

کیا ضرورت رہِ الفت میں سخن سازی کی
صدق کافی ہے بس اکبر اثرِ دل کے لئے

نہ [illegible] وہ رہی اور نہ آنجناب رہے
نئے طریق فقط جان پر عذاب رہے

بس اکبر [illegible] اشارا ہے چشمِ ساقی کا
وہی مزے میں رہے جو یہاں خراب رہے

[illegible] جب آئیگا خبر دینگے
بہار تک تو ہمیں نشۂ شراب رہے

سن رہا ہوں شوق سے دنیا کے قصوں کو مگر
نالۂ و فریاد جائز ہے مصیبت میں مگر

دیکھئے رہنا جو ختم داستاں تک ہو سکے
صبر ہی بہتر ہے انساں کو جہاں تک ہو سکے

افسوس ہی گلشن کو خزاں لوٹ رہی ہے
اس قوم سے وہ عادتِ دیرینۂ طاعت
وہ راہ شریعت کی جہاں بچھتی تھیں آنکھیں

شاخِ گلِ تر سوکھ کے اب ٹوٹ رہی ہے
بالکل نہیں چھوٹی ہے مگر چھوٹ رہی ہے
یہ کفر کے کنارے سے اُسے کوٹ رہی ہے

فکرِ فردا میں عبث روز اک نئی تمہید ہے
غافلوں کو جلوۂ ہستی بہارِ عید ہے
قدِ موزوں دیکھئے جوڑے کی بندش دیکھئے
مجھکو اور اُنکے مضامین کمر پر دسترس

آج تک ہم کیا ہوئے آئندہ کیا اُمید ہے
چشمِ بینا میں مگر یہ حشر کی تمہید ہے
کس قیامت کا ہی مصرع اور کیا تعقید ہے
ذہن کیسا بس یہ کہئے غیب کی تائید ہے

خوشی ہے سبکو کہ آپریشن میں خوب نشتر یہ چل رہا ہے
فنا اُسی رنگ پر ہے قائم فلک وہی چال چل رہا ہے
یہ دیکھتے ہو جو کاسۂ سر غرورِ غفلت سے کل تھا مملو
سمجھ ہو جسکی بلیغ سمجھے نظر ہو جسکی وسیع دیکھے
کہاں کا مشرقی کہاں کا غربی تمام دکھ سکھ ہے یہ مساوی

کسیکو اسکی خبر نہیں ہے مریض کا دم نکل رہا ہے
شکستہ و منتشر ہے وہ کل جو آج سانچے میں ڈھل رہا ہے
یہی بدن ناز سے پلا تھا جو آج مٹی میں گل رہا ہے
ابھی یہاں خاک بھی اُڑیگی جہاں یہ قلزم اُبل رہا ہے
یہاں بھی اک با مراد خوش ہے وہاں بھی اک غم سے جل رہا ہے

ہوس پرستوں کو کیوں یہ کد ہے ان انقلابوں کی کیا سند ہے
عروج قومی زوال قومی خدا کی قدرت کے ہیں کرشمے
جنھوں نے طاعت میں جان دی ہے انھیں کے حصہ میں زندگی ہے
خدا سے تم دل ملاؤ اپنا زمانہ کو پھر ملاؤ دل سے
جھکائیں اکبر سر ارادت ہمیں تو اُمید کچھ نہیں ہے
مزا ہے آرتیج میں ٹرنر میں خبر بھی چھپتی ہے پائنر میں

اگر زمانہ بدل رہا ہے بدلنے ہی کو بدل رہا ہے
ہمیشہ رد و بدل کے اندر یہ امر پولیٹیکل رہا ہے
مقدموں کی ہوا کہ شکلیں یہی نتیجہ نکل رہا ہے
تو دیکھ لینا کہ پُر اثر ہے زبان سے جو نکل رہا ہے
اُدھر وہ شمشیر کھینچ رہی ہے اِدھر یہ خنجر سنبھل رہا ہے
فلک کی گردش کیساتھ ہی ساتھ کام یاروں کا چل رہا ہے

جب اسماں اہل دغا ہی کا ہو رہا ہے

مومن کو چاہیئے کہ خدا ہی کا ہو رہے

کہانتک رشک اکبر ساقی بزم حریفاں ہے
سنبھالو دل کو تم اپنے تمہارا جام جم ہی ہے

جاری طریق فضل و عطا سب کیساتھ ہے
دیکھو جو غور سے تو خدا سب کیساتھ ہے

بیدرد سا ہیں گیسوی دنیا سے دل کے پیچ
سب اسمیں ہیں پھنسے یہ بلا سب کیساتھ ہے

کمبخت دل کو کیوں ہے لگاوٹ انھیں کیساتھ
انکو تو شوق ناز و ادا سب کیساتھ ہے

انھیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زباں میری ہے بات انکی
انھیں کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات انکی
سنے جو اسکو اسے تحیر جو اسکو سمجھے اسے تردد
ہماری نیکی اور انکو برکت عمل ہمارا نجات انکی

بھلا وہ میرے منہ سے بات اگر کوئی بری نکلی
یہ بیدردی ہے کہنا آہ بس میں بے سری نکلی

عدو جمعیت ملت کا جو ہو طعن تھی اسپر
یہ کیا سمجھا عزیزوں نے مجھی پر کیوں چھری نکلی

عرب کہتے تھے تم جسکو وہ کمسرٹ کا خچر تھا
جسے شایستگی سمجھے تھے آخر کرکری نکلی

مجھے اس درس سے خواہش تھی روحانی ترقی کی
یہاں ہر چیز لیکن مادی و عنصری نکلی

بتوں سے میل خدا پر نظر یہ خوب کہی
شب گناہ و نماز سحر یہ خوب کہی

فٹن نفیس سڑک خوشنما ڈنر ہر شب
یہ لطف چھوڑ کے حج کا سفر یہ خوب کہی

تمہاری خاطر نازک کا ہے خیال فقط
وگرنہ مجھکو رقیبوں کا ڈر یہ خوب کہی

خضاب شیخ کا ہو جاؤں معتقد معقول
نگاہ یار رہے بے اثر یہ خوب کہی

شباب و بادہ و فکر مآل کار چہ خوش
جنون عشق و خیال خطر یہ خوب کہی

سوال وصل کروں یا طلب ہو بوسے کی
وہ کہتے ہیں مری ہر بات پر یہ خوب کہی

حرف مطلب کی رسائی کیوں کہانتک ہو سکے
دل کو خودداری سکھا اکبر جہانتک ہو سکے

وعدہ اقرار مفصل کا تو کرتے ہو مگر
دیکھ لینا وقت پر تم سے جہانتک ہو سکے

کچھ بھی ہمدردی جوانوں سے نہیں
شیخ صاحب اب بہت بوڑھے ہو گئے

ناچ ہے مغرب کا بزم دھر میں
جھومتے ہیں مشرقی بیٹھے ہوئے
نام یوسف سے ہوا یعقوب کا
یوں تو حضرت کے بہت بیٹے ہوئے

اللہ کا حال کچھ نہ پوچھو
دیکھا نہیں نام رکھ لیا ہے
واللہ ستم ہے بے تکلف
کھایا کیا تم نے چکھ لیا ہے
سکہ ہے کھرا مرے سخن کا
سب نے اسکو پرکھ لیا ہے

لن ترانی سے عیاں انوار پنہاں ہو گئے
ایک شعر میں ہزاروں طور پنہاں ہو گئے
اے صبا اس باغ میں تیرا عمل ہے مشتبہ
ہنس دیئے گل ہو کے غنچے یا پریشاں ہو گئے
اُس نے آنکھوں کے اشارے سے بڑھایا دل مرا
خواب میں دیکھا تھا وہ کافر مسلماں ہو گئے
ناتوانی سے قناعت پر ہوئے مجبور ہم
ضعف کے اسباب عزت کے نگہباں ہو گئے
صبر خودداری دلیری حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلماں ہو گئے
ہو گیا آخر شکستِ دل سے کارِ دیں درست
داغ سینے کے چراغِ راہِ عرفاں ہو گئے
جلوہ ہائے منظرِ ہستی ہیں راحت میں مخل
وہ ہم جب یکجا ہوئے خواب پریشاں ہو گئے
جو کہا اُس نے کیا منظور کیا حرفِ نفی
ہم سراپا اب تو اُس محفل میں جی ہاں ہو گئے
ہم تو انساں سے بنے جاتے ہیں بندر کیجیو
آپ خوش قسمت تھے بندر سے جو انساں ہو گئے
ناز تھا اُنکو بہت اپنے بدن کی ساخت پر
اگزبشن میں مرے اک دوست عریاں ہو گئے
صورتِ لیلیٰ نہ دیکھی پڑھ لیا دیوانِ قیس
شاعری آئی نہیں لیکن زباں داں ہو گئے

گرے جاتے ہیں ہم خود اپنی نظروں سے ستم یہ ہے
بدل جاتے تو کچھ رہتے مٹے جاتے ہیں غم یہ ہے
طریقِ نو کو کیا سمجھا ہے تو منزل ترقی کی
نگاہِ بیں میں ہیں جادۂ راہِ عدم یہ ہے
تحمل نالہ و فریاد کا اُن سے کہاں ممکن
نہ ہوں برہم مری افسردگی پر منتظم یہ ہے
نہ بے مہری کا شکوہ ہے نہ ہے سوزِ غمِ فرقت
تو دارث آپ سے کیوں ہو گیا رنج و الم یہ ہے

دشمن[1] بھی ہیں۔ افسوس ہیں۔ یارب یہ ہے۔ حالت مری
جینا اب تو دشوار ہے۔ کب آئے گی۔ ساعت مری

طاقت ہو نہ جب ضبط کی۔ تو اظہار غم کیوں نہ ہو
ہر دم اب تو۔ آتش فگن۔ سینے میں ہے۔ حسرت مری

شوخی اُسکی۔ دیکھو ذرا۔ مجھ پہ ظلم۔ بے حد کیا
پوچھا میں نے کیوں ہے ستم۔ بولا یہ ہے۔ عادت مری

پہلو میں وہ۔ ہونگے کبھی خوشیوں کی۔ گھڑی آئے گی
جاگے ہی گی۔ اک وقت میں۔ سوتی گو ہے قسمت مری

اب بھی جو کہہ رہا ہو کہ پینا نہ چاہیئے
اس دور غم میں اُسے جینا نہ چاہیئے

نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خون دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیئے

میں بت کا ہو رہا تو عبث شیخ کو ہے رنج
ایسے معاملات میں کینا نہ چاہیئے

دنیا میں امر حق کو کسطرح صاف کہیئے
کرتا ہے دشمنی وہ جسکے خلاف کہیئے

یہ سرسری اشارا کافی نہیں ہے حضرت
اپنی زبان سے بھی لفظ معاف کہیئے

بے دشمن دیں راحت دنیا ہی تو کیا ہے
قاتل ہو کوئی آنکھ تو جینے کا مزا ہے

ساتھ یاروں کے ہماری راحت دل اُٹھ گئی
ایک وہ کا ذکر کیا محفل کی محفل اُٹھ گئی

قتل ہونے کی کسے اُمید تھی قسمت سے یاں
اتفاقاً میری جانب چشم قاتل اُٹھ گئی

زلف میں دل کی گرفتاری بُری
سب مرض اچھے یہ بیماری بُری

ہوش سے عاشق کو بچنا چاہیئے
راہ دل میں یہ گرانباری بُری

آج سننے آگے اکبر سے کبیر
شیخ جی بدلی میں خودداری بُری

رُکتے ہیں دست دعا اُٹھتے ہوئے
ہے جو ہونا کیوں رہیگا بے ہوئے

[1] بحر رجز مثمن مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن ۱۲

جامہ زیبو نکی نظر بھی دلق اکبر پہ پڑی
شان ہی کچھ اور تھی اِس خرقۂ پارینہ کی

ایک صورتِ سرمدی ہے جسکا اتنا جوش ہے
ورنہ ہر ذرّہ ازل سے تا ابد خاموش ہے

مستیٔ نشو و نما ہے فصلِ گُل کا جوش ہے
ہے ہوا میں فیض ساقی ہر کلی مے نوش ہے

بزم میں ایمائے چشم ساقیٔ مے نوش ہے
وہ بہک جانیکے خطرے میں ہے جسکو ہوش ہے

شوق وصلِ شعلہ خو یاں کیوں نہو برسات میں
ابر کو بھی دیکھتا ہوں برق در آغوش ہے

حال میری بیقراری کا بھی کچھ سُن لیجئے
یہ بھی اک آویزہ ہو بجلی جو زیب گوش ہے

تابکے دید حسیناں تا بکے وارفتگی
آنکھ میں جبتک نظر ہے سر میں جبتک ہوش ہے

آئینے سے بھی وہ بچتے ہیں کہ پڑ جائے نہ عکس
شرم کہتی ہے کہ یہ بھی صاحب آغوش ہے

کیوں نہ اپنے بل پہ نازاں ہو وہ زلف پُر شکن
اُسکی خودبینی کو آئینہ صفائے دوش ہے

ہے اگر امید فردا ہی پہ صرف اُسکی بنا
کل نہو گا آج اکبر کے جو دل میں جوش ہے

نورِ باطن کی تجلی حرص دنیا میں کہاں
دامنِ طول امل اس راہ میں حق پوش ہے

جسکے آنکھیں ہیں وہ ہی دیوانہ چشم آفریں
عالم عرفاں میں جو ذی ہوش ہے بیہوش ہے

جب ضرورت ہوگی تقویٰ کی تو دیکھا جائیگا
اب تو بزم مغربی ہے اور نوشا نوش ہے

اُنکا تیرِ پالیسی اور شیخ و بابو کا گریز
خوب ہی لطف شکار روبہ و خرگوش ہے

اتحادِ باہمی اس ملک میں آساں نہیں
کوئی سر سید ہے کوئی بابو آشتو توش ہے

کیسے کیسے زرنگار ایواں ملے ہیں خاک میں
ریزہ ریزہ اب بھی ویرانو نمیں اطلس پوش ہے

حضرتِ منصور انا بھی کہہ رہے تھے یا حق کہا تھا
وا رہے تکلیف فرمائیں جب اتنا ہوش ہے

مفلسی میں بھی تکلف دوست ہے طبع بلند
سرو بستاں بے بضاعت ہے مگر خوش پوش ہے

ہوئے روشن یہ معنی چاند کیوں شاعر کو پیارا ہے
کمال اسمیں یہ ہے عارض بھی ہے ابرو بھی ناخن بھی

جوش میں لائے صبا جسکو وہ خون اچھا ہے
بوئے گل جسکو ابھارے وہ جنوں اچھا ہے
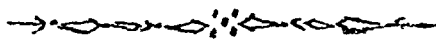
جوش میں آئے جو قرآں سے وہ خون اچھا ہے
کفر پر غصہ دلائے وہ جنوں اچھا ہے

دل دھڑکنے لگا آئی جو نظر اُس کی جھلک
پھر تاثیر محبت یہ شگون اچھا ہے

ہاتھ اُٹھائینگے نہ ہم یہ دامن منصوری سے
اہل تہذیب کو دنیا میں یہ ڈوں اچھا ہے

دوپہر کو مرے گھر آئی مس رشک قمر
کہدیا میں نے کہ یہ لون کا موں اچھا ہے

مرا دل ان بتوں کی ہاتھ سے واللہ ٹوٹا ہے
خدا ہی اسنے سمجھیگا خدا کے گھر کو لوٹا ہے

خوشی کا رنگ ہی دلمیں نہ سرسبزی اُمید کی
ہمارا باغ ویراں ہو گیا گل ہے نہ بوٹا ہے

ترے کوچے میں دل نالاں اگر ہے دین سے چھٹکر
تعجب کیا ہے اسمیں مدتوں کا ساتھ چھوٹا ہے

تو نے کب دل کی مری اے بت عیار سنی
جو سنی بات بلا کر سر دربار سنی

چھوڑ اس بحث کو کچھ اور بیاں کر اکبر
یہ کہانی تری یاروں نے تو سو بار سنی

اُبھرا ہے رنگ سودا دیوانگی ہری ہے
ہے جوش موسم گل جو پھول ہے پری ہے

شمع اور پتنگ سے ہے ہر صبح وعظ عبرت
یہ بھی مرے پڑے ہیں وہ بھی بجھی دھری ہے

دور گردوں میں کسی نے میری غمخواری نہ کی
دشمنوں نے دشمنی کی یار نے یاری نہ کی

حشر کا سودا ہوا ذوق جمال دوست میں
ہمنے بازار جہاں میں کچھ خریداری نہ کی

غم دیا اپنا مگر پروا سے غمخواری نہ کی
دلستانی آپ نے فرمائی دلداری نہ کی

قہقہوں کی مشق سے میں نے نکالا اپنا کام
جب کسی نے قدر آہ و نالۂ و زاری نہ کی

شوق کی مستی میں میں دیوانہ ہو کر رہ گیا
حسن کے نشہ نے اُسپر بیہوشی طاری نہ کی

کوئے جاناں کا پتہ دیکر میں پہونچا خلد میں
مجھ سے کچھ رضواں نے بحث تاجی ناری کی

شیخ بھی کھسکے مریدوں کو جو دیکھا منتشر
جب محیط آوارہ تھا مرکز نے خودداری نہ کی

وقت سلسلے نکا ابھی آیا نہیں مغرب ہے دور
کیوں پسند اُس برق وش نے مشرقی ساری کی

جو حسن بت کی جگہ حکم مس ہوا قائم
تو عشق چھوڑ کے ہم نے بھی نوکری کر لی

زوال قوم کی تو ابتدا وہی تھی کہ جب
تجارت آپ نے کی ترک نوکری کر لی

شکوۂ بیداد سے مجھکو تو ڈرنا چاہیئے
دل میں لیکن آپ کو انصاف کرنا چاہیئے

ہو نہیں سکتا کبھی ہموار دنیا کا نشیب
اس گڑھے کو اپنی ہی مٹی سے بھرنا چاہیئے

جمع ساماں خود در آئی ہے لیکن ای عزیز
جسکی صورت خوب ہو اسکو سنورنا چاہیئے

کیوں نہ لوں نام خدا اس بت کی صورت دیکھکر
لوگ کہتے ہیں کہ کلمہ پڑھ کے مرنا چاہیئے

بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگزرد
ہجر کی شب کو بھی اے گردوں گذرنا چاہیئے

عاشقی میں خندہ روئی سالکوں کو ہے محال
ہے یہی منزل کہ چہرہ کو اترنا چاہیئے

ہر عمل تیرا ہے اکبر باج عزم حریف
جب یہ موقع ہو تو بھائی کچھ نہ کرنا چاہیئے

رہی نہ قلب میں قوت زمانہ سازی کی
دعا کرو نہ مری عمر درازی کی

فلک نے ہمکو کیا منتخب مٹانے کو
ہمیں سے داد بھی چاہیں خوش امتیازی کی

مجرب ایسا ملا نسخہ قوم بازی کا
کہ قدر اٹھ گئی دنیا سے عشق بازی کی

بہت خلوص سے حاضر رہا ہوں خدمت میں
مگر حضور نے مجھ سے زمانہ سازی کی

خیال کیا ہو کسی کو بنائے مسجد کا
کہ مسجدوں کو ضرورت ہے اب نمازی کی

ہمیشہ پیش نظر ہیں وضو شکن منظر
اس انجمن میں نبھے کس طرح نمازی کی

ہم اپنے حال پر افسوس کیا کریں اکبر
خدا نے شان دکھائی ہے بے نیازی کی

چھڑا ہے راگ بھونرے کا ہوا کی ہے تیزی چمن میں بھی
عجب ہے سال کے بارہ مہینوں میں بہاگن بھی

یہ رنگینی حسن گل یہ نغمۂ مستانۂ بلبل
اشارہ کرتی ہے فطرت ادھر آ دیکھ بھی سن بھی

برسے ... تمھارے ہو گئے اچھا کئے بیلے سے
مگر من کا پسینا چاہتے ہو تو کرو پن بھی

تعلیم کا شور ایسا تہذیب کا غل اتنا
برکت جو نہیں ہوتی نیت کی خرابی ہے

سچ کہتے ہیں شیخ اکبر ہے طاعتِ حق لازم
ہاں ترکِ مے و شاہد یہ اُنکی بزرگی ہے

دیکھیں پروانے کو دعوئی یہ اُبھرنے والے
عشق اسے کہتے ہیں یوں مرتے ہیں مرنیوالے

نہ رہا یاد انھیں کیا اثرِ فصلِ خزاں
کیوں جوانانِ چمن پھر ہیں سنورنیوالے

تیز رفتار نہوا اسقدر اے موجِ فنا
تجھ میں کچھ قطرے ہوا سے ہیں اُبھرنیوالے

حیرت انگیز ہے یہ رعبِ بتاں اے اکبر
ان سے اب ڈرتے ہیں اللہ سے ڈرنیوالے

جلوۂ گل نے چمن میں مجھے بے چین کیا
دل ہی جاتے ہیں تری یاد دلانے والے

دیدنی آج ہے اُس بزم میں دنیا کا جمال
دم بخود بیٹھے ہیں عقبیٰ سے ڈرانے والے

چشم بد دور حسینوں کی ہے ترقی مجھ میں
کیوں نہ مست ہیں خود ہوش [illegible] لانے والے

آج جنگلے میں مرے آئی تھی آوازِ ادا
جی رہے ہیں ابھی کچھ اگلے زمانے والے

نہ انھیں ساز کی حاجت ہے نہ سامع کی تلاش
خوب ہیں فصلِ بہاری کے یہ گانے والے

تیغِ قاتل نے یہ کیا اپنے دکھائے جوہر
سر کٹے پھرتے ہیں اب جان چرانے والے

ذوقِ عرفاں جو نہ ہو بادہ پرستی اچھی
ہوش اگر دین سے غافل ہو تو مستی اچھی

بت جو ہنسنگے [illegible] خدا کیوں نکریں
ہم غریبوں کو وہی شے جو ہے سستی اچھی

بحث [illegible] اس [illegible] مسجد کی
مگر الحاد سے ارواح پرستی اچھی

شیخ [illegible] شہر میں اور کیمپ میں سید [illegible]
[illegible] کے ہیں سب وہی بستی اچھی

[illegible]
نئے جنم کی تمنا میں خودکشی کر لی

[illegible]
زمانہ دیکھ کے دشمن سے دوستی کر لی

دشمنِ راحت جوانی میں طبیعت ہو گئی
جس حسیں سے مل گئیں آنکھیں محبت ہو گئی

باغِ ہستی میں مری ناکامیوں کا رنگ دیکھ
جو تمنا دل میں آئی داغِ حسرت ہو گئی

کھو دیا تمکینِ دیں کو تو نے اے شوقِ نمود
عزتِ اصلی نثارِ نامِ عزت ہو گئی

شیخ و مستانہ پیانو ہو کے بھولے اپنی لے
گو سریلے ہو گئے لیکن بری گت ہو گئی

ہر جنبشِ نگاہِ خرد اک حجاب ہے
عارض پر اُنکے جلوۂ ہستی نقاب ہے

آرام کی تلاش نے رکھا ہے بیقرار
ہر خواہشِ سکون سببِ اضطراب ہے

نہ روحِ مذہب نہ قلبِ عارف نہ شاعرانہ زبان باقی
زمیں ہماری بدل گئی ہے اگرچہ ہے آسمان باقی

شبِ گذشتہ کے ساز و ساماں کے اب کہاں ہیں نشان باقی
زبانِ شمعِ سحر پہ حسرت کی رہ گئی داستان باقی

جو ذکر آتا ہے آخرت کا تو آپ ہوتے ہیں صاف منکر
خدا کی نسبت بھی دیکھتا ہوں یقین رخصت گمان باقی

فضول ہے اُنکی بد دماغی کہاں ہے فریاد اب لبوں پر
یہ وار پر وار اب عبث ہیں کہاں بدن میں ہے جان باقی

میں اپنے مٹنے کے غم میں نالاں اُدھر زمانہ ہے شاد و خنداں
اشارہ کرتی ہے چشمِ دوراں جوان باقی جہان باقی

اسی لئے رہ گئی ہیں آنکھیں کہ میرے مٹنے کا رنگ دیکھیں
سنوں وہ باتیں جو ہوش اڑائیں اسی لئے ہیں یہ کان باقی

تعجب آتا ہے طفلِ دل پر کہ ہو گیا مستِ نظمِ اکبر
ابھی تو مڈل پاس تک نہیں ہے بہت سے ہیں امتحان باقی

ہنگامہ ہے کیوں برپا تھوڑی سی جو پی لی ہے
ڈاکہ تو نہیں ڈالا چوری تو نہیں کی ہے

ناتجربہ کاری سے واعظ کی ہیں یہ باتیں
اس رنگ کو کیا جانے پوچھو تو کبھی پی ہے

اُس مے سے نہیں مطلب دل جس سے ہے بیگانہ
مقصود ہے اُس مے سے دل ہی میں جو کھنچتی ہے

اے شوق وہی مے پی اے ہوش ذرا سو جا
مہمانِ نظر اس دم اک برقِ تجلی ہے

واں دل میں کہ صدمے دو یاں جی میں کہ سب سہہ لو
اُنکا بھی عجب دل ہے میرا بھی عجب جی ہے

ہر ذرہ چمکتا ہے انوارِ الٰہی سے
ہر سانس یہ کہتی ہے ہم ہیں تو خدا بھی ہے

سورج میں لگے دھبا فطرت کے کرشمے ہیں
بت ہم کو کہیں کافر اللہ کی مرضی ہے

پیچیدہ زندگی کے کر دو تم مقدمے	دکھلا ہی دے گی موت نتیجہ نکال کے

دلکش صدائے صور تو ایسی نہ تھی مگر
تعظیم حشر کے لئے سب اٹھ کھڑے ہوئے

تہذیب مغربی کی بھی ہے دارنش غضب
ہم کیا جناب شیخ بھی چکنے گھڑے ہوئے

نکل جائے دم غم سے جب آہ نکلے
مصیبت میں ہوں کوئی تو راہ نکلے

میں سمجھا تھا کنج قناعت کا ساتھی
مگر آپ تو شائق جاہ نکلے

مزاج شریف انھیں باقی نہیں ہے
تو کیا منھ سے الحمد للہ نکلے

ترے بعد اکبر کہاں ایسی نظمیں
وہ دل ہی نہ ہونگے کہ یہ آہ نکلے

دل زلف کے کوچے میں شادان نہ رہا پھر کے
ایمان کے دشمن ہیں جلوے بت کافر کے

اے شوقِ ہوس کب تک یہ شمع قریب آخر
بجھ جائے جو نہ ہم جھک کر پاتہ نہ اے دنیا

باطن نہ کرے تیرہ مقبول ہے وہ ظاہر
گذرے جب ادھر سے وہ سرگرم فغاں تھا میں

اسٹیج پہ دنیا کے کیا سین دکھا گئے
دنیا کو اقامت کا سمجھے ہو محل شاید

حمد شکر کہ نکلا احسان سے کافر کے
فتنے تو ذرا دیکھو ترکیب عناصر کے

رہبر تو ترے سب ہیں ظلمت ہی میں ہیں پھر کے
ہم عرش پہ پہونچے ہیں نظروں سے تری گر کے

رکھتے ہیں نظر ہم بھی منکر نہیں ظاہر کے
تسکین مجھے کیا دیتے دیکھا بھی نہیں پھر کے

کیا لطف اٹھا پردہ در جسے اگر گر کے
ایسے تو نہیں ہوتے سامان مسافر کے

حصے میں متوں ہی کے آئی تری عمر اکبر
اللہ کو اب یاد دے دو دن تو یہ آخر کے

یہ شیفتہ ہوں آپ سے عشق حسین کا
حیراں ہوں مرے کام سنور کیوں نہیں جاتے

[illegible]
فرماتے ہیں مرتے ہو تو مر کیوں نہیں جاتے

[illegible]
پوچھے کوئی اکبر سے یہ گھر کیوں نہیں جاتے

وہی انساں وہی آنکھیں وہی جینا وہی مرنا | کہیں اللہ اکبر ہے کہیں الحاد کا غل ہے

گلستانِ سخن ہے بزم ساقی فیض معنی سے
زبانِ خامہ اکبر ہے یا منقار بلبل ہے

منظور مجھے شکوۂ بیداد بتاں ہے | للہ بتا دے کوئی اللہ کہاں ہے

ہوا ہوں شاہ جنوں کی خوش انتظامی سے | خدا بچائے مجھے ہوش کی غلامی سے
نشان کھو کے بگولے کی طرح اٹھتے ہیں | تو خاک خوش ہوں ہم ایسی بلند نامی سے
اُٹھے گا فتنۂ محشر تو اُن کا کیا نقصان | وہ باز آئینگے کیوں مشق خوش خرامی سے

رنگ دیکھے جہان فانی کے | کھیل ہیں دورِ آسمانی کے
شیخ سے مجھسے اب ہنسی ہے بگاڑ | ہو چکے ولولے جوانی کے

منزلوں دور انکی دانش سے خدا کی ذات ہے | خرد بیں اور دوربیں تک انکی بس اوقات ہے

تکلف انجمن کے لئے کیجئے | فقیروں کی کیا ہے جہاں پڑ رہے
بتوں سے بھی لڑتی ہیں یاں تو آنکھ | برہمن ہیں لندن تلک لڑ رہے

طلب ہے حق کی تو مل آ کے ہمسے مستوں سے | نہیں ہے میکدہ خالی خدا پرستوں سے

حلقے نہیں ہیں زلف کے حلقے ہیں جال کے | ہاں اے نگاہ شوق ذرا دیکھ بھال کے
پہونچے ہیں تا کمر جو ترے گیسوئے رسا | معنے یہ ہیں کمر بھی برابر ہے بال کے
بوس و کنار و وصل حسیناں ہے خوب شغل | کمتر بزرگ ہونگے خلاف اس خیال کے
قامت سے تیرے صانعِ قدرت نے اے حسیں | دکھلا دیا ہے حشر کو سانچے میں ڈھال کے
شانِ دماغ عشق کے جلوے سے یہ بڑھی | رکھتا ہے ہوش بھی قدم اپنے سنبھال کے
زینت مقدم ہے مصیبت کا دھر میں | سب شمع کو جلاتے ہیں سانچے میں ڈھال کے
ہستی حق کے سامنے کیا اصل این و آں | پتلے ہیں سب یہ اپنے ہی وہم و خیال کے
دار پہ بلیکے اٹھتا ہے ہر طالب فروغ | دورِ فلک میں ہیں یہ اشارے ہلال کے

اسلام میں اکبر کو یہ غلو یہ رنگینی یہ بہکی تھی
اور اُس بُتِ کافر کا اُنکو یہ عشق یہ پیار اللہ اللہ

کیا رہے دور فلک میں کوئی تمکین کیساتھ
جب زمانہ نہ چلے ایک ہی آئین کے ساتھ

غرب کی مدح بھی ہے شرق کی تحسین کیساتھ
ہم پیانو بھی بجانے لگے اب بین کے ساتھ

اِس تماشہ گہہ ہستی میں مجھے حیرت ہے
اک نیا فلسفہ ہو جاتا ہے ہر سن کے ساتھ

شیخ ڈرتے ہیں کہیں دم نہ نکل جائے مرا
اُنس اسوجہ سے کم رکھتے ہیں یاسین کے ساتھ

مخلصانہ جو نہ ہو مدح تو کیا لطف آئے
چشم غماز کی گردش بھی ہے تحسین کے ساتھ

دل دیا۔ مال دیا۔ پیار کیا ان کو مگر
اِن بتوں کو وہی کاوش ہے مرے دین کے ساتھ

جب میں کہتا ہوں کہ یا اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال دیکھ

سوچ سمجھو ہے اگر آیندہ پالٹیکس کی
لے نتائج سے مدد اور ہسٹری میں فال دیکھ

شوقِ طول و پیچ اس ظلمتکدہ میں ہے اگر
بات بنگالی کی سن بنگالنوں کے بال دیکھ

دل یہ کہتا ہے کہ ہجرت ہند سے لازم ہے اب
عقل کہتی ہے کہ اکبر اور دو اک سال دیکھ

حسن میں پر کر نظر مذہب اگر جاتا ہے جائے
قدرداں کو نرخ کی کیا بحث اکبر مال دیکھ

ہنر سے بھی فوائد ہمکو حاصل ہو نہیں سکتے
سبب یہ ہے کہ ہم اسپیچ بلیدل ہو نہیں سکتے

حکومت ایشیا پر قسمتِ مغرب میں ہے جبتک
کمالات اُسکے جو ہیں ہمکو حاصل ہو نہیں سکتے

اثر ہے طاعت و حسنِ عمل کا گو کہ قسمت پر
مگر اُس انجمن میں لوگ داخل ہو نہیں سکتے

معین ہی نہیں جنکے اصول و ماخذ اے اکبر
قیامت تک وہ سرداری کے قابل ہو نہیں سکتے

اگر اندازۂ قوت سے تمنا نہ بڑھے
رنج پیدا ابھی کچھ ہو دل میں تو تمنا نہ بڑھے

حرص گھٹ جائے وہی نعمتِ عظمیٰ ہوگی
میری دولت نہیں بڑھنے کی تو اچھا نہ بڑھے

اسی ہٹی کو دیکھ اکبر اگر ذوقِ تحقیق ہے
کہیں مٹی کہیں پتی کہیں غنچہ کہیں گل ہے

میں ہوں کیا چیز جو اُس طرز پہ جاؤں اکبر
ناسخ و ذوق بھی جب چل نہ سکے میر کے ساتھ

رات پروانہ یہ کہتا تھا عجب ناز کے ساتھ
خضر کا کام نہیں سالک جانباز کے ساتھ
شانِ مذہب پہ رہا فلسفہ حیران مدام
اسقدر جوشِ جنوں اور اس اعزاز کے ساتھ

کیا ہوا کوئی جو اکبر کا ہم آہنگ نہیں
باغ میں نغمۂ بلبل بھی نہیں ساز کے ساتھ

مجھکو محبت اب نہ رہی زندگی کے ساتھ
کیا زندگی گذر نہ سکے جب خوشی کیساتھ
خلقِ نکو کو سب نے خوشامد سمجھ لیا
کیا کیا مصیبتیں ہیں غریب آدمی کے ساتھ

یہ ابر زلف یہ برقِ نظر معاذ اللہ
اگرچہ سین ہے دلکش مگر معاذ اللہ
میں کیا کہوں شبِ فرقت میں مجھ پہ کیا گذری
عجیب حال رہا رات بھر معاذ اللہ
بتوں کے عشق میں کیا کچھ نہیں کیا میں نے
بہت رہی ہے لبِ شیخ پر معاذ اللہ
طلسمِ حسنِ بتاں کے نہ پوچھیے احوال
دہن کا ذکر ہی کیا ہے کمر معاذ اللہ
جنابِ شیخ پھر آخر بسر کروں کیونکر
جدھر اُٹھاتا ہوں آنکھیں اُدھر معاذ اللہ
جو منہ لگائے وہ بت شیخ بھی پڑھیں الحمد
یہ دور ہی سے ہے بس اسقدر معاذ اللہ

فریبِ چشم ہے خوانِ جہاں کا رنگ اکبر
رمزا۔ زباں کا فتنہ، اثر معاذ اللہ

یہ عمر یہ حسن اور ناز و ادا۔ اسیر یہ سنگار اللہ اللہ
یہ گیسوئے پیچاں دامِ خرد یہ نرگسِ فتاں دشمنِ دیں
کانوں میں ترے کندن کی دمک بانہوں میں ترے عنبر کی مہک
بکھری ہوئی زلفیں دامِ بلا یہ چتونیں مژگاں تیرِ قضا
خود خامۂ قدرت نازاں ہے ہر چشم تماشا حیراں ہے

مستی نگہ اُف اُف کی جگہ۔ سینے کا اُبھار اللہ اللہ
یہ عارضِ رنگیں غیرتِ گل ہستی کی بہار اللہ اللہ
سینے پہ جواہر کی یہ چمک اور سینہ پہ یہ ہار اللہ اللہ
تقویٰ کی عدو یہ لغزشِ پا یہ رنگِ خمار اللہ اللہ
اِس صفحۂ عنصرِ خاکی پر یہ نقش و نگار اللہ اللہ

اُس ترقی کو ترقی میں کہوں گا اکبر
خود بھی بڑھتے رہیں احباب جو تنخواہ کیساتھ

بے بصیرت پہ ہدایت نے کیا کچھ نہ اثر
ہے یہ افسوس کہ آنکھیں نہ کھلیں راہ کیساتھ

رنگ تیرا ہمیں مطبوع نہیں اے دنیا
تجھ میں ہم جی تو رہے ہیں مگر اکراہ کیساتھ

دوست کہتے ہیں تغزل نہیں تجھ میں اکبر
دل لگانا ہی پڑا اب بت گمراہ کیساتھ

دیکھئے ربط نسیم سحر و غنچہ و گل
یوں نہیں دل کھول کے ملتے ہیں ہوا خواہ کیساتھ

شعر مجھ بیں تو سخن پر ہے تمہارے اکبر
زر کی جھنکار بھی سنتے ہو کہیں واہ کیساتھ

ہو گیا عشق تری زلف گرہ گیر کے ساتھ
سلسلہ دل کا ملا تھا اسی زنجیر کے ساتھ

لذتیں کرلی ہیں انسان کو دنیا میں ہلاک
زہر دیتی ہے یہ ظالم شکر و شیر کے ساتھ

پیار کے ساتھ خوشامد بھی کرو گے تب وصل
ہے یہ لازم کہ دعائیں بھی ہوں تدبیر کے ساتھ

جنبش ابروے قاتل کا اشارہ ہے یہی
کام چلتا ہے جو دنیا میں تو شمشیر کے ساتھ

جو زندان میں کئی شوق رہائی رخصت
ہو گیا اُنس مرے پاؤں کو زنجیر کے ساتھ

یاں کے معشوقوں کو مرشد نہ کریں کیونکر یاد
زہرہ جب ناچ رہی ہے فلک پیر کے ساتھ

مست ہے نغمۂ بلبل سے چمن میں اکبر
آپ محفل میں سنیں راگ مزامیر کے ساتھ

میری تقدیر موافق نہ تھی تدبیر کے ساتھ
کھل گئی آنکھ نگہباں کی بھی زنجیر کے ساتھ

کھل گیا مصحف رخسار بتان مغرب
ہو گئے شیخ بھی حاضر نئی تفسیر کے ساتھ

ناتوانی مری دیکھی تو مصور نے کہا
ڈر ہے تم بھی کہیں کھنچ آؤ نہ تصویر کے ساتھ

ہو گیا طائر دل صید نگاہ بے قصد
سعی بازو کی یہاں شرط نہ تھی تیر کے ساتھ

لحظہ لحظہ ہے ترقی پہ ترا حسن و جمال
جس کو شک ہو تجھے دیکھے تری تصویر کے ساتھ

بعد مدت کے ہیں کالج کا کوئی دل کیا رخش
اب محبت نہ رہی اُس بت بے پیر کے ساتھ

کچھ مزا گیہوں کا کچھ تو اُسکے کہنے کا خیال
میری یہ سب چُنیاں اور اُنکا کہنا ناز سے

آپ ہی کہئے کہ اِس موقع پر آدم کیا کریں
ہنس کے ہمسے بولتے ہیں اور اب ہم کیا کریں

بے وقت کا راگ ہے نہ سنئے
اکبر سے نہ کہئے راے سرِ سخن

واعظ کو مگر چھیڑئے کیوں
اُمیدِ مریض توڑئے کیوں

ہے لگا پوا اسقدر مرکز مگر کوئی نہیں
کہتی ہیں آہیں کہ بیٹھے تیرے دلکا ہم مقام
کیمپ میں پاتا ہوں یاروں کو جو کو دل ابتر

فکر بیجا ہم لے رہے ہیں اور گھر کوئی نہیں
سب مگر شہرت طلب ہیں با اثر کوئی نہیں
یہ اثر اصطبل کا ہے ورنہ خر کوئی نہیں

اِدھر اُترا ہے چہرہ کوہکن کا کوہ پر جُھککر
حرم والوں سے کیا نسبت بھلا ہم اہلِ ہوٹل کو
مرے الفاظ کا رنگ آج مستانِ سخن دیکھیں

اُدھر کب تخت پر سے حضرتِ پرویز اُترے ہیں
وہاں قرآن اُترا ہے یہاں انگریز اُترے ہیں
یہ شیشے بادۂ مضموں کے کتنے تیز اُترے ہیں

دہر میں سوختۂ گرمیٔ بازار نہ ہو
نقشِ دل ہو صفتِ معنیٔ رنگیں بدوست
خیلگوئی فصحا رکھ نہیں سکتے جائز
سانس کی طرح چلے منزلِ ہستی میں بشر
نہیں آزاد جو اپنوں سے تعلق کرے قطع
سر جسے بھی رہوں آزاد تر اس گلشن میں
مقدرت شرط ہے ہر چند کہ ہو قدرشناس

دل میں ہو خون تو سودا کا خریدار نہ ہو
رنگ ظاہر پہ نہ جا نقش بہ دیوار نہ ہو
اِنکی خواہش ہے کہ لفظوں کی بھی تکرار نہ ہو
مدعا یہ ہے کہ دم بھر کو بھی بیکار نہ ہو
وہ ہے آزاد جو غیروں کا گرفتار نہ ہو
نخلِ ہستی پہ مرے برگ کا بھی بار نہ ہو
بے بصیرت نہ سمجھ لو جو خریدار نہ ہو

بزم ہے شعلہ مزاجوں کی سنبھل اے اکبر
برقِ خرمن کہیں یہ گرمیٔ گفتار نہ ہو

اسنے تو بہرِ خدا درپئے آزار نہ ہو
یارب ایسا کوئی بیجا نہ عطا کر جس کا بیا

خیر راحت نہ سہی زیست تو دشوار نہ ہو
ایسی گذرے کہ تصور بھی گنہگار نہ ہو

عیش باغ اکبر کا جو تھا اب وہ اک غمخانہ ہے
ذکر مرگ آرزو ہے اور گردہ باکیاں

کچھ غم نہیں اگر میں مایوس ہو گیا ہوں
اب یاس سے بہت کچھ مانوس ہو گیا ہوں
کافی ہے سوز باطن انوار معرفت کو
اپنی ہی شمع دل کا فانوس ہو گیا ہوں

کتنی باتیں پیہم اس دور فنا میں ہو چکیں
ابتدائیں کتنی داخل انتہا میں ہو چکیں
سوچ تو دل میں تو اے مصروف حال صبح و شام
کتنی صبحیں ہو چکیں اور کتنی شامیں ہو چکیں

فکر دنیا انبساط دل سے ہے نا آشنا
آپ کی کلیاں شگفتہ اس ہوا میں ہو چکیں

ہر اک یہ کہتا ہے اب کار دیں تو کچھ بھی نہیں
یہ سچ بھی ہے کہ مزا بے یقیں تو کچھ بھی نہیں
تمام عمر یہاں خاک اوڑا کے دیکھ لیا
اب آسمان کو دیکھوں زمیں تو کچھ بھی نہیں
مری نظر میں تو بس ہے انھیں سے رونق بزم
وہی نہیں ہیں جو اے ہم نشیں تو کچھ بھی نہیں
حرم میں مجھ کو نظر آئے صرف زاہد خشک
مکان خوب ہے لیکن مکیں تو کچھ بھی نہیں
ترے لبوں سے ہے البتہ اک حلاوت زیست
نبات۔ قند۔ شکر۔ انگبیں تو کچھ بھی نہیں
دماغ اب تو سوں کا ہے چرخ چارم پر
بڑھا دیا مری خواہش نے تھیں تو کچھ بھی نہیں
یہ قول حضرت محشر کلام شاعر کا
پسند آئے تو سب کچھ نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ سب کہتے ہیں کہ تمھیں ہو جو کچھ ہو اے اکبر
ہم اپنے دل میں سمجھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں

ہے دلوں سے شرر [illegible] کیونکر کریں
سارا عالم کہہ رہا ہے ہاں نہیں کیونکر کریں
[illegible] دنیا کو [illegible] ہے ترے زندگی
ہے مدار کار ملت ترک دیں کیونکر کریں

[illegible] علم و ہنر تو خوب ہے اکبر مگر
[illegible] ہم آخر یں کیونکر کریں

جو مست ہیں اُنکو ہوش نہیں جو ہوش میں ہیں وہ گم صُم ہیں
ہر حال میں ہے خالق پہ نظر ہم اُنمیں نہیں ہیں اے اکبر
جب نعمت ہو تو منطق ہے جب آفت ہو تو گم صُم ہیں

ظلم جتنے ہیں ہمیں پر وہ کئے جاتے ہیں
شیخ کے حق میں اُٹھا رکھا ہے کیا رندوں نے

ہم بھی ایسے ہیں کہ اسپر بھی جئے جاتے ہیں
ظرف انہیں کا ہے کہ سب کچھ یہ پئے جاتے ہیں

زمانِ حال میں اگلے فسانے امر ماضی ہیں
شراب اُڑتی ہے پبلک میں روا ہے خون تقویٰ کا

جو تلواریں چلاتے تھے وہ اب ٹھوکر پہ راضی ہیں
مزا ہے اب تو رندوں کو نہ مفتی ہیں نہ قاضی ہیں

وہ شرارت سے مرے گھر سرِ شام آتے ہیں
غیر کے ذکر میں کرتے نہیں میرا وہ لحاظ
اعتبار اُنکا کر اکبر جو ہیں پابند نماز

یہ دکھانا ہے کہ غیروں کے پیام آتے ہیں
تذکرے آتے ہیں اور نام بنام آتے ہیں
ہیں یہی لوگ کہ جو وقت پہ کام آتے ہیں

وعظ کالج میں جو کہہ آتے ہیں اکثر اکبر
کیا یہ گرتی ہوئی دیوار کو تھام آتے ہیں

حورِ مس کو مئے گلگوں کو پری کہتے ہیں
اللہ اللہ ہے یہ نورِ فلک و رنگِ زمیں

شیخ خوش ہوں کہ خفا ہم تو کھری کہتے ہیں
سچ تو یہ ہے کہ اسے جلوہ گری کہتے ہیں

حسن کے باب میں اکبر کی سند ٹھیک نہیں
یہ تو ہر اک بُتِ کمسن کو پری کہتے ہیں

ہیں سنی تجھی میں غزالوں کی بہت چالاکیاں
روکدیں اُنہیں حیلنے نشہ کی بیباکیاں
ایک گردش میں کیا خون دو عالم کو مباح
بحرِ عشم کو کردیا افسردگی نے منجمد
دیکھ تو لے دستِ ساقی میں ہے گلگوں کا جام

ہائے اِن آنکھوں کی ہی اُنمیں کہاں بیباکیاں
رہ گئیں میری تمنا کی وہ سب چالاکیاں
چشمِ مستِ ناز کی اللہ رے سفاکیاں
ہو چکیں دردِ آشنا دل کی وہ سب تیزاکیاں
شیخ کی نیت کی رہجائینگی ساری پاکیاں

تحقیر مولوی کی نہ کرائے گی جو ٹیٹ
واللہ اب بھی فرد ہیں یہ اپنے ڈھنگ میں

بلبل دل کے لئے ہر داغ گلشن ہے یہاں
ہے تجلی نور حیرت کی ہر آہ شعلہ بار
شعلہ ہائے غم سے ہے نشو و نمائے باغ دل
راحت و آرام جاں سب ہے مقدم اے دوست
منزل ذوق نظر ہے سالکوں کو پر خطر
شعلہ غم سے دل سوزاں میں اک جان آگئی

ہر نفس راہ جنوں میں گل بداماں ہے یہاں
ہر طپش سینے کی برق طور ایمن ہے یہاں
دامن ابر کرم ہر برق خرمن ہے یہاں
راہ غفلت جو چلے وہ سانس دشمن ہے یہاں
عکس نقش عالم ایجاد رہزن ہے یہاں
روح پر در اختلاط برق و خرمن ہے یہاں

کتاب دل میں میرے عاشقانہ دیکھکر مضمون
کیا اُس چشم نے ایما کہ ہم بھی صاد کرتے ہیں

مری بینائی دل پر ادا سے مسکراتے ہیں
قیامت کرتے ہیں تجلی یہ وہ بجلی گراتے ہیں

فانی ہے حسن بت یہ میں کیا جانتا نہیں
فریاد ہی سے کاش طریقے ہوں منضبط
اس انقلاب پر جو میں روؤں تو ہے بجا
کس رخ چلوں رسول تو دنیا سے اٹھ گئے
میرے لئے شراب یہاں بھی ہے کیا حرام

مشکل یہ آپڑی ہے کہ دل مانتا نہیں
یک لخت ظلم کی بھی تو وہ ٹھانتا نہیں
مجھکو وطن میں اب کوئی پہچانتا نہیں
اللہ ہے سوا اُسکو میں پہچانتا نہیں
اس شہر میں تو کوئی مجھے جانتا نہیں

اکبر ہنوز اُن سے ہے اُمیدوار لطف
بدلی ہوئی نگاہ کو پہچانتا نہیں

جب توقف ہے زباں ثبوں ہی کی راہ آگیا
دل بھی نہ رہ سکیگا خدا کی پناہ میں

بدلے ہی گا اک دن دور فلک مایوس یہ ناحق ہم تم ہیں
گلزار میں ہے پھولوں کی خنک افلاک پہ تاباں انجم ہیں
کیا یہ اثر اس دور میں ہے ساقی کی نظر بھی غنودہ ہے

عالم ہے بے خودی کا مے کی دکان پر ہیں
ساقی یہ ہیں نگاہیں ہوش آسمان پر ہیں

دل اپنی ضد پہ قایم وہ اپنی آن پر ہیں
جتنی مصیبتیں ہیں سب میری جان پر ہیں

دنیا بدل گئی ہے وہ ہیں ہمیں کہ اب تک
اپنے مقام پر ہیں اپنے مکان پر ہیں

میرا وہ دل نہیں ہے جو ہم نشیں لب ہو
یہ آپ ہیں کہ ہر دم اپنی زبان پر ہیں

پامال ہیں مگر ہیں ثابت قدم وفا میں
ہم مثل سنگ در کے اُس آستان پر ہیں

اب تک ہے یاد ہمکو اپنی بلند نامی
اب بھی مٹے ہوئے ہم مٹتے نشان پر ہیں

ہر در کو ہم نے پایا ہے جلوہ گاہ تیرا
نقش جبیں ہمارے ہر آستان پر ہیں

یہ صورتیں تمھاری یہ ناز یہ ادائیں
قربان اے بتو ہم خالق کی شان پر ہیں

انداز وہ نظر کے جو آرزو کو روکیں
باتیں جو کردیں ساکت اُن کی زبان پر ہیں

شکر خدا کہ اُنکے قدموں پہ سر ہے اپنا
اسوقت کچھ نہ پوچھو ہم آسمان پر ہیں

یہ قطرہ ہاے شبنم ہیں زینت گل تر
یا موتیوں کی لڑیاں اُس گل کے کان پر ہیں

ہر ذرہ کوئے عشق احمد کا کہہ رہا ہے
جو اس زمین پر ہیں وہ آسمان پر ہیں

اب تک سمجھ رہے ہیں دل میں مجھی مسلماں
قایم ہنوز یہ بت اپنے گمان پر ہیں

اسلوب نظم اکبر فطرت سے ہے قریں تر
الفاظ ہیں محل پر معنی مکان پر ہیں

اک نقش مٹ گیا ہے روتے نشان پر ہیں
دل میں ہے داغ حسرت قصے زبان پر ہیں

خلقت میں جلوۂ حق پاتے ہیں اہل عرفاں
آنکھیں زمین پر ہیں دل آسمان پر ہیں

ہے دیدنی یہ گرمی بازار کافری کی
گاہک بنا ہے تقوی بت بھی دکان پر ہیں

[illegible] ہیں [illegible] سمجھے [illegible] ہیں محل
یہ اعتراض اُنکے دل کی زبان پر ہیں

[illegible]
اے شمع ہم تو عاشق تیری زبان پر ہیں

غنچۂ بسمل سمجھو [illegible]
اسوقت بے کسی میں گویا زبان پر ہیں

یہ خیر اندیش بھی حاضر ہے تدا تیونکے زمرے میں
ادھر بھی اک نظر اپنی خوش اخلاقی کے صدقے میں

تمہارے سرو قامت کو لکھے گر کلک قدرت نے
دکھا دی خوبیٔ انشائے ہستی ایک جملے میں

اگر ڈھونڈھو تو اکبر میں بھی پاؤ گے ہنر کوئی
اگر چاہو نکالو عیب تم اچھے سے اچھے میں

کیا کہیں اوروں کو یہ ایسے ہیں وہ ایسے ہیں
سچ جو پوچھو تو ہمیں کون بہت اچھے ہیں

جانتے ہیں کہ اجل سر پہ کھڑی ہے لیکن
محو ہیں انجمنِ دہر میں خوش بیٹھے ہیں

عقل حیران ہے پروانوں کی اس حالت پر
شمع کو حس نہیں یہ جان دئے دیتے ہیں

منھ دیکھتے ہیں حضرتِ احباب پی رہے ہیں
کیا شیخ اسی لئے اب دنیا میں جی رہے ہیں

میں نے کہا جو اس سے ٹھکرا کے چل نہ ظالم
حیرت میں آ کے بولا کیا آپ جی رہے ہیں

احباب اُٹھ گئے سب اب کون ہم نشیں ہو
واقف نہیں ہیں جن سے باقی وہی رہے ہیں

پریوں کے عاشقوں کو سودا ہوا ہے سوں کا
جو پھاڑتے تھے جامہ اب کوٹ سی رہے ہیں

دل کو خود چھیڑے جو وہ ترچھی نظر تو کیا کروں
چین سے رہنے نہ دے دردِ جگر تو کیا کروں

جانتا ہوں میں کہ خواہش موت کی اچھی نہیں
زندگی بے لطف ہو جائے مگر تو کیا کروں

سینے سے پُر سوز آہیں اُٹھتی ہیں اے ہمنشیں
لب پہ آ کر یہ جو نکلیں بے اثر تو کیا کروں

ہے خطا میری جو نکلے منھ سے لفظِ آرزو
آنکھ سے نکلے محبت کی نظر تو کیا کروں

دیر کیسا دل ہی میں کر لیتے ہیں ہم بت کدہ
جلوہ گاہ اُنکا خدا ہی کا ہو گھر تو کیا کروں

کھل گیا مجھ پر درِ دل اے حضور
غم نہیں گر آپ کا در وا نہیں

آ گیا فضلِ خدا سے خوئے صبر
اب مصیبت کی مجھے پروا نہیں

کروں اُن سے اسکا میں کیا گلا کہ توجہ انکی ادھر نہیں
مرا حال تو ہے یہ ہمنشیں کہ خود آپ اپنی خبر نہیں

گردشِ گردوں سے ہر دم ہم رنج افزا میں ہیں
یہ بھی اک سودا ہے ورنہ کیا ہمیں دنیا میں ہیں

ناصحِ ناداں نے مطلب میرا سمجھا ہی نہیں
کیا سمجھتا؟ عالمِ دل میں تو وہ تھا ہی نہیں

کان نے ہوش کو الجھایا ہے افسانوں میں
آنکھ نے دل کو پھنسا رکھا ہے ارمانوں میں

سبھی ہیں نیچر کے جلسے میں مرے شانوں میں
واہ کیا جوش ترقی ہے مسلمانوں میں

شیخ جی آپ کو اللہ سلامت رکھے
آپ کا دم بھی غنیمت ہے مسلمانوں میں

نام اللہ و رسول اب تو ہیں کم سنتا ہوں
پہلے رائج تھے یہ الفاظ مسلمانوں میں

پڑھ کے منصور کی حالت مجھے وجد آتا ہے
خوب مضمون ہیں اللہ کے دیوانوں میں

گرمی دل جو ہے منظور تو منطق یہ نہ پا
عشق ہے آگ لگانے کے لئے جانوں میں

جس نے رکھا نہ فضولی سے سروکار اکبر
مرد عاقل ہے وہی دہر کے مہمانوں میں

صاحب حسن مری آہ سے خوش رہتے ہیں
جس طرح اہل سخن واہ سے خوش رہتے ہیں

ہر مصیبت کی یہ توجیہ کیا کرتا ہے
اس لئے ہم دل آگاہ سے خوش رہتے ہیں

قائل قدر طبیعت ہے ہماری اکبر
ہیں مصیبت میں اور اللہ سے خوش رہتے ہیں

یہ نکتہ ہائے بصیرت افزا جمال معنی میں کم نہیں ہیں
کہ شکل ظاہر جو دیکھتے ہو ہمارا پرتو وہی ہم نہیں ہیں

کنارہ کش ہو گئے ہر اک سے نہ ہو تعلق نہ ہو تردد
خوشی نہیں ہے یہی ہے اک غم طرح طرح کے الم نہیں ہیں

کچھ آج علاج دل بیمار تو کر لیں
اے جان جہاں آؤ ذرا پیار تو کر لیں

منھ ہم کو لگاتا ہی نہیں وہ بت کافر
کہتا ہے یہ اللہ سے انکار تو کر لیں

سمجھے ہوئے ہیں کام نکلتا ہی جنوں سے
کچھ تجربہ سبحہ و زنار تو کر لیں

سو جان سے ہو جاؤنگا راضی میں سزا پر
پہلے وہ مجھے اپنا گنہگار تو کر لیں

حج سے ہمیں انکار نہیں حضرت واعظ
طوف حرم کوچہ دلدار تو کر لیں

منظور وہ کیوں کرنے لگے دعوت اکبر
خیر ان سے ہے کیا بحث ہم اصرار تو کر لیں

اے حریصِ بادہ ساغر کی تجھ کو کیا ضرورت
نعمت سمجھ بلا کو لے لذّتِ تماشا

ناکامیوں پہ اپنی روئینگے ہم کہاں تک
آخر یہ مخزنِ اشک ہے چشمِ نم کہاں تک

کہتے ہیں دوست اکبر کو دیکھ کر بہ حسرت
ہے اسکا دم غنیمت لیکن یہ دم کہاں تک

قربِ منزل کا مجھے دیتے ہیں مژدہ کیا خضر
ناتوانی سے مٹا جاتا ہے آپس کا رہ میں

ضعف سے یاں تو ہے دوگام بھی چلنا مشکل
نبض کے ساتھ ہے اب سانس کو چلنا مشکل

ہیں ہوا پر کفر کے گیسوے پریشاں اندنوں
کوے دل میں کیونکر آئے بوے ایماں اندنوں

علمِ دیں مفقود ہے گم ہے صراطِ مستقیم
خضرِ رہ بنتا ہے ہر غولِ بیاباں اندنوں

اپنے اُشتر کو یہ کیا لیجائے گا سوے حجاز
مست خود ہے بینڈ کی گت پر حدی خواں اندنوں

پڑھ رہا ہے کفر زُلفِ علّت و معلول سے
حُسنِ فطرت ہے حجابِ روے یزداں اندنوں

شارحِ دیوانِ ہستی ہے قیاسِ مغربی
ہے ازل بھی تجربوں کے زیرِ فرماں اندنوں

یاد کرتا ہے گذشتہ با اثر لاحول کو
شیخ کو طعنے دیا کرتا ہے شیطاں اندنوں

کفر نے سائنس کے پردے میں پھیلائے ہیں پانوں
بے زباں ہے بزمِ دل میں شمعِ ایماں اندنوں

صورتِ امروز میں گم ہے نگاہِ ناتواں
نقشِ فردا چشمِ باطن سے ہے پنہاں اندنوں

زندگانی کی چمک سے دیدۂ عبرت ہے بند
کم نظر ہے جانبِ گورِ غریباں اندنوں

ہے اوولیوشن[1] بس اک تفسیرِ رب العالمین
کاش اس نکتہ سے واقف ہوں مسلماں اندنوں

مَن عَلَیہا فَان ہی پر ختم ہے قولِ فٹسٹ[2]
کیوں عبث برپا ہے اتنا شورِ طفلاں اندنوں

ہیں مشاغل محفلِ احباب کے ناگفتہ بہ
دم بخود بیٹھا ہے اکبر سا سخنداں اندنوں

ہیں ترے ہی واسطے اکبر یہ سارے شعبدے
دیکھ تو اُنکے یہاں مذہب کا ساماں اندنوں

جنکے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں
اُن کی خاک آج پڑی پھرتی ہے ویرانوں میں

[1] ارتقا [2] مسئلہ تنازع للبقا

تہذیب کے خلاف ہے جو لائے راہ پر
اب شاعری وہ ہے جو اُبھارے گناہ پر

کیا پوچھتے ہو مجھ سے کہ میں خوش ہوں یا ملول
یہ بات منحصر ہے تمہاری نگاہ پر

چہرے نے دی شہادت غم زرد ہوا
سختی یہ کیوں ہوئی مرے سچے گواہ پر

جو دیکھا غور سے یہ بات ثابت ہو گئی آخر
وہی ظاہر وہی باطن وہی اول وہی آخر

وہی غالب رہے مجھکو ہوئی شرمندگی آخر
نہ مانا آپ نے اور خاطر اغیار کی آخر

وہاں الفاظ خضر رہ ہیں یاں معنی ہیں منزل پر
زباں کا اُنکو دعویٰ ہے تو مجھ کو ناز ہے دل پر

سماعت گوش گل میں ہے نہ بینا دیدۂ نرگس
عجب کیا گریۂ شبنم جو ہے اس بزم غافل پر

مذہب کا ہو کیونکر علم و عمل دل ہی نہیں بھائی ایکطرف
کرکٹ کی کھلائی ایکطرف کالج کی پڑھائی ایکطرف

کیا ذوق عبادت ہو انکو جو مس کے لبوں کے شیدا ہیں
حلوائے بہشتی ایکطرف ہوٹل کی مٹھائی ایکطرف

طاعون و تپ اور کھٹمل مچھر سب کچھ ہے یہ پیدا کیچڑ سے
پیپے کی روانی ایکطرف اور ساری صفائی ایکطرف

مذہب کا تو دم وہ بھرتے ہیں بے پردہ تو انکو کرتی ہیں
اسلام کا دعویٰ ایکطرف یہ کافر ادائی ایکطرف

ہر سمت تو ہے اک دام بلا رہ سکتے ہیں خوش کسطرح بھلا
اغیار کی کاوش ایکطرف آپس کی لڑائی ایکطرف

کیا کام چلے کیا رنگ جمے کیا بات بنے کون انکی سنے
ہے اکبر بیکس ایکطرف اور ساری خدائی ایکطرف

فریاد کئے جا اے اکبر کچھ ہو ہی رہیگا آخر کار
اللہ سے تو ہے ایکطرف صاحب کی دہائی ایکطرف

محفوظ ذہن رکھیں ہر دور ہم کہاں تک
اوراق ہسٹری میں نقش قلم کہاں تک

ہر قطرہ اور ذرہ ہے مورد حوادث
دفتر ترا کہاں تک زور قلم کہاں تک

شخصی عمل ہو خواہ قومی سب حالتیں ہیں فانی
کبر و غرور کب تک جاہ و حشم کہاں تک

دیکھیں جو کچھ تو سمجھیں پائیں جو کچھ تو جانیں
کب تک خیال جنت یہ قول و قسم کہاں تک

نصرت دکھا رہی ہے دنیا کی بے ثباتی
عجز عرب کہاں تک ناز عجم کہاں تک

تشدید ہو رہی ہے سمجھیں گے جو سمجھے
اکبر وثوق صحت اے محترم کہاں تک

مجال کیا کوئی کہدے خوشامدی مجھکو
اِسی سبب سے بہت سہل ہے خیابا کی مدح

بقیہ صیغے بھی ماضی بنیں گے حال کے بعد
رہا جو زندہ وہ دیکھے گا بیس سال کے بعد

نظارۂ بتِ بے دیں نہیں ہے ہلاکی روح
اب اختیار ہے تمکو اِس احتمال کے بعد

ہنسی خوشی سے ہے بہتر کنارہ کش ہونا
یہ لطف کیا کہ جدا اُن سے ہوں ملال کے بعد

رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد چمکے
فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو اے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلّت نہیں سوال کے بعد

رنج ہے زیرِ فلک عیش کی تمہید کے بعد
دیکھئے ماہ محرم ہی پڑا عید کے بعد

جلوۂ حسن کچھ آساں نہیں اے دیدۂ شوق
حور کا ذکر بھی ہے حشر کی تمہید کے بعد

فریاد ہے اُسی کی طپش سے زبان پر
پہلو میں دل نہیں ہے مصیبت ہے جان پر

دونوں کا ارتباط خدا ہی کے ہاتھ ہے
دانہ تو زیرِ خاک ہے ابر آسمان پر

دل کو بھی اُنکے ملنے سے بہتر ہے احتراز
ملتے نہیں جو رات کو اپنے مکان پر

قبروں سے دوستوں کی بھرے ہیں سوا اُدھر
لوں کتنے نام روؤں میں کس کس نشان پر

بت سے مراسلت ہے تو عنوان سادہ چھوڑ
ناخوش کہیں نہوں وہ ھُوَ المستعان پر

جو ہے زباں پہ دل کو نہیں اُس سے فائدہ
جو دل میں ہے وہ لا نہیں سکتے زبان پر

شکرِ خدا کہ شرم کی تکلیف سے بچے
یاروں کی اب تو بھیڑ ہے مَے کی دُکان پر

افسانۂ بہار و زبانِ نسیم۔ واہ
گُل جامہ چاک کرتے ہیں اِس داستان پر

جوش اُسکو کہتے ہیں کہ جو پیری میں بھی رہے
تقویٰ وہ ہے کہ جس کا اثر ہو جوان پر

از جمالت می تراود هر زمان شانے دگر
در خیالت می دمد هر دم گلستانے دگر

انقلابے هست در ذرات دہوشم هر نفس
هر زمان دارم ز تو جسمے دگر جانے دگر

دل عطا کردی بمن قربان احسانت شوم
درد بخشیدی به دل این باشد احسانے دگر

ڈریں نہ حشر کی گرمی سے عاشقانِ رسول
رہے گا خوانِ فلک پر ضرر سے وہ محفوظ
اگرچہ صبح کو پھیکے ہیں مثل مہ صائم

لگے گی پیاس تو کوثر کا جام آئیگا
جسے خیال حلال و حرام آئیگا
چمک اوٹھینگے یہ جب وقت شام آئیگا

غالباً خاتمہ بالخیر سمجھ لو اُس کا
لاکھ روپے کہ رہے جاتے ہیں اللہ و رسول

جسکے مرنے کا نئی روشنی نے غم نہ کیا
دیر کا کورس برہمن نے مگر کم نہ کیا

ایک اس عہد میں دو دل بھی نہیں اے اکبر
یہی باعث ہے کہ میں نے کبھی ہم ہم نہ کیا

یہ کیا صورت ہوئی پیدا یہ ان کا ادعا کیا
ہمیں تو رنگ و بوئے گل یہ محبوبی ہے مستی ہے
بس آنکھیں بند ہوتی تھیں کہ بند آنکھیں کا نام

بتانِ دیر کہتے ہیں ہمیں دیکھو جت اکیسا
مریضوں کو خبر ہو گی کہ ہے اسکا مزا کیسا
کسے اب یاد نقشہ عالمِ ہستی کا تھا کیسا

حلاوت زندگانی کی کہاں اس تلخ کامی میں
خدا کا حکم ہے جیتے ہیں اے اکبر مزا کیسا

اے دورِ فلک دنیا میں مجھے اب لطف ذرا باقی نہ رہا
محرومی کا شکوہ بھول گئے کیا بائی پر اپنی فخر ہوا

جب ہم نفس اپنے اُٹھ گئے سب جینے کا مزا باقی نہ رہا
پیش و پس دولت میرے سوا جب کوئی گدا باقی نہ رہا

یہ پروانہ ہے جس نے دیدہ بازی کا ہنر جانا
یہی باتیں ہیں جن کی یاد تڑپا دیتی ہے دل کو
ہمارے دیر میں آکر کبھی اے شیخ بیٹھو تو
دلِ مشتاق اندیشوں سے کہتا ہے یہی ہر دم

اسی کا کام ہے ذوقِ نظر میں جل کے مر جانا
مزا انگڑائیاں لینا اور اُس ظالم کا ڈر جانا
نظر بت پر نہ کرنا اللہ ہی اللہ کر جانا
اُسی کو ڈھونڈتے رہنا جہاں ہونا جدھر جانا

کھلے گل بہار آئی چمن کا سماں بدلا
غموں سے رہائی ہو تردد نہ رہ جائے
سمجھ میں مضرت ہے مزا ہے جو مستی ہو

ادھر آ مرے ساقی پلادے مجھے صہبا
مزے میں غزل گاؤں کسی کا نہ ہو کھٹکا
خدا پر بھروسہ اگر عیش ہے غمِ فردا

ع — بحر طویل مخصوص بہ عرب فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن۔

تجربے نے حبِ دنیا سے سکھایا احتراز
پہلے کہتے تھے فقط منہ سے اور اب کرنا پڑا

شیخ کی مجلس میں بھی مفلس کی کچھ پرسش نہیں
دین کی خاطر سے دنیا کو طلب کرنا پڑا

کیا کہوں بے خود ہوا میں کس نگاہِ مست سے
عقل کو بھی میری ہستی کا ادب کرنا پڑا

اقتضا فطرت کا رکتا ہے کہیں اے ہم نشیں
شیخ صاحب کو بھی آخر کارِ شب کرنا پڑا

عالمِ ہستی کو تھا مدِّ نظر کتمانِ راز
ایک شے کو دوسری شے کا سبب کرنا پڑا

شعر غیروں کے اسے مطلق نہیں آتے پسند
حضرتِ اکبر کو بالآخر طلب کرنا پڑا

تیغیں نیام میں ہیں انداز جنگ بدلا
خاموش ہیں زبانیں محفل کا رنگ بدلا

مائی کو پوت کی اب مطلق خبر نہیں ہے
انگریزوں سے مل کر انداز گنگ بدلا

مجھ سے غمِ پنہاں کا بیاں ہو نہیں سکتا
دل سینے میں ہے منہ میں زباں ہو نہیں سکتا

تم غیر کے پہلو میں ہو میں بزم میں بیٹھا ل
مجھ سے تو بیاں اے جانِ جہاں ہو نہیں سکتا

آنکھوں نے جو دیکھا ہے ترے حسن کا عالم
واللہ زبانوں سے بیاں ہو نہیں سکتا

معنی کی شعاعوں سے جو لکھ جاتا ہے دلبر
سچ یہ ہے وہ لفظوں میں بیاں ہو نہیں سکتا

کس طرح کلیسا میں پڑھوں سورۂ اخلاص
ظاہر ہے کہ یہ کام یہاں ہو نہیں سکتا

بہتر ہے کہ ہو صبر کی قوت میں ترقی
اُن پر اثرِ آہ و فغاں ہو نہیں سکتا

اکبر تری باتیں کبھی ہوتی ہیں نہیں ختم
کیا حال ہے تیرا کہ بیاں ہو نہیں سکتا

یقیں خدا کا بتاتے ہیں جیسے سے کیوں نہ کیا
نہ پوچھو کارِ نبی دور بیں نے کیوں نہ کیا

جو دل میں آتی ہے اسے وہ خوش نہیں کرتی
سکوت خوب ہے لیکن تمہیں نے کیوں نہ کیا

اٹھائی میں نے [illegible] حمد و ثنا
یہ کام آپ کی جبیں نے یہاں سے کیوں نہ کیا

مجھے تو ملتے ہیں اقتضائے عشق کے طعنے
تمہاں چال کو اپنے انہیں سے کیوں نہ کیا

جہانِ بے بقا سے کیا لگائے دل کوئی اکبر
گیا وہ آج یہ حسرت جو ارماں لے کے کل آیا!

اشارہ ہے یہی بادِ صبا کا
نسیمِ صبحگاہی وجد میں ہے

چمن اک رنگ ہے اُس کی ادا کا
عجب مطلب ہے بلبل کی صدا کا

عجیب برق بلا تھا نظارہ اُس بس کا
نسیم و گل کے تعلق پہ یہ نہیں غمّاز

وجود ہی نہ رہا دل میں دین کے حس کا
خدا زیادہ کرے نورِ چشمِ نرگس کا

خرد کی تفرقہ جوئی سے انتشار رہا
نشانِ شوکتِ انساں سبھی تو مٹ بھی گئے

ہمیشہ مجھ پہ یہ کم بخت ہوش بار رہا
خدا کا نام ہی عالم میں برقرار رہا

بانکپن دل میں عقیدوں پہ وہ جوبن نہ رہا
لان ٹینس کے لئے بن گئے شاہی گلزار

کی ترقی تو بہت پر وہ میاں پن نہ رہا
ساتھ سبزے کے ہجومِ گل و سوسن نہ رہا

راز کھل جاتا ہمارے نالۂ و فریاد کا
آسماں نے دل کی بربادی کی کچھ پروا نہ کی
اِس نگاہِ حسرت آگیں سے نہایت تنگ ہوں
مس ہوا ہے باغ کا ہے اب پروں کو ناگوار
میری نظروں سے گری رہتی ہے دنیا دنی

آپ سنتے ہی نہیں قصۂ دلِ ناشاد کا
کھیل تھا ویران کرنا خانۂ آباد کا
ہاتھ اُٹھتا ہی نہیں مجھ پر کسی جلاد کا
اتنا خوگر ہو گیا ہوں پنجۂ صیاد کا
عرش منزل ہے یہ پہلو طبع کی اُفتاد کا

اُن کے پرچے کیلئے اکبر نے کہدی یہ غزل
شکر ہے اُترا تقاضا حضرتِ آزاد کا

اب تو ہے عشقِ بتاں میں زندگانی کا مزا
ہے سبب جوشِ جنوں کا رنجِ ہجراں اے حضور

جب خدا کا سامنا ہوگا تو دیکھا جائیگا
آپ تو تشریف لائیں ہوش بھی آجائیگا-

عشق بت میں کفر کا مجھ کو ادب کرنا پڑا
صبر کرنا فرقتِ محبوب میں سمجھے تھے سہل

جو برہمن نے کہا آخر وہ سب کرنا پڑا
کھل گیا اپنی سمجھ کا حال جب کرنا پڑا

یہ گہر فشانی متصل ہے فقط نتیجۂ جوشِ دل | نہ ہوا میں طالبِ انجمن نہ کسی سے میں نے صلا لیا

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقین آیا | اُسے جینا نہیں آیا جسے مرنا نہیں آیا

علیگڈھ کو شرف بخشا ہے اقبالِ نصاریٰ نے | کہ جو مسلم اُٹھا شوقِ ترقی میں یہیں آیا

وہ اک دن تھا میاں کو عار تھا صاحب بھی بننے میں | پڑا اب سایۂ مغرب تو بی بی بھی بنیں آیا

ترقی مستقل وہ ہے جو روحانی ہو اے اکبر
اُڑا جو ذرۂ عنصر وہ پھر سوئے زمیں آیا

چھا گئی زردی چمن پر جلوۂ گل ہو چکا | جور صرصر کے دن آئے دورِ بلبل ہو چکا

واعظا تجھ کو مبارک سنبلِ تقویٰ کے پیچ | اب تو دل میرا اسیرِ دامِ کاکل ہو چکا

بحرِ عرفاں کے لئے ہے کشتیٔ دل لازمی | سود منداِس راہ میں الفاظ کا پل ہو چکا

کیا دل آگاہ سینوں میں نہیں باقی رہے | سنتے ہیں سرمایۂ اہلِ توکل ہو چکا

سانس لینے میں بھی اے اکبر کرو اب احتیاط
موقعِ فریاد و آہِ بے تامل ہو چکا

یہ جلوۂ حق سبحان اللہ یہ نورِ ہدایت کیا کہنا | جبریل بھی ہیں شیدا اُنکے یہ شانِ نبوت کیا کہنا

وہ کفر کی ظلمت دور ہوئی اور محفلِ دیں پر نور ہوئی | یہ مہرِ ہدیٰ سبحان اللہ یہ صبحِ سعادت کیا کہنا

جس دل میں ہو پرتو کرسی و عرش اُس دل کی بلندی صلِّ علےٰ | جس سینے میں قرآں اُترا ہو اُس سینے کی عظمت کیا کہنا

تسبیح سے دنیا گونج اُٹھی تکبیر کا غل تا عرش گیا | تاثیرِ ہدایت صلِّ علیٰ یہ جوشِ عبادت کیا کہنا

نغمہ ہے ترا دلکش اکبر مضموں ہے ترا پاکیزہ و تر
بلبل کے ترانے صلِّ علیٰ پھولوں کی لطافت کیا کہنا

عمل اُٹھنے ہوا رخصت عقیدہ دل میں خلل آیا | کوئی پوچھے کہ اُن کے ہاتھ کیا نعم البدل آیا

بیاں کرتا تھا بربادی کا اک برگِ خزاں دیدہ | رہا میں باغ میں دو دن کفِ افسوس مل آیا

محلّے میں نہ کی جب شیخ کی وقعت عزیزوں نے | تو بیچارہ کمیٹی ہی میں جا کر کود اُچھل آیا

بازارِ مغربی کی ہوا سے خدا بچائے
میں کیا مہاجنوں کا دوالا نکل گیا

کام کوئی مجھے باقی نہیں مرنے کے سوا
کچھ بھی کرنا نہیں اب کچھ بھی نہ کرنے کے سوا

حسرتوں کا بھی مری تم کبھی کرتے ہو خیال
تم کو کچھ اور بھی آتا ہے سنورنے کے سوا

موت سے ڈرتے ہیں اب پہلے یہ تعلیم نہ تھی
کچھ نہیں آتا تھا اللہ سے ڈرنے کے سوا

محوِ حیرت ہی رہی بحر میں ہر چشمِ حباب
کچھ نہ تھی ہستی امواج گزرنے کے سوا

میرے شکووں کو نہ پوچھیں رہیں خاموش حضور
کچھ نہ بن آئے گی واللہ مکرنے کے سوا

عشق کے فن میں ہے اکبر کا بھی درجہ عالی
عیب کچھ اسمیں نہیں ضبط نہ کرنے کے سوا

نہ باشد معتبر دل را سکون و اضطراب اینجا
غم و شادیست گردِ کاروانِ انقلاب اینجا

میا سادہ ز ہجومِ جلوۂ دنیا کہ می بینم
سکونِ یک نفس سرمایۂ صد اضطراب اینجا

فریبِ بحرِ ہستی مایۂ کبر است غافل را
بہ اوجِ چرخ خواہد سر کشیدن ہر حباب اینجا

ز قرآں بے خبر منشیں و از عقبیٰ مشو غافل
چہ خوش گفت اکبرِ خوش گو حساب آنجا کتاب اینجا

تو نے جسے بنایا اُس کو بگاڑ ڈالا
اے چرخ میں نے اپنی عرضی کو پھاڑ ڈالا

برباد کیا اجل نے مجھکو کیا؟ یہ کہئے
روحِ رواں سے اپنے دامن کو جھاڑ ڈالا

دستار و پیرہن گم اور جیب دیکھ خالی
تہذیبِ مغربی نے ہمکو پچھاڑ ڈالا

دنیا و دیں ہوئے دنیا نے منہدم کی
طوفاں نے شجر کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا

اچھا ملا نتیجہ مجھکو مراسلت کا
قاصد کو قتل کرکے نامے کو پھاڑ ڈالا

پیام آرہا ہے دلِ بیقرار کا
قائم ہے سلسلہ مرے اشکوں کے تار کا

لائق ہوا ہے بوسۂ دامانِ یار کا
اللہ رے حوصلہ مرے مشتِ غبار کا

باغِ جہاں میں کوئی روش بے خلش نہیں
دوڑاؤں گل پہ ہاتھ تو کھٹکا ہے خار کا

غم و ہم سے بچاتا ہے بشر کو مست رہنا
تمھیں دیکھ سُن کے فطرت نے یہ نقش کھینچے ورنہ
دل و دیں ہیں سب کے صدقے یہ وہ خود نمایاں ہے
نہ اُبھارتا جو گردوں تو وہ کیوں یہ ظلم کرتے
حسنِ نظامی اکبر کا کلام سُن کے بولے

مجھے شاعری نہ آتی تو میں بادہ نوش ہوتا
نہ یہ ہوتی چشمِ نرگس نہ یہ گل کا گوش ہوتا
کوئی زندہ ہی نہ رہتا جو وہ خود فروش ہوتا
کچھ اثر فغاں میں ہوتا تو میں کیوں خموش ہوتا
میں تجھے ولی سمجھتا جو تو خرقہ پوش ہوتا

[illegible] شمع سے پروانہ دور ہی اچھا
[illegible] مجھے اے شیخ چشم ساقی نے
[illegible] ہوش ہیں قربان ایسے جلوے پر
[illegible] کے لئے کوئی مستقل مرکز
[illegible] میں رہتا ہے بادۂ عرفان

اگر ہے عشق تو قرب حضور ہی اچھا
غرور زہد سے مے کا سرور ہی اچھا
حباب حضرتِ موسیٰ کو طور ہی اچھا
یہی ہے عقل تو دل اس سے دور ہی اچھا
سُنا ہے میں نے کہ یہ شیشہ چور ہی اچھا

[illegible] پیمانہ رہ گیا
[illegible] دیوانہ رہ گیا

دنیا میں بزم جم کا اک افسانہ رہ گیا
افسوس شمع بجھ گئی پروانہ رہ گیا

[illegible] سب پیدا
[illegible] کے طالب

مگر لازم ہے پہلے تیرے دل میں ہو طلب پیدا
وہی پیدا کریگا دن بھی کی ہے جس نے شب پیدا

[illegible] کیا تھا
[illegible] گور

خوب تھی موت سوا موت کے چارہ کیا تھا
ہم نے بھی دل میں یہ سمجھا کہ ہمارا کیا تھا

[illegible] وہ تماشا نکل گیا
[illegible] سے پینے والے ہی رہ گئے
[illegible] نیند آگئی
[illegible]

اب گرد رہ گئی ہے یہ میلا نکل گیا
روحانیات کا وہ اکھاڑا نکل گیا
نکلی بدن سے جان تو کانٹا نکل گیا
اچھا ہوا بخار تو دل کا نکل گیا
[illegible] بھی کچھ ثبات ہے آیا نکل گیا
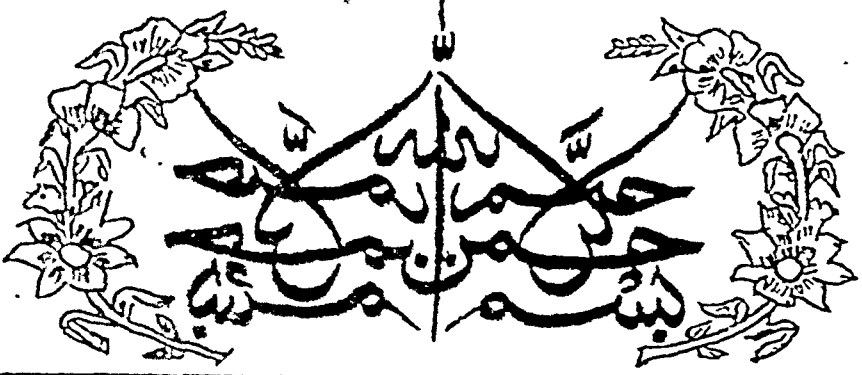
ذہن میں جو گھر گیا لا انتہا کیونکر ہوا
جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

دل کو جو پہونچائے ایذا وہ نہیں ہے اہل دل
ظلم کا باعث جو ہو درد آشنا کیونکر ہوا

طالب دنیا کو اکبر کس طرح سمجھوں میں خضر
خود جو گم ہے فکر میں وہ رہنما کیونکر ہوا

وقت طلوع دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

اسنے خدا کو مانا وہ ہو رہا انھوں کا
یا اسنے خوب سمجھا یا اسنے خوب دیکھا

نام خدا کو اکثر زیب زباں تو پایا
عشق بتاں کو لیکن نقش قلوب دیکھا

اوروں پہ معترض تھے لیکن جو آنکھ کھولی
اپنے ہی دل کو ہم نے گنج عیوب دیکھا

کوئی طاقت نہیں اب آپ کی طاقت کے سوا
کچھ بچا ہی نہیں میرے لئے محبت کے سوا

ہر ارادے میں نظر آتی ہے اک صورت یاس
شغل اب کچھ بھی نہیں فسخ عزیمت کے سوا

اسکو تھا ناز کہ حاصل ہے مجھے راحت و عیش
میں نے جانچا تو نہ تھا کچھ بھی وہ غفلت کے سوا

سکھ ملا جسکو زمانے میں مبارک ہو اسے
ہم نے تو کچھ بھی نہ پایا غم و حسرت کے سوا

مطمئن ہو کے لگاتا ہوں لحد میں بستر
اب اٹھاتا ہے مجھے کون قیامت کے سوا

عکس دنیا کے مرقع کا پڑا آنکھوں میں
دل میں اتری نہ کوئی شے تری صورت کے سوا

نہ یہ رنگ طبع ہوتا نہ یہ دل میں جوش ہوتا
یہ جنوں اگر نہ ہوتا تو کہاں یہ ہوش ہوتا

انڈکس

مضمون	صفحہ
غزلیات بہ ترتیب حروف تہجی	۱ — ۵۰
ظرافت معہ ضمیمہ	۵۱ — ۶۸
متفرقات	۶۹ — ۹۲
ضمیمہ غزلیات	۹۳ — ۹۸
متعلق امور خاص	۹۹ — ۱۰۰
قطعات و مثنویات	۱۰۱ — ۱۱۱

إنّ من الشعر لحكمة وإنّ من البیان لسحرا

حصّہ دوم

کلّیات اکبر الہ آبادی

معروف بہ

لسان العصر

حسب فرمائش سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

باہتمام بابو شمبھر ناتھ صاحب بھارگو

اسٹینڈرڈ پریس الہ آباد میں چھپا

سوم ایڈیشن . قیمت ۸ ؎ سنہ ۱۹۱۹ء

کرے وہ سزائے موت کا سزاوار ہے۔

اورنگ زیب:۔ اچھا تو لو دیکھو اس کاغذی آئینہ میں اپنے جرموں کی صورت دیکھو اور کہو کہ کیا تم نے اس شریر النفس کے کہنے سے بہن جہاں آرا کے قتل کا مشورہ نہیں ٹھہرایا۔

دارا:۔ نہیں۔

سعد اللہ:۔ ہرگز نہیں! کبھی نہیں۔

اورنگ زیب:۔ اور اس جعلی حکمنامہ پر شاہی مہر لگا کر جسونت سنگ کو میرے قتل پر آمادہ نہیں کیا۔

دارا:۔ نہیں!

اورنگ زیب:۔ ابا حضور کو آگرہ کی چار دیواری میں نظر بند نہیں کیا۔؟

دارا:۔ نہیں! نہیں!! نہیں!!!

اورنگ زیب:۔ اچھا تو سنو اور کان کھول کر سنو!

مدت سے تم پڑے ہوئے ذلالت میں محو خواب
برسوں سوا بدی کے نہ تم سے ہوا ثواب
عصیاں سے ہے بھری ہوئی اعمال کی کتاب
اب سوچتے ہو حشر میں ہم دیں گے کیا جواب
کانوں میں آرہی ہے فلک سے ندائے موت
ہاں سن لو میں سناتا ہوں تم کو سزائے موت

دارا:۔ کیا کہا سزائے موت۔؟

دارا

وہ ہم ہیں گر پڑے جو ترقی کے بام سے — وہ ہم ہیں آپ صاف لنڈھا ہیں جو جام سے
وہ ابر ہیں جو موتیاں برسا کے رہ گئے — وہ ہم ہیں گل جو کھلتے ہی مرجھا کے رہ گئے

اورنگ زیب

کیوں ترک کر گیا تمہیں اعجاز افتخار — کیوں اٹھ گیا جہاں سے تمہارا اعتبار
کیوں اہل دین کہنے لگے تم سے ننگ و عار — کیوں کھو گیا وہ رتبہ و اقبال وہ وقار
کس نے تباہ کر دیا ہندوستان کو — کس نے مٹا دیا شرف و عز و شان کو

دارا۔ تو نے! او ظلم کے خوگر فتنہ پرداز فسوں ساز تو نے۔

اورنگ زیب۔ نہیں تم نے۔ تمہارے غرور تکبر نے۔ تمہاری بے رحمی نے تمہاری ناانصافی نے ؎

غیروں کے تو اظہار کئے عیب و خطا بھی — اور اپنی خبر کچھ نہیں رکھتے ہو ذرا بھی

دارا

خیر اب تو بیان کر تیرا کیا ہے ارادہ — اس وقت تو اسوار ہے اور میں ہوں پیادہ
زیبا ہے تو مجکو میں جو چاہے سزا دے — اس وقت میں رتبہ میں ہوں کم تو ہے زیادہ

اورنگ زیب۔ خیر اگر درجہ اور رتبہ کا خیال ہے سزا اور جزا کا ملال ہے تو بتاؤ کہ جو شخص دوسروں کی جان لینے کا قصد کرے اسکو کیا سزا دینی چاہیئے۔؟

دارا۔ سزائے موت۔

اورنگ زیب۔ کیا تم اقرار کرتے ہو۔؟

دارا۔ ہاں کہتا ہوں کہ وہ شخص جو دوسرے کی جان لینے کا قصد

باب تیسرا سین چھٹا خوابگاہ جہاں آرا

مع سہیلیوں کے

ڈراپ سین ٹیبلو

باب تیسرا سین ساتواں

آخری دربار اورنگ زیب

اورنگ زیب

اے کون و مکان کے تاج و سریر   بادشاہانِ جہاں ہیں سب ترے در کے فقیر

ہے سہارا تو ہی امید و بیم کا   زیروں کا حامی ہے تو سلطان ہفت اقلیم کا

چوبدار:۔ حضور سعد اللہ خاں اور داراشکوہ شہزادی صاحبہ کی خواب گاہ میں گرفتار ہو کر آئے ہیں۔

اورنگ زیب:۔ اعظم خاں جاؤ۔ ان دونوں مردودوں کو میرے سامنے لاؤ۔

آئیے بھائی صاحب مہربان قدردان حسن چھکے حق کا اعلان ؎

خورشید لیے زبانِ لب بام کون ہے   ملنے کو نگین سے ہے۔ وہ نام کون ہے

گھیرے ہوئے ہے کس کو ہلاکت تباہ کی   پڑتی ہے کس پہ تیر نظر آسمان کی

ڈاکٹر:۔ شاباش زندہ باش! دولت زیادہ خانہ آباد

آخری گانا

مل مل گاؤ مبارک باد۔ سب گھوٹا ہوا صاف۔ مل عیش کرو۔ دشمن ہوا ذلیل و خوار۔ چلو چلو اپنے گھر کو۔ دولت زیادہ خانہ آباد۔

کومک ختم شد

باب تیسرا سین پانچواں ۔ راستہ

سعد اللہ خاں:۔ دیکھئے رات عمر ناپائدار کی طرح آدھی سے زیادہ گھٹ چکی اور آسمان کی نورانی قندیل تند ہوا کے جھونکوں سے بجھ چکی ہے۔ دمدار ستارے بیوفا غلاموں کی طرح پہرے پر سو گئے ہیں۔ اور تمہاری بہن جہان آرا اپنی خوابگاہ میں سو رہی ہے۔ بس تو وقت اچھا ہے لو یہ خنجر ؎

خنجر اُن کو کھا ہاتھ میں چست تیز دھار ہے
ایک وار میں سمجھ لو کہ بس بیڑا پار ہے

دارا:۔ اے بے زبان منصف ؎

منور ہے ترا چہرہ مکدر میرا آئینہ
تری آنکھیں ہیں بینا اور میں اسوقت نابینا
تو قبضہ میں ہے میرے اور تجھ پر ہے غالب مرا کینہ
ادھر ہے نوک تیری اور ادھر دشمن کا ہے سینہ
مثال برق اپنی کاٹ دکھلا سرخ رو بن کر
بجھا اس کے لہو سے پیاس میری آرزو بن کر

سین ختم

نوجوان سے کرلی۔

فطرت ا۔ ہیں شادی کرلی۔ بہت تیری تقدیر پر سورج کا ٹکڑا یہاں بھی ٹیں فش۔

روزنا۔ کیوں صاحب کیا ہوا۔؟

فطرت ا۔ ارے ہوا کیا کمہار سے ایک دم رنڈوا ہو گیا۔

ڈاکٹر ا۔ اچھا آپ مقطع کا بند کیجئے کہ اب آپ کیا چاہتے ہیں۔

عظمت ا۔ اجی میں تو آپ سب صاحبان سے یہی کہنا ہے کہ یہ جو سامنے جوشیلے جوان کھڑے ہیں روز مجھکو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے ہی بھڑکانے سے میری بہن نے شادی کرلی۔ آپ اتنی اتنی لمبی ڈاڑھی والے دقیانوس کے وقت کے بزرگ صورت لوگ ہیں فرمائیے کہ لڑکی کا نکاح کرنا اچھا ہوا یا برا ہوا۔؟

جمعدار۔ سپاہی۔ ڈاکٹر۔ عشرت ا۔ بہت اچھا ہوا۔

روزنا۔ نہیں جناب بہت برا ہوا۔

عشرت، ڈاکٹر ا۔ یہ کیوں۔ اس میں تمہارا کیا نقصان ہوا۔

روزنا۔ ہائے میری ایک ہی ہمشیرہ تھی وہ بھی مجھ سے جدا ہو گئی۔

ڈاکٹر ا۔ نہیں نہیں میرے نوجوان بچے! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر شادی ہو جانے کے بعد تمہارے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہو تو تم بھی اس کے جوان ہو جانے کے بعد اس کو گھر میں مت بٹھانا۔ امیر ہو۔ غریب ہو۔ فقیر ہو۔ حقیر ہو۔ رئیس ہو سائیس ہو غرض کوئی ہو نکاح ضرور کر دینا۔ ورنہ میری طرح پچھتاؤ گے۔

روزنا۔ اچھا جناب! آپ کی لیکچر بازی نے میرے اس سر کی ٹوپی بہ۔ میں اس خیال کو دل سے بھلاتا ہوں۔

غنچہ:۔ خدا جانے یہ بھی کس اُلو باپ کا بیٹا ہے۔ اجی ڈاکٹر صاحب پتل کا چشمہ لگا کر دیکھو صاف تو ظاہر ہے کہ یہ بولا ہوا اس باپ کا ہے اور یہ نوجوان اس کا بیٹا ہے

ڈاکٹر:۔ اچھا صاحب! آپ اپنا مطلب بیان فرمایئے کیوں کہ عدالت میں جانا ضروری ہے۔ ان ملزموں کو لے جانا منظور ہے۔

عظمت:۔ جناب سُنئے۔

رونا:۔ مہربان! چونکہ یہ ضعیف ہیں۔ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا ان کا بیان۔ میں سُناتا ہوں ساری داستان۔

فطرت:۔ ابے ہمیں جیل خانہ جانا ضروری ہے کہیں بول ہی چکی شیطان۔

رونا:۔ (بشکل جوان) سُنئے! ہم اپنے والدین کے دو بچے ہیں۔ ایک میں اور میری حقیقی ہمشیرہ جس سے میں حد سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ جو خدا کے فضل سے اب جوان ہے۔ میری دلی منشا تھی کہ میں عمر بھر اس کو اپنے سے جدا نہ کروں گا۔ کیونکہ والدین تو ہم کو کمسنی میں چھوڑ کر فوت ہو چکے تھے۔ یہ ہمارے رازدار بزرگ صورت پڑوسی جو کھڑے ہیں۔ ان کا منشا یہ تھا۔ کہ یہ اپنی ہمشیرہ سے محبت توڑ دے اور کہیں اس لڑکی کا رشتہ جوڑ دے۔

فطرت:۔ سالے دوست تو ایسے موقع پر مجھے کیوں نہیں یاد کیا۔؟

عشرت:۔ فطرت خاموش!

ڈاکٹر:۔ اچھا پھر کیا ہوا۔؟

رونا:۔ ہوا کیا بس اس لڑکی نے میری دلی مراد کے مطابق اپنی شادی کیا

اورنگ زیب:- میں شل مار اب تم کو ایک دم میں کچل دوں گا۔
جسونت سنگھ:- ذرا تم دیکھنا اب جنگ میں کیا موج آئے گی۔
اورنگ زیب:- میری امداد کرنے کو فلک سے فوج آئے گی۔
جسونت سنگھ:- نہ دوں گا میں تمہیں مہلت۔
اورنگ زیب:- نہ دوں گا میں تمہیں فرصت۔
جسونت سنگھ:- جلا دوں گا مٹا دوں گا میں سر تن سے اڑا دوں گا۔
اورنگ زیب:- بڑے بوڑھوں کا سر نیچا ہے میں تم کو دکھا دوں گا۔

سین ختم

باب تیسرا سین تیسرا قلعہ اورنگ زیب

دم سین جنگ اورنگ زیب و جسونت سنگھ

باب تیسرا سین چوتھا کوٹھی

مرزا عشرت:- مثل ہے کہ دیار دونوں بیکار ایک پاگل برخوردار دوسرا عیاش ناہنجار کمبختوں کو کتنا سمجھایا اتنا دھمکایا مگر دونوں میں سے ایک کی بھی سمجھ میں نہیں آیا ان کو خدا کی مار چوپٹ کر دیا دوکان کا کاروبار۔ ایسے جینے سے تو موت ہزار درجے بہتر ہے اٹھا لے پروردگار اب تو جلد اٹھا لے۔

سے دارا شکوہ بن کر مجھ سے پروانہ حاصل کر دا نہیں تو جاؤ بھائی دارا سے کہہ دو ؎

سوانگ ظاہر ہو گیا جسونت کی تحریر کا
رنگ پھیکا پڑ گیا ہے آپ کی تقریر کا
ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دو مجھ سے لڑنے کیلئے
صرف قبضہ رہ گیا ہے میان میں شمشیر کا

جسونت سنگھ:۔ دیکھئے اس کا انجام اچھا نہ ہو گا۔

اورنگ زیب:۔ اچھا نہیں تو بُرا بھی نہ ہوگا ؎

وہ لوگ جو اپنا ہی بھلا کر نہیں سکتے
تم کچھ بھی کسی کا بھی بُرا کر نہیں سکتے
دشمن کو کیا کرتے ہیں جو اپنی کا پیشہ
پیر گوشت سے ناخون جُدا کر نہیں سکتے

جسونت سنگھ:۔ یہ آپ کا خیال خام ہے۔

اورنگ زیب:۔ تم جس کو صبح سمجھتے ہو وہ دراصل شام ہے۔

جسونت سنگھ:۔ ہر قدم پر آپ کے ایک ایک دام ہے۔

اورنگ زیب:۔ پر نگہبان میرا خدائے انعام ہے۔

جسونت سنگھ:۔ خدا کیا تمہارا ہی ایک ساتھ دے گا
نہیں کیا نہ دنیا میں وہ ہاتھ دے گا

اورنگ زیب:۔ وہ سب کا خدا ہے نگہبان ہے سب کا
بدوں کو مگر بالیقین مات دے گا

جسونت سنگھ:۔ تمہارا نام لے کر جنگ میں شمشیر کھینچوں گا

اورنگ زیب:۔ قلم سے میں تمہاری موت کی تصویر کھینچوں گا

جسونت سنگھ:۔ میں دشمن بن کے نقشہ جنگ کا دم میں بدل دوں گا

اورنگ زیب:۔ ہاں بیشک یہ قتل نامہ میرے قتل کا مدلّل ثبوت ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ جب تک یہ فرمان شاہی تمہارے قبضہ میں تھا در حقیقت تم ولیعہد داراشکوہ تھے مگر اب جبکہ یہ فرمان شاہی تمہارے قبضہ سے نکل کر میرے قبضہ میں آگیا تو کیا اب بھی تم داراشکوہ ہو۔

جسونت سنگھ:۔ جی نہیں! ایسی حالت میں ہاں صرف جسونت سنگھ ہی ہوں۔

اورنگ زیب:۔ اگر تم جسونت سنگھ ہو تو اپنے جسونت سنگھ ہونے کا ثبوت دو سر تسلیم خم کرو یہ طریقہ ہے خادم کا ثبوت اپنی وفا کا یہ شیوہ ہے ملازم کا

جسونت سنگھ:۔ میں نہایت ادب سے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہاں! اب کہو کہ تمہارا کیا ارادہ ہے۔؟

جسونت سنگھ:۔ جسونت سنگھ شاہی پروانہ کا خواستگار ہے۔

اورنگ زیب:۔ پروانہ، کون سا پروانہ؟

جسونت سنگھ:۔ وہی آپ کا قتل نامہ جو آپ نے مجھ سے لیا ہے۔

اورنگ زیب:۔ میں نے تم سے لیا ہے۔؟

جسونت سنگھ:۔ ہاں ہاں مجھ سے۔

اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں! میں نے یہ شاہی پروانہ تم سے نہیں لیا بلکہ ولیعہد دارا سے لیا ہے۔

جسونت سنگھ:۔ ایسا کہنا سراسر دھوکہ ہے۔

اورنگ زیب:۔ دھوکہ پہلے تم نے دیا ہے لہٰذا تمہارے دھوکے کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جس طرح تم داراشکوہ سے جسونت سنگھ بن گئے اسی طرح اب جسونت سنگھ

نا آدب۔ کیا وہ ہاتھ جو سلام کے لئے سر تک اُٹھ جاتا تھا اور وہ سر جو تعظیم کیلئے زمین تک جھک جاتا تھا آج وہی سر سرکشی پر آمادہ ہے اور وہی ہاتھ تلوار کے قبضہ پر نظر آتا ہے۔

جسونت سنگھ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسوقت جسونت سنگھ جسونت سنگھ نہیں بلکہ ولیعہد دارا ہے ؎

ہاتھ قبضہ پہ ہے سر اونچا ہے دل فولاد کا
یہ سمجھ لو تم کہ ہے بیٹھا میرا جلاد کا

اورنگ زیب:۔ کیا تم اقرار کرتے ہو کہ تم اس وقت جسونت سنگھ جسونت سنگھ نہیں بلکہ ولی عہد دارا شکوہ ہو۔

جسونت سنگھ:۔ بے شک! میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جسونت سنگھ نہیں۔ بلکہ دارا شکوہ ہوں ؎

صلح کی صورت سے ہوں میں اک محسن کی طرح
سر بلند ہوں سرکشی پر سانپ کے پھن کی طرح
میں عدو جان سمجھتا ہوں تمہیں کھا کر قسم
مرد میداں کی طرح۔ بدخواہ دشمن کی طرح

اورنگ زیب:۔ میں تمہاری دشمنی کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

جسونت سنگھ:۔ آخر سبب؟

اورنگ زیب:۔ سبب یہ کہ تم زبانی جمع خرچ سے ولیعہد کا درجہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اور مجھے گیدڑ بھبکیاں دکھاتے ہو۔

جسونت سنگھ:۔ نہیں میں اپنے ولی عہد ہونے کا کافی ثبوت رکھتا ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں تم جھوٹے ہو۔

جسونت سنگھ:۔ میں سچا ہوں۔ اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو دیکھو یہ شاہی مہر اور تمہارا قتل نامہ

ہاں ۔ ٹھہرو بیٹا! اگر تو میری آنکھ کا علاج کرانا ہی چاہتا ہے تو ایک بار میدان جنگ
میں اورنگ کے پاس مجھے لے چل میں اس سے صلح کی ٹھہراؤں گا۔ اور اس کی
دعا سے میری آنکھوں میں نور آجائے گا۔

ارا۔ جب آپ کا یہی ارادہ ہے تو مجھے عذر کس بات کا ہے بسم اللہ آپ ابھی میدان جنگ
میں تشریف لے جائیں اور وہاں جا کر اورنگ زیب سے صلح کی ٹھہرائیں۔ ہاں
چلئے سعد اللہ خاں یہی موقع اچھا ہے۔ دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہونے دینا
اور ابا حضور کو آگرہ کے قلعہ کی چار دیواری میں بند کر دو اور یہاں سے
میں قصہ پاک کرتا ہوں اس پرفریب کا   سر کاٹ کے لے آؤں گا اورنگ زیب کا

باب تیسرا سین دوسرا جنگل

اورنگ زیب :۔ اے عزیزو محبو جان نثارو تم اعظم خاں کی زبانی سن چکے ہو کہ ابا حضور کو
آگرہ کے قلعہ کی چار دیواری میں بند کر دیا گیا ہے اور ادھر مہاراجہ جسونت سنگھ
کافی جماعت کے ساتھ میری بے عزتی پر اڑا ہے اور ادھر بھائی دارا اور سعد اللہ خاں
کا جوش وخروش دریا کی روانی کی طرح بڑھتا جا رہا ہے

دشمن دیں کو ہے لب اب میرے سر کی آرزو   اور مجھے اللہ سے ہے فتح و ظفر کی آرزو
کھینچ لو تلواریں اپنی نام لو اللہ کا   نام دنیا سے مٹا دو دشمن بدخواہ کا
سب سپاہی :۔ اللہ اکبر!

چوبدار :۔ حضور مہاراجہ جسونت سنگھ تشریف لائے ہیں اور ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں۔
اورنگ زیب :۔ اچھا ان کو ساتھ عزت کے لے آؤ۔ ہیں نہ سلام نہ پیغام نہ ادب

شاہجہاں:۔ ٹھہرو، اوناعاقبت اندیش النسانو ٹھہرو، میری ایک آخری نصیحت سنو۔

دارا:۔ نصیحت! کیا آخری نصیحت۔؟

شاہجہاں:۔ سُنا گیا ہے کہ شجاع الدولہ جو بنگال کا فرماں روا تھا۔ وہ میدان جنگ میں مارا گیا بڑی بے رحمی سے اس کا سر اُتارا گیا۔

دارا:۔ اچھا ہوا دشمن جاں مارا گیا۔

شاہجہاں:۔ کیا کہا اچھا ہوا۔؟

دارا:۔ ہاں ہاں اچھا ہوا۔

شاہجہاں:۔ نہیں داراشکوہ بہت بُرا ہوا۔ اُس کے مرنے سے اورنگزیب کا مقصد حاصل ہو گیا۔

دارا:۔ مقصد حاصل ہو گیا۔ وہ کس طرح۔؟

شاہجہاں:۔ بیٹا! میں نے خواب میں تجھکو بہت بُری حالت میں دیکھا ہے

خواب میں دیکھا ہی تجھکو راستے گودر کفن — رو رہی ہے تیری لاش پر تیری کھڑی سب مرد و زن

سر الگ ہے دھڑ الگ مقتل میں تیرا تھا پڑا — کھا رہے تھے چیل کوّے اور گیدڑ تیرا تن

دارا:۔ اباجان! خواب کی باتوں پر اعتبار کرنا میری شان کے خلاف ہے بس میری طرف سے آپ کو یہی جواب صاف ہے

سہہ رہی بختہ میرا مقصد گو میرا فوت ہو — ٹھن گئی ہی اب یہی بس زندگی یا موت ہے

شاہجہاں:۔ اے خدا کیا ہوا میری آنکھوں کو کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ کیا کچھ بھی نہیں سجھائی دیتا۔ ارے کوئی ہے جاؤ شاہی حکیم کو بلا لاؤ۔

دم میں ہو جائیں گی مشکلیں حل آپ سے آپ
تیری قسمت کا نکل جائیگا بل آپ سے آپ

باغ میں تیرے چل جائے گی اسلامی ہوا
شاخ امید میں لگ جائیگا پھل آپ سے آپ

صبح گذری خیر سے اب وقت آیا شام کا
نام پیدا کر اگر بندہ ہے تو اسلام کا

جہاں آرا:۔

اور میں بھی کہتی ہوں اگر تو جانشین ہے باپ کا
تو اسلام کی کر خدمت ہو پابند اسلام کا

ڈراپ

باب تیسرا سین پہلا جشن گاہ دارا

گانا سہیلیوں کا

مینو کیہڑ دسم جانی تیرا دسے۔ دل جانا بیلیاں سے تو جائے نہ جائے نہ لیا
باگل پیرلا عرج کرسیاں۔ چھار کے نہ جائیو ساڈا تیرا دسے دل جان چکری جائیگا
جمیلی چھیڑ ک میری بھی لے جائے جان ٹو کر کے چھار کے۔

دارا:۔ آہ آہ! خوشی خوشی!! معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ نے اورنگ زیب کو گرفتار کرلیا ہو گا۔ اس لئے ہم کو مدد کے لئے بلوایا ہے
سعد اللہ خاں تم اسی وقت پچاس ہزار رہنا راجپوت اور پچیس ہزار جنگی پٹھانوں کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور دشمنوں کو سنبھلنے کی مہلت نہ دو مگر ہاں ۔

ہونے نہ پائے یہ خبر ابا حضور کو
بھیجے پیام موت کا اس بے قصور کو

دارا:۔ تو کیا اس گہرے راز کو سمجھنے کی مجھ میں قابلیت نہیں ہے۔؟
شاہجہاں:۔ راز کو سمجھنے کی قابلیت ہے مگر اس پر عمل کرنے کی قابلیت نہیں ہے۔
میں یہ نہیں کہتا کہ شہزادگی کی سی صورت نہیں ٹھاٹھ شاہانہ نہیں شوکت نہیں عزت نہیں
اخوت اسلام شائستہ مذہب ملت نہیں خوبیاں سب کچھ ہیں اچھوں کی فقط صحبت نہیں
اس لئے علمائے دین میں کچھ تیری عزت نہیں

دارا:۔ کون ابا جان۔؟
شاہجہاں:۔ ادھر دو ادھر آ۔ بول کہ جب میں نے عنان حکومت اور مہر شاہی
تیرے سپرد کی تو تو نے کیا کیا نہ ظلم کئے۔ اورنگ زیب جو گلبرکہ کے محاصرہ
پر تھا اس کو تو نے دھوکے سے بلوایا۔ سعد اللہ کی رائے سے مجھے بیوقوف
بنا کر اورنگ زیب پر بغاوت کا الزام نہیں لگایا۔ راجپوتوں کو اورنگ زیب
سے بدظن نہیں بنایا۔

دارا:۔ جی بنایا۔
شاہجہاں:۔ تو پھر کس طرح کہتا ہے کہ میں نے فساد نہیں اُٹھایا ہے
بنا کر مجھکو اندھا کھیل تو نے کھیلا جو ہر کا کیا بزدل سے پھیر فیصلہ تیرے مقدر کا
دارا:۔ اباجان! میں اپنے قصوروں کی سچے دل سے معافی چاہتا ہوں۔
شاہجہاں:۔ خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اگر تو میرا ہی خون ہے اور میری زندگی
میں دہلی تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے تو اپنے ارادے کو توڑ دے۔
اورنگ زیب سے مقابلہ کا خیال چھوڑ دے۔ علمائے دین کو خوشنود کر
اور خدا کو اپنا معبود کر ہے

جہاں آرا:۔ تو ہے نامنصف جھکا گردن خدا کے سامنے۔

دارا:۔ اگر میں گردن نہ جھکاؤں تو کیا ہوگا؟

جہاں آرا:۔ کیا ہوگا! دوستوں میں محجوب ہوگا۔ دشمنوں میں مغلوب ہوگا۔ خاد مول سے شکست کھائیگا۔ ملازموں سے زحمت اٹھائیگا۔

نہ دم خم رہیگا نہ یہ تیری شاہی
خسارے میں ہوگا تو واہی تباہی

تو رفتے کریں گے تری ٹھوکروں سے
یہ نوکر یہ چاکر یہ ادنے سپاہی

دارا:۔ کیا کہا سپاہی۔ (شاہجہاں کا داخلہ)

شاہجہاں:۔ جی ہاں جناب یہ سپاہی۔

فریب و مکر سے کیا مہر شاہی ہاتھ آئی ہے
حکومت کا نشہ سر چڑھ گیا دل میں سمائی ہے

مقابل لشکر شاہانہ اور اسلامی جماعت ہیں
تمہارا نام دہریا ہے مرتد ہے قصائی ہے

دارا:۔ میرا نام دہریا ہے مرتد ہے قصائی ہے مگر جب میرا شاہانہ عیال اسلامی جماعت سے سوا ہے تو پھر مجھے اسلامی جماعت کی کیا پرواہ ہے۔

شاہجہاں:۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو شہزادہ اسلامی جماعت کی پرواہ نہیں کرتا وہ اسلامی تخت و تاج پر بھی کوئی حق نہیں رکھتا۔

دارا:۔ کیا یہ تو کہتا ہے۔؟

شاہجہاں:۔ میں نہیں اہل اسلام اور علمائے دین کہتے ہیں۔

دارا:۔ ہرگز نہیں! یہ آواز اہل اسلام کی نہیں ہے بلکہ فتنہ پرواز اورنگ زیب کی آواز ہے

شاہجہاں:۔ خیر یہ آواز اورنگ زیب کی ہی سہی مگر اس آواز میں حکومت کا گہرا راز ہے۔

دارا:۔ کیا دیکھتے ہو اس بدزبان کو گولیوں کا نشانہ بنا دو۔ اس کی زبان پر قیامت کی چپ کا تالہ لگا دو۔

جہاں آرا:۔ ٹھہرو۔

گر ہو انسان حکم ایک بیدرو کا مانو نہیں ۔ بے گناہ پر ظلم کے بھالوں کو تم تانو نہیں

دارا:۔ کیا کہا میں ظالم ہوں؟

جہاں آرا:۔ ہاں! تو ظالم ہے۔

مکرو فریب باپ کو سے بیٹے ایمان بتا ۔ کیا کیا نہ ظلم تو نے سے کئے بے ایمان بتا

پتلہ شان شیطان ہی مکر و فریب کا ۔ اب اسے شکوہ کرتا ہے اورنگ زیب کا

گر مرد ہے تو سا منا اس کا زبان سی کر ۔ زیر اسکو علم و عقل سے تیغ و سناں سے کر

دارا:۔ او دشمن جان! اب میں تیغ و سناں سے اس کا فیصلہ کرنے سے پہلے بہت جلد تیرا فیصلہ کر دوں گا اور جب تک تیری موت کا سامان مہیا نہ کر لوں گا کبھی آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

جہاں آرا:۔ اور میں بھی کہتی ہوں کہ تیرے ظلم اور مکاریوں کا اختتام اب عنقریب ہے اب تجھے کبھی شاہی محلوں کے مخملی گدوں پہ سونا نصیب نہ ہو گا۔

اب تدارک جلد تیرے ظلم کا ہو جائیگا ۔ پیشتر ہی میرے تیرا فیصلہ ہو جائیگا

دارا۔ فیصلے کے پیشتر رفتار کا گفتار کا ۔ میں دکھا دونگا تجھے دم خم میری تلوار کا

یہاں کی راہ سامنا تو کر نہ میری آبرو سے تمہارا کاٹ خون ہو جائیگا فوراً تجھ سے زہر کی مار کا

۔ تو ہے مجرم سر جھکا میری رضا کے سامنے۔

جہاں آرا:۔ پہرے گیر۔ داروغہ:۔ جی حضور!
جہاں آرا:۔ قیدی کو رہا کردو۔ داروغہ:۔ بہت خوب!
اعظم خاں:۔ کون شہزادی صاحبہ۔؟
جہاں آرا:۔ ہاں میرے محسن میں ہوں۔
اعظم خاں:۔ کیا آپ مجھکو سزا دینے آئی ہیں۔؟
جہاں آرا:۔ نہیں! میں تم کو رہا کرنے آئی ہوں۔
اعظم خاں:۔ تو کیا آپ کو میری بے گناہی کا ثبوت مل چکا۔؟
جہاں آرا:۔ ہاں حمیدہ بانو کی پاک دامنی سے میرا غنچۂ آرزو کھل چکا
لو یہ پستول اور نظر بچا کر نکل جاؤ۔
اعظم خاں:۔ بہت اچھا حضور اس طرف سے تو شہزادے صاحب تشریف لا رہے ہیں
جہاں آرا:۔ پرواہ نہیں آؤ اس طرف چھپ جاؤ۔
دارا:۔ ہیں! کیا قیدی فرار داروغہ۔؟
داروغہ:۔ سرکار!
دارا:۔ بدبخت ادہر آ اور جلد بتا کہ قیدی کو کس کے حکم سے آزاد کیا۔؟
داروغہ:۔ حضور! شہزادی صاحبہ کے حکم سے۔
دارا:۔ میں قیدی کو جانتا ہوں شہزادی کو نہیں پہچانتا۔
داروغہ:۔ اگر آپ شہزادی صاحبہ کو نہیں پہچانتے تو میں بھی آپ کو نہیں پہچانتا۔
دارا:۔ تو ملازم کس کا ہے۔؟
داروغہ:۔ جس طرح میں آپ کا ملازم ہوں اسیطرح شہزادی صاحبہ کا بھی خادم ہوں

فطرت :۔ جناب آپ نہ گھبرائیں۔ ہم دونوں زمین کی تہ میں گھس جائیں گے سمندر میں غوطہ لگائیں گے مگر پروز کو تلاش کر کے ضرور لائیں گے لیکن آدھی شادی دونوں کے ساتھ کرنی پڑے گی۔

ڈاکٹر :۔ ارے کم بختو! تمہیں دل لگی سوجھ رہی ہے اور میری پلی پلائی لڑکی ہاتھ سے جا رہی ہے۔ ہائے روز میں تجھے کہاں پاؤں۔

فطرت :۔ یاروں کے پہلو میں۔

ڈاکٹر :۔ افسوس! میں نے بڑی غلطی کی کہ جوان لڑکی کو گھر میں بٹھا یا جس کا یہ نتیجہ پایا۔ پچھتایا بابا بہت پچھتایا۔ اے دنیا کے انسانو! عبرت پکڑو۔ میرے واقعہ پر غور کرو۔ جو شخص بالغ ہونے پر ناکتخدا لڑکی کی شادی نہ کرائے گا۔ وہ میری طرح نتیجہ پائے گا۔

جمعدار :۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اتنا نہ گھبرائیے۔ ہم ابھی پتہ لگاتے ہیں نعیم خاں ان دونوں بدمعاشوں کو ان کے مکان پر لے چلو اور چل کر مکان کی تلاشی لو شاید کچھ نتیجہ نکلے۔

نعیم خاں :۔ بہت خوب! چلیئے۔

جمعدار :۔ ڈاکٹر صاحب آپ بھی چلئے۔

ڈاکٹر :۔ چلو بھائی۔ (سب کا جانا) (سین ختم)

باب تیسرا سین پانچواں جیل خانہ

(جہاں آرا کا داخلہ)

فطرت:۔ ہرگز نہیں! میں نے تو صرف ڈنڈا جایا فیر تو اس گنجے نے چلایا۔
جمعدار:۔ منیر خاں ان دونوں کی تلاشی لو شاید کچھ برآمد ہو۔
سپاہی منیر خاں:۔ بہت خوب! (تلاشی لینا)
حضور اس کے پاس تو صرف آدھا لیکٹ ہے۔
فطرت:۔ جی ہاں۔! آدھا تو میں نے کھا لیا۔ آدھا صبح کے ناشتہ کے لئے رکھا ہے۔
جمعدار:۔ اچھا! دوسرے کی تلاشی لو۔ (تلاشی لینا)
نعیم خاں:۔ حضور اس کے پاس سے تو کوئی چیز برآمد نہیں ہوئی۔ صرف ایک عدد
سر کے بال ہیں۔
جمعدار:۔ اچھا ادھر ادھر دیکھو۔ شاید انھوں نے کہیں پھینک دیا ہو۔
نعیم خاں:۔ ادھر ادھر دیکھ کر، حضور یہاں تو کسی چیز کا نشان تک نہیں۔
جمعدار:۔ اچھا تم دونوں تو ان شخصوں کو گرفتار کرو اور تم دونوں لاش کو اٹھاؤ۔
(لاش کو اٹھاتے وقت آپس میں سے ٹکر کھانا)

سب کا کہنا:۔ ہیں! یہ مصنوعی لاش۔؟
جمعدار:۔ نعیم خاں یہ کیا واردات ہے۔؟
نعیم خاں:۔ جی ہاں! بڑے اچنبے کی بات ہے۔
ڈاکٹر:۔ ارے! یہ میری روز کہاں ہے۔ روز! روز۔
لوائے:۔ حضور! مس صاحبہ کا تو شام سے پتہ نہیں ہے۔ آپ کیسے پکار رہے ہیں۔
ڈاکٹر:۔ ہیں شام سے نہیں ہے! ارے تیرا ستیاناس جائے۔ تو نے مجھے خبر بھی نہیں
کی نکل جاؤ۔ ایک دم میرے مکان سے نکل جا تو اور سب نکل جاؤ۔

گنجا:۔ اس کارروائی سے تو یہ مرجائے گی۔
فطرت:۔ ایلے مر کیسے جائے گی بلکہ ڈنڈا پڑتے ہی راضی ہو جائے گی۔
گنجا:۔ بس تو یہ نیک کام تیرے ہی ہاتھ سے ہونا چاہیئے۔
فطرت:۔ بس تو تیرے ہی حکم کی دیر تھی۔ یہ لیجیئے (پاس جاکر) دیکھو میاں صاحب اب بھی مان جاؤ۔ اپنی بے مروتی سے باز آؤ اور ہم کو اپنے پہلو میں بٹھاؤ ـــــــــــ ہیں پھر دہی گونگی۔
گنجا:۔ ابے کیا سوچتا ہے ڈنڈا جما بھائی۔
فطرت:۔ اچھا تو لے میرے بھائی۔
(فطرت کا ڈنڈا جمانا عظمت جو پتلی کے سر پر ایک ٹھاٹھر رکھے گیا تھا اس میں سے آواز کا ہونا۔ ایک طرف سے پولیس کا نکلنا ایک طرف سے ڈاکٹر کا آنا)
بوائے ڈاکٹر:۔ ہیں یہ دھڑاکا کیسا۔
جمعدار:۔ ہیں یہ آوازہ کیسا۔
فطرت:۔ بھاگو بیٹا عبدالرحمٰن یہ تو پورا ہو گیا طوفان۔
جمعدار:۔ یہ بے وقت فیرکس نے چلایا۔ منیر خاں دیکھو یہ دونوں شخص کوئی بدمعاش ہیں۔ بس ان ہی کو کرلو گرفتار
فطرت:۔ یا پیر الکاس۔ گنجا:۔ عشق نے کردیا ستیاناس۔
ڈاکٹر:۔ ہیں یہ کیا روز کی لاش۔ ہائے ہیں لٹ گیا میں برباد ہو گیا یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں خدایا۔ جمعدار صاحب پکڑو ان ہی بدمعاشوں کو۔ انھیں دونوں نے میری بیٹی کو ٹھکانے لگایا۔

غیبی آواز:۔ نہیں نہیں میرا کرایہ چکاؤ۔
ڈاکٹر:۔ (اندر سے) ویل! تم ایک دم نکل جاؤ۔
گاڑی والا:۔ نکل جاؤ کہاں نکل جاؤ یہ غصہ اپنے نوکروں کو دکھاؤ۔ لاؤ!
لاؤ! کرایہ لاؤ۔
ڈاکٹر:۔ (اندر سے) کرایہ لو اور جہنم میں جاؤ۔ (گانا)

مارو اس موذی کو نہ چھوڑو جیتا اس آن
ورنہ یہ مچائے گا شیطان طوفان چل ادکیدی خبر نہ ڈر بیخطر
چل چل مکار نابکار

گنجا:۔ بیٹا فطرت! محبت کے پردے میں قضا آگئی جلد کہیں چھپ جاؤ۔
فطرت:۔ بے شک چھپ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈاکٹر کلوروفارم سنگھا کر دل کی بیماری کا انجکشن کر دے۔
ڈاکٹر:۔ بدمعاش! اگر میرا بس چلے تو کمبختوں کو پولیس میں بھجواؤں۔ گاڑی والے رستہ سے بے راستہ لے جاتے ہیں اور اوپر سے ڈبل کرایہ لینے کی ڈانٹ بتاتے ہیں
ہوئے ہوئے یہ ہوائے کمبخت کدھر گیا۔ (جانا اندر)
گنجا:۔ یار فطرت! شکر ہے یہ وبال تو سر سے ٹلا مگر اب یہ تو بتاؤ کہ شعر کہتے کہتے تو اپنی زبان تھک گئی مگر یہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی۔ اب کیا تدبیر عمل میں لانا چاہیئے
فطرت:۔ بس خوشامد ہو چکی۔ اب چماک کے ڈیلو کو چل کی پوجا چاہیئے اس نے ہم دونوں کو بہت ستایا ہے بہت جلایا ہے اس کی کھوپڑی پر ایک ڈنڈا جمانا چاہیئے
جب راہ راست پر آئے گی۔

گنجا:۔ بس تو آج مراد پوری ہونے والی ہے۔
فطرت:۔ پھر کیا دیر ہے۔ کھیلو کبڈی۔
گنجا:۔ بس بھائی تو ہی آگے جا۔ بندہ تو ہے اس کام میں پھسڈی۔
فطرت:۔ اچھا تو ہٹ جا ہٹ جا۔ بالکل پیر۔ تو ناچاری بس اسی وقت تو ہی رکھ عزت ہماری
(مخاطب ہو کر) اے دلبروں کی جان کیسے کی کسی کو سر پہ بلائی کے سے کان۔ ذرا آنکھ سے
آنکھ تو ملاؤ اس آن۔
یہ تمہارا عاشق نادان درد جگر سے ہے پریشان۔ میرے درد جگر کی خبر
ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔
ہیں اس قدر خاموشی لو بھائی ختم ہوئی ڈیوٹی ہماری اب ہے باری تمہاری۔

گنجا:۔ آپ کو ہم سے محبت ہو گئی | حضرت دل کی عنایت ہو گئی
فطرت:۔ دل میں آتا ہے یہ رہ رہ کر خیال | ہائے تم سے کیوں محبت ہو گئی
گنجا:۔ پوچھتے کیا ہو طلبگار ہیں کس کے لئے | جان سی چیز سے خریدار ہیں کس کے لئے
فطرت:۔ یہ بتا دیں تمہیں کیا یاد کرو گے گنجے | طالب بوسہ رخسار ہیں کس کے لئے
گنجا:۔ وہ تمنے انہیں چھاتی سے لگا رکھا ہے | جن آنکھوں نے مرے دل کو چرا رکھا ہے

فطرت:۔ وہ کیجیے ادھیئے شیطان۔ اب مجھے دل کی بھڑاس نکال لینے دے
سنئیے جناب:۔

آپ کی فرقت میں بندہ رات بھر سویا نہیں | لیکن اتنی بات بھی گا تار ہا رویا نہیں
میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں۔۔۔۔۔۔ | (ڈیل روٹی نکال کر)
لو قربان ساری شوقی سے ناشتہ | لیجیے ہیں میں نے تو منہ بھی ابھی دھویا نہیں

سب کو چکر م بنایا۔

روزا:۔ ہیں تو کیا چپلے کے لباس میں تم تھے۔؟

عظمت:۔ اور نہیں تو کون تھا۔ خیر پیاری اب تم کو میرے ساتھ جلد ہو جانا چاہیئے

ترار۔ ڈاکٹر آجائے تو بنا بنایا کام بگڑ جائے۔

روزا۔ پیارے! اس طرح تو سخت بدنامی ہے۔

عظمت:۔ نہیں نہیں بدنامی نہیں نیک نامی ہے۔ لو پہنو یہ مردانہ لباس یہ

ڈاڑھی اور مونچھ۔

روزا۔ تو کیا مجھے مرد بننا پڑے گا۔؟

عظمت:۔ زنانہ کو مردانہ اور مردانہ کو زنانہ بھیس میں بنانا تو ہے میرا کام۔

غاپڑ گچو:۔ اوہو! آج معلوم ہوا کہ بلی بچھڑی کی کڑھائی آپ ہی لوگوں کو کھلایا کرتی

ہیں۔ (صندوق کھولنا)

عظمت:۔ دوست! تمہاری ڈیوٹی بھی ختم ہوئی۔ اب تم بھی بے قصور کی سولی پر سے

اترپڑو اور اس پتلہ کو اپنی جگہ نصب کرو۔

روزا۔ ہیں! یہ تو بالکل میری تصویر ہے۔

عظمت:۔ ہاں! یہ تمہاری ہی شبیہ بدرِ منیر ہے ... چلو جلدی کرو۔

(پتلہ کو میز پر بٹھا کر چلے جانا) (آنا فطرت و گنجے کام

فطرت:۔ میرے دردِ جگر کی خبر ۔۔۔۔۔۔

گنجا:۔ یار فطرت۔ آج میدان تو خالی ہے۔

فطرت:۔ بے شک نہ کوئی لونڈا ہے نہ موالی ہے۔

(عظمت ملباس مرزا عشرت) آپنے جو راستہ میں سے مجھے سارا حال سنایا وہ اچھی طرح میری سمجھ میں آیا۔ بڑے نالائق! بڑے بدخصلت سبنے مجھے آپ سے شرمندہ کرایا۔ اجی آپ تو درکنار مہربان۔ میں بھی ہوں تقریباً ایک ماہ سے پریشان۔ آپ اطمینان فرمایئے۔ ایک کو نہیں دونوں کو معقول سزا دوں گا۔ بلکہ گھر سے ہی نکال دوں گا۔

ڈاکٹر:۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔

عظمت:۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔

ڈاکٹر:۔ گڈبائی۔ پیاری روز میں ایک مریض کو دیکھکر ابھی واپس آتا ہوں۔

روز:۔ توبہ۔ توبہ۔ خدا جانے والد کے دل میں یہ کیا سمائی کہ کسی کو سائی کسی کو بدہائی جب میں جوان ہوں شادی کے قابل ہوں تو پھر کیوں نہیں کردیتے میری رہائی۔

گانا روز کا

آئی عشرت کی گھڑیاں کرو رنگ رلیاں ہر دم ہر پل ہو شاداں خنداں
اے جاناں میں بھی ہوں تیرا دلبر دل سے جان سے خریدار

(عظمت کا مع صندوق کے اور دو مزدوروں کے آنا)

عظمت:۔ چلو چلو یہ صندوق یہیں رکھ دو۔

روز:۔ پیارے عظمت بڑا غضب ہوا۔ بڑا ستم ہوا۔

عظمت:۔ کیوں کیوں کچھ خیر تو ہے۔

روز:۔ اجی خیر ہے یا خدا کا قہر ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے فادر کے ہمراہ تمہارے چچا آئے اور یہاں آکر بڑے فضیحتے کر گئے۔

عظمت:۔ پیاری روز تم بہت نادان ہو۔ نہ کوئی چچا آیا نہ بھتیجا آیا۔ وہ تو یاروں نے

خطا والا معاملہ کہہ سنائیں گے ۔ کچھ اس کا بھی تم کو خیال ہے ۔
عظمت :۔ ہاں خیال ہے ۔ ابھی چچا کے پاس تو وہ تب جائیں گے جب مرزا عظمت
کے اڑنگے سے نکل جائیں گے تم بھی اپنے کیل کانٹے سے رہنا ہوشیار ۔
روز :۔ اچھا جاؤ جلدی آنا دیر نہ لگانا ۔
عظمت :۔ بھائی غچو! تمام کام ہوشیاری سے کرنا ذرا سٹ ڈرنا میں ابھی واپس آتا ہوں
عابد غچو :۔ میرا فکر نہ کرو تم جاؤ اپنا کام کرو ۔ (جانا)
فطرت :۔ میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں ۔
روز :۔ او مائی گوڈ ۔ ہو یز کرائنگ ۔ یہ کون چلا رہا ہے ۔؟
عابد غچو :۔ یہ بھی ہے ایک پنچھی شکاری آپ اندر چلے جیے ۔ (رہا بار روز کا
(فطرت منہ گنجے کے) میرے درد جگر کی خبر ہی نہیں ۔
کھچڑو (گنجا) ابے تیرے درد جگر کی ایسی کی تیسی ۔ تیرے ہی درد جگر نے مجھے
خوب پٹوایا ورنہ معشوق میرا ہو چکا تھا ۔
فطرت :۔ ابے چل چل معشوقہ کا بچہ ۔ معشوق تیرے باپ کے بھی ہوا تھا ۔
(روز کا جھک کر معاملہ سننا عظمت کا اپنے چچا کے لباس میں ڈاکٹر کے ہمراہ آنا)
ڈاکٹر :۔ (عظمت سے) ہاں! شفاخانہ بند ہونیکے بعد میں آپ ہی کے مکان پر جا رہا تھا
یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ آپ سے راستہ ہی میں ملاقات ہو گئی ۔
فطرت :۔ ابے کھچڑو یہ تو آ گئے میرے ابا جان ۔
کھچڑو :۔ ابے تو جلد ہو یہاں سے دفعان ۔ اگر دیکھ لیا تو میری طرح کھوپری ہو جائیگی
صفا چٹ میدان ۔ (ماند میں چھپ جانا)

روزا۔ (اسٹیچو کو دیکھنا)
یا خدا یہ میری آنکھیں کیا دکھا رہی ہیں۔ اہا! کیا میرا پیا اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہے۔ اہا!
پیارے عظمت تم آگئے اور مجھے خبر بھی نہیں کی ۔۔۔۔۔ جواب ندارد۔
کچھ منہ سے تو بولو۔ دیکھو دیکھو زیادہ نہ ترساؤ۔ آؤ آؤ میرے گلے سے لگ جاؤ
عظمت۔ ہیں مگلے لگ جاؤ۔ پیاری روزا یہ کیا فرما رہی ہو میرے دوست کیسے گلے لگا رہی ہیں
روزا۔ یا خدا! یہ کیا راز، ایک صورت ایک انداز کیا تم میرے عظمت ہو۔ نہیں نہیں
کیا تم میرے عظمت ہو۔؟
عظمت۔ پیاری روزا! ہوش میں آؤ۔ نہ گھبراؤ۔ میں تمہارا عظمت ہوں غور فرماؤ۔
روزا۔ اچھا فرض کیجئے کہ آپ عظمت ہیں مگر یہ کون بدمعاش گھر میں گھس آیا ہے
جس نے آپ جیسا روپ بنا لیا ہے۔ میں تو اس سے خدا جانے کیا کیا
شرمناک گفتگو کر چکی۔
عظمت۔ نہیں نہیں پیاری اس کا کچھ ہرج نہیں ہے یہ نہ کوئی چور ہے نہ بدمعاش
ہے یہ میرا دلی دوست بچو ہے جو اس روز شادی کی درخواست لیکر آیا تھا۔
جس کو تمہارے باپ نے لڑکا دیا تھا۔
روزا۔ اچھا! یہ معاملہ یوں ہے۔ میں اپنی زندگی سے ہو گئی ہوں سخت بیزار اب یہ کہو
کہ آئندہ کے لئے تم نے کیا کیا ہے سوچ بچار۔
عظمت۔ پیاری روزا نہ گھبراؤ۔ ابھی بائیسکوپ کے نئے نئے فلم دیکھے جاؤ۔
روزا۔ ہاں خوب یاد آیا۔ ساڑھے گیارہ بج چکے۔ اب شفاخانہ کے بند ہونے کا
تمہارے چچا کے پاس میرے فادر جائیں گے۔ اور

جسونت سنگھ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو بادشاہ کاروبار سلطنت سے بے خبر اور لاپرواہ ہے اس کا خاندان ایک روز یوں ہی تباہ و برباد ہوتا ہے اس لئے آپ جائیے اور بادشاہ سلامت کو میری طرف سے بعد آداب کے گوش گذار کر دیجئے کہ حضور ؎

آپ ہیں غفلت میں کیا غفلت آپ پر اسوار ہے — ہار ہیں ہیں آپ۔ اور ذلت گلے کا ہار ہے
جاگئے کچھ اب بھی اور کچھ قدر قیمت کیجئے — جس کے کل پرزے ہوں ڈھیلے وہ گھڑی بیکار ہے

باب دوسرا — سین چوتھا — مکان ڈاکٹر

گانا کوملتا روز کا

مٹا کر ہی رہے گی حسرت دل ہائے تو مجھ کو — ادھر فرقت کے صدمے ہیں ادھر رشک عدو مجھ کو

یا خدا کیا کروں کہاں جاؤں کس کو اپنا حال دل سناؤں۔ یہ قادر کے دل میں کیا بات سمائی کہ پیارے عظمت کی شادی کی درخواست سنکر چپ رہتا ہے۔ (رچاناما نما پر پنچ) (ٹیا رپنچ) افسوس پیاری ایسی عشق میں چکنا چور ہے مگر کیا کرے اپنے باپ سے مجبور ہے۔ بس میں تو یہی کہوں گا کہ یہ عورت وفاداری کے امتحان میں نمبر اول پاس ہے اب بندہ کی سنئے کہ بندہ عظمت کا دوست خاص ہے اور سچا دوست وہی ہے جو وقت پر کام آوے۔ اس لئے عظمت نے مجھ پر بھروسہ کر کے یہ کام میرے سپرد کیا ہے کہ بجائے عظمت کے میں خود پنچ بن جاؤں۔ سارے سارے گھر کو الو بناؤں۔ سارے سامنے سے کوئی آتا ہے۔ بیٹا پنچو اپنا کام شروع کرو۔ (مسز پیا سے پنچو بننا)

جو دانا ہیں شہنشاہ صلح کی تحریر کے ٹکڑے
بنا کر ڈھال جمع کرتے ہیں تدبیر کے ٹکڑے
لڑائی میں جو عجلت کرتے ہیں اکثر یہ دیکھا ہے
قلم ہاتھوں کے اور ہو جاتے ہیں شمشیر کے ٹکڑے
دارا۔ جنگ میں نقشہ مقدر کا بدل جاتا ہے
کچھ نہ کچھ ارمان تو نکل جاتا ہے

جسونت سنگھ

جھوٹی امید پہ انسان جو مچل جاتا ہے
واذ جاد وہیں ہر وقت جو چل جاتا ہے
رزم گاہ مٹی ہے چکنی یہ خبر ہے کس کو
پاؤں گڑ جاتا ہے یا پاؤں پھسل جاتا ہے

دارا۔ بازو پہ اپنے بھروسہ رکھنا ہے مردوں کا کام۔

جسونت سنگھ۔ بھائی سے بھائی کا لڑنا ہے یہ بیدردوں کا کام۔

دارا۔ بھائی ہو یا باپ جب الفت نہیں تو کچھ نہیں۔

جسونت سنگھ۔ تخت ہو یا تاج جب عزت نہیں تو کچھ نہیں۔

دارا۔ عزت و توقیر کا جھگڑا یہاں بیکار ہے
سامنے دشمن ہے دشمن بر سر پیکار ہے
لشکر و تیغ و سپر سے کر دو تم لیس آپ سے
خیر خواہوں کا یہی شیوہ یہی اطوار ہے
جسونت سنگھ۔ ہے سر تسلیم خم جب مرضی سرکار ہے
گفتگو کا اب نہ موقع اور نہ کچھ اصرار ہے
حسب حکم قتل و خون کا ہے ارادہ آپ کا
غم نہیں پروانۂ شاہی مجھے درکار ہے

سعد اللہ۔ تیار ہے تیار ہے۔ تیار ہے۔

جہاں آرا۔ ٹھہرو! یہ حکم نامہ جعلی ہے۔ اس پر عمل کرنا بیکار ہے۔

جسونت سنگھ۔ شہزادی صاحبہ! یہ حکم نامہ جعلی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر بادشاہ سلامت کی شاہی مہر موجود ہے۔

جہاں آرا۔ میں پھر کہتی ہوں کہ بادشاہ سلامت کو ان مکاروں کی کارروائی کی بالکل خبر نہیں۔

جسونت سنگھ۔ فرمایئے! کیوں یاد فرمایا ہے۔؟

دارا۔ آہ کون! مہاراجسونت سنگھ۔ باوشاہ بخیر آؤ۔ میرے دوست مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔

جسونت سنگھ۔ فرمایئے! کیا حکم ہے۔؟

دارا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ اورنگ زیب نے گجرات تک پہنچکر نربدا کی دہنی طرف قیام کیا ہے اور مرزا مراد کو دارالسلطنت دہلی پر حملہ کرنے کے لئے ابھار رہا ہے لہذا میں حکم دیتا ہوں کہ آپ اسی وقت اپنی باقاعدہ پچیس ہزار فوج کے ساتھ جلد روانہ ہو جاؤ۔ اور اس کی روک تھام فرماؤ۔

جسونت سنگھ۔ کیا فرمایا صرف روک تھام۔؟

دارا۔ نہیں روک تھام کے ساتھ اس کی گوشمالی۔

جسونت سنگھ۔ گوشمالی تقریر سے یا شمشیر سے۔

دارا۔ سامنا تقریر سے اور فیصلہ شمشیر سے۔

جسونت سنگھ۔ میں نہایت ادب سے التجا کرتا ہوں کہ حضور کشت وخون کیلئے ذرا سوچ سمجھ کر حکم دیں کیونکہ ؎

کھیل یہ اچھا نہیں ہے خنجر و شمشیر کا
جان لیکر چھوڑتا ہے جنگ میں پھل تیر کا

فیصلہ اکثر بہادر کرتے ہیں تحریر سے
دشمن بے پیر کی تحریر کا تقدیر کا

دارا۔ جی نہیں! ؎

جس کا سر اونچا ہے جھوٹی منطق تقریر سے
زیر ہو سکتا نہیں مغرور دہ تحریر سے

سامنا تن کر جو دشمن کرتا ہے میدان میں
فیصلہ اس کا بہادر کرتے ہیں شمشیر سے

جسونت سنگھ۔ میرے حضور ؎

بلکہ ہمیشہ کھٹکتا رہوں گا ؎

گر پڑوں گا رہ میں تیری نزلہ کی طرح ٹھوکریں کھلواؤں گا ور ر کی اندھے کیطرح
جہاں آرا ؎ تو مجھے کیا ٹھوکریں کھلوائیگا انجام سوچ خاک میں ملجائیگا تو ایک ذرہ کی طرح

دارا: مگر دیکھنا کہ تیرا انجام کیا ہوتا ہے۔

جہاں آرا: کیا تیرا کہنا میرا ؎

پائے اچھے پھل کرے جو کام نیک کام کا اس کو ملے انجام نیک
گر نہیں مانیگا تو کہنا میرا گدھ اور گیدڑ کھائیں گے لاشہ تیرا

دارا: سعد اللہ خاں تم اس خط کو دیکھ چکے اور جہاں آرا کی تقریر سن چکے۔

سعد اللہ: جی ہاں حضور سن چکا۔

دارا: اب کہو کہ یہ راز ابا حضور سے کیونکر چھپائیں اور اورنگ زیب کو کس طرح نیچا دکھائیں۔

سعد اللہ: حضور! جبکہ اورنگ زیب ہماری خفیہ کارروائی سے آگاہ ہو چکا ہے تو یقین ہے کہ وہ کابل پر چڑھائی نہ کریگا۔ بلکہ مرزا مراد کو ابھار کر دارالسلطنت دہلی پر چڑھائی کریگا اس لئے مصلحت یہی ہے کہ آپ مہاراجہ جسونت سنگھ کو بلوا کر اپنی باقاعدہ افواج کے ساتھ اس کی روک تھام فرماؤ۔

دارا: خوب رائے دی۔ اچھا جاؤ۔ سب سے پہلے ایک حکم نامہ پر شاہی مہر لگا کر بہت جلد جسونت سنگھ کے نام لکھ لاؤ۔ بس دیر نہ لگاؤ۔ ارے کوئی ہے۔؟

سپاہی: جی حضور!

دارا: بہت جلد جاؤ مہاراجہ جسونت سنگھ کو بلا لاؤ۔

(سپاہی کا جانا اور ہمراہ جسونت سنگھ کو لانا)

جہاں آرا:۔ نادان بھائی! میں دیکھ رہی ہوں کہ جس طرح ایک شیرخوار بچہ اپنے ماں باپ کے سامنے کوئی بھی عیب نہیں چھپا سکتا ہے اسی طرح تو بھی اپنی جہالت کے بل بوتے پر اترا رہا ہے اور اورنگ زیب تیری تمام خفیہ کارروائیوں سے آگاہ ہو چکا ہے ؎

ریاکاری سے تیرے مہر شاہی ہاتھ آئی ہے
حکومت کے نشے میں موت تیرے سر پہ چھائی ہے

دارا:۔ بیوقوف! میں نے اُس کو ایسی جگہ بھیجا ہے کہ وہ پھر لوٹ کر نہیں آ سکتا۔

جہاں آرا:۔ نہیں آ سکتا۔؟ اچھا یہ خط تو پڑھئے۔

دارا:۔ ہیں! یہ تو وہی خط ہے جو میں نے امیر کابل کے پاس بھیجا تھا او خدا کیا میرا سفیر بھی اورنگ زیب کا طرفدار ہو گیا۔

جہاں آرا:۔ طرفدار کیسا۔ وہ تو موت کا شکار ہو گیا فی النار ہو گیا۔

دارا:۔ میں سمجھا۔ اس لئے کہ تو اورنگ زیب کی طرفدار بن گئی۔

جہاں آرا:۔ طرفدار کیوں نہ بنوں کیا میں اس کی ہمشیرہ نہیں۔

دارا:۔ تو اس کی ہمشیرہ ہے۔ میں تیرا برادر نہیں۔

جہاں آرا:۔ ہرگز نہیں۔ تو اس کے برابر ہو نہیں سکتا۔ تو میرا برادر ہو نہیں سکتا۔

دارا:۔ آخر سبب۔؟

جہاں آرا ؎

وہ مسلمان ہے اسلام کا ہے شیدائی
اس لئے فخر ہے مجھکو کہ ہے میرا بھائی

تجھ کو کس منہ سے کہوں میں کہ برادر ہے میرا
نہ تو ہندو نہ مسلمان نہ ہے عیسائی

دارا:۔ بس بس زبان بند کر زیادہ نہ بک۔

جہاں آرا:۔ تو بھی میرے سامنے سے دور ہو میری آنکھوں میں تنکے کی طرح نہ کھٹک۔

دارا:۔ جب میں تیری آنکھوں میں تنکے کی طرح کھٹک چکا تو آسانی سے نہ نکلوں گا۔

ہے خدا ہی نگہباں اُسکے جسم و جان کا | بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خان کا

دارا:۔ کیا کہا بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خاں کا۔؟

جہاں آرا:۔ ہاں ہاں! بال بیکا ہو نہیں سکتا اعظم خاں کا۔

دارا:۔ آخر یہ کیا انقلاب! کیا اُلٹا حساب۔

جہاں آرا:۔ یہ انقلاب نہیں سچائی کا آغاز ہے ؎

دفتر میں زندگی کے اکثر حساب اُلٹا | گر صبح کو ہے سیدھا تو شام کو ہے اُلٹا

دارا:۔ میری پیاری بہن تجھے کیا ہوگیا ہے میری جان میدان خالی ہے اعظم خاں تن تنہا ہے۔ اورنگ زیب موت کی سند لے کر بلخ کی لڑائی کو گیا ہے دشمن سے بدلہ لینے کا اچھا موقع ہے ؎

وہ واپس آ نہیں سکتا ہی میرا دشمن جانی | مقدر میں ہے اورنگ زیب کے اب خانہ ویرانی
ندے مہلت تو اعظم خاں کی بس پھوڑ دا نہیں | نہ کر کچھ خوف ہے قبضہ میں میرے مہر سلطانی

جہاں آرا ؎

یہ مانا میں نے ہی قبضہ میں تیرے مہر سلطانی | بجا قسمت میں اورنگ زیب کے ہے خانہ ویرانی
مگر تیلا مجھے خلق کو دکھلا کے سحر اچھا | پلائے گا کہاں تک تو ملا کر دودھ میں پانی

دارا:۔ اچھا بہن! میں دیکھتا ہوں اور جب تک میرے قبضہ میں مہر سلطانی ہے میں حکومت کے زور سے پانی کو دودھ اور دودھ کو پانی کر دکھاؤں گا۔ اور اپنے دشمنوں کو ضرور رلاؤں گا ؎

جو میرے حکم کی تعمیل میں غفلت دکھائیگا | وہ نمبر و آب کے پہچان کی مہلت نہ پائیگا
ہوا میں سانس نافرمانوں کو لینے نہ دونگا میں | وہ دم بھر کی ہوس میں زیست کی فرصت نہ پائیگا

جہاں آرا۔ کیا کہا میں کچھ نہیں کر سکتی ؟ آخر وہ کیا بات ہے جس کے لیے قسم کھاتی ہوں کہ
جب تک تیرا دکھ دور نہ کروں گی کبھی بستر راحت پر آرام نہیں کروں گی۔

حمیدہ بانو۔ بانو صاحبہ! مجھے دولت نہیں چاہیئے دنیا کی حکومت نہیں چاہیئے صرف
اپنے قصور کی تلافی اور اعظم خاں کے گناہ کی معافی۔

جہاں آرا۔ کیوں! وہ تیرا کون ہے۔ تیرا سگا یا برادر۔؟

حمیدہ بانو۔ جی نہیں! میرا منگیتر۔

جہاں آرا۔ کیا کہا منگیتر۔؟

حمیدہ بانو۔ جی ہاں۔!

جہاں آرا۔ مگر تو جانتی ہے کہ اس نے کیا قصور کیا ہے۔؟

حمیدہ بانو۔ حضور! میں صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ بے گناہ ہے۔

جہاں آرا۔ اور گنہگار۔؟ حمیدہ بانو۔ اصل میں یہ خادمہ۔

جہاں آرا۔ کیا وہ باغ میں تیری اجازت سے آیا تھا۔؟

حمیدہ بانو۔ جی ہاں! اُس وفادار جانثار کو سانپ کی کچلنے کیلئے میں نے ہی بلایا تھا

جہاں آرا۔ اری نادان! تو نے یہ راز اب تک کیوں چھپایا اور مجھکو بیوقوف
کیوں بنایا۔؟ ؎

تو اگر آگاہ کر دیتی مجھے اس راز سے میں رہا کر دیتی اس کو رحم کی آواز سے

خیر اب غم نہ کر میں وعدہ کر چکی ہوں اور قسم کھا چکی ہوں تو میں اس کو ضرور
بچاؤں گی۔ گو اس کام میں میری جان کا اندیشہ ہے۔
لیکن پرواہ نہیں ؎

باب دوسرا سین تیسرا خوابگاہ جہاں آرا

سہیلیاں رگا نا سہیلیوں کا) حمیدہ بانو

پیاری ہم واری جیا نہ جلاؤ۔ ہم بلہاری دل نہ دکھاؤ دھیر دھیر و غم کھاؤ۔
دھیر من کیسے پاے رے۔ جان بن جان بھی جائے۔ یہ غم دشمن بھی نہ پائے رے
لگن برہا کی جلائے رے۔ پیاری تیرے سب دکھ ٹالے مولا۔ پیاری ہم واری
جیا نہ جلاؤ۔

سہیلی نمبرا:۔ صبر کر پیاری حمیدہ بانو صبر کر ے

صبر اچھی چیز ہے صابر کو ملتا ہے ثمر
تو ہے عاقل صابرہ بن آہ واویلا نہ کر

حمیدہ بانو:۔ پیاری بہنو! میں کس طرح صبر کروں دل پر جبر کروں ے

صدمہ عقب کا دل پہ ہے کیا کروں میں صبر
صدمہ بھی جب ہے صبر شکن کیا کروں میں صبر
جوانی کا پھول جب نہیں الفت کے باغ میں
ہے خار زندگی کا چمن کیا کروں میں صبر

جہاں آرا:۔ ہیں! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں ے

رو رہی ہیں سب کی سب مجھکو خبر کچھ بھی نہیں
ان کی آہوں کا مرے دل پر اثر کچھ بھی نہیں
میری پیاری حمیدہ ے
تو سوگوار کس کی ہے۔ ماتم یہ کس کا ہے
مجھ کو بتا دے دل ہے تیرا ستم غم یہ کس

حمیدہ بانو:۔ بانو صاحبہ ے

مت پوچھو میرا حال مجھے رونے دیجئے
صدموں میں میرے آپ کچھ حصہ نہ لیجئے
ایسی مریض ہوں کہ میں اب بچ نہیں سکتی
میرے مرض کی آپ کوئی دوا کر نہیں سکتی

جمانا۔ بیٹا یہ سب کچھ میں نے جانا۔

عظمت:۔ ڈیر روز! بہتر ہے کہ اس موم کے کھلونے کو روپے کی آنچ سے پگھلاؤ میں اپنے سیونگ بینک میں سے روپیہ نکالتا ہوں تم اندر سے لاؤ۔ بھائی بھائی!

لوائے:۔ کیا ہے بے فصائی۔ کیا پھر ڈنڈا جمانے کی ٹھہرائی۔؟

عظمت:۔ بھائی اسوقت ہماری عزت و آبرو کا تو ہی مختار ہے۔ ہماری عزت بچانا تیرے اختیار ہے۔ لے یہ پان کھانے کا نذرانہ۔

روز:۔ دیکھو لوائے! میں ہمیشہ تمہاری عیوض فادر سے لڑتی جھگڑتی رہی مگر کسی موقعہ پر تم تک آنچ نہ آنے دی۔ تمہاری نمک حلالی اسی میں ہے کہ اس راز کو ہمیشہ کیلئے دل کے صندوق میں ہی بند رکھو اور اس کے صلہ میں اس قیمتی ہار کو اپنی پاکٹ میں رکھو۔

لوائے:۔ کیوں بھائی لے لوں..... ہاں لالچ بھی کیا بری بلا ہوتی ہے انکار کرتا ہوں تو رقم ہاتھ سے جاتی ہے کیا کروں اس رقم کو دیکھکر تو طبیعت پھسلی جاتی ہے خیر جی بلنے دو اتکا کام ہمیں تو اپنے حلوے مانڈے سے ہے کام۔ اچھا بھائی سلام۔ مزے اڑاؤ مدام۔

روز:۔ شکر ہے..... پیارے عظمت! دیکھو تو میرا دل مارے خوف کے کیسا دھڑک رہا ہے۔

عظمت:۔ پیاری! تم مت گھبراؤ۔ ذرا اپنے گورے گورے گالوں کا بوسہ تو دلواؤ۔

گانا

تورے کارے نینواں سحر جادو بھرے۔ کیسے بانکے رسیلے نرالے۔ تورے کارے ظاہرا پیار کرے اور پھر وار کرے۔ ان اداؤں پہ نثار سب جیا کا ہے پیارا اب نہ ترپاؤ جیا نہ للچاؤ رے

کیونکر اب اس نگہ ناز سے جینا ہوگا زہر ہے اس پہ تا کیا کہ پینا ہوگا۔ تورے

عظمت کا روز کو اشارہ سے ٹال دینا)
خط کا مضمون۔ ڈیر تسلیم! مجھکو اپنی فرزندی میں قبول کیا جائے
در مرزا عشرت سودیشی کمپنی کے مالک سے جو میرے حقیقی چچا ہیں وہ جائداد
منقولہ و غیر منقولہ جو میرے والد مرزا لائق۔ مرتے وقت میرے نابالغ ہونیکی وجہ سے
انکے سپرد کر گئے تھے اس پر قبضہ دلایا جاوے کیونکہ خدا کے فضل سے میں اب جوان ہوں
مرسلہ مرزا عظمت ولد مرزا لائق از سودیشی کمپنی۔
اوہوں چہ خوش چرانہ بودی کا چھیر یہ بھینس کو دی۔ شادی اور وہ بھی
میری روز سے۔ جھوٹے ناؤں سیلس۔ (رقعہ چاک کر ڈالنا)
ایک اچھو بنا نیوالا لکھا اور میری بیٹی کا خواستگار۔ آبلے اے سُنتے ہو
جاؤ اور ایکدم جاؤ اور اس گدھے کے بچے سے کہدو کہ تجھ سے خچر کو
طویلہ میں نہیں باندھ سکتا۔ (دغا پڑ چھو کا جانا)
بس اب میں سیدھا سودیشی کمپنی میں جاؤنگا۔ اور مرزا عشرت کو یہ سب
سُناؤں گا اور رقعہ دکھاؤں گا۔ غرض نہایت ذلیل کر کے آؤں گا
چچا بھتیجے دونوں کو ٹھیک کر کے آؤں گا۔ (جانا)
روزا۔ پیارے عظمت تم نے سُنا اباجان کا بیان یہ تو ہماری تمہاری جدائی کا ہی سامان
عظمت۔ ڈیر روزا یہ تو کچھ بھی نہیں ہے گھوٹالہ تم فضول کرتی ہو آہ و نالہ۔
اولسٹے۔ ہیں یہ کیا دال میں کالا۔ یہاں تو مضمون ہی ہے نرالا۔
روزا۔ کون ہوا ہے۔ ذلت، رسوائی۔
۔۔۔ ابنِ بیگے کی مجلس میں پرائے مکان میں آنا اور بے قصور سر پر ڈنڈا

روزا۔ ہیں! یہ کون موالی ہے۔
کھیچڑوا۔ اے پیاری آج تو گلا دو دال ہماری۔
ڈاکٹر۔ اوہ ائے سے اندر ویل! اب تو تم کو آرام ہے۔
روزا۔ ہیں! یہ تو میرے فادر کی آواز ہے (روزا کا بھاگ جانا۔ پتلے کا اپنی جگہ جانا)
ڈاکٹر۔ ہیلو آپ نے کیسے تکلیف اُٹھائی۔
گنجا کھیچڑوا۔ باپ رے یہ بلا کہاں سے آئی۔ اب اس کا کیا جواب دوں ہاں کوئی نیا فقرہ گھڑ دوں۔ ڈاکٹر صاحب میری پسلی میں درد ہے۔
ڈاکٹر۔ جی ہاں کیا تعجب ہے کیونکہ آج ذرا ہوا سرد ہے۔
گنجا کھیچڑوا۔ پھر کوئی دوا مرحمت فرمایئے۔
ڈاکٹر۔ بس آپ پلسٹر لگوا لیجئے۔ بیٹھ جایئے۔ (عظمت کا وِگ اُتار لینا) ہیں یہ کیا تم گنجیا! تمہارا بال کدھر گیا۔ اوہو سمجھا سمجھا تم نے یہ مصنوعی وِگ لگائی ہے جب ہی ہمارے اسٹیچو نے گرائی ہے۔
اب میں تم کو نکال دیتا ہوں اور اس کی کھوپڑی سہلواتا ہوں۔
(عظمت کا سب کو مار کر بھگانا۔ گنجے کا بھاگ جانا۔ اسٹیچو کا اپنی جگہ مار کر چلا جانا)
ڈاکٹر۔ بدمعاش پاجی لچا شیطان کیا سمجھا تھا اپنے باوا جان کا مکان۔
غائب غچو۔ کیا ڈاکٹر جمشید خاں آپ ہی کا نام ہے۔
ڈاکٹر۔ ہاں ہاں میرا ہی نام ہے۔
غائب غچو۔ جی ایک شخص کا پیام ہے لیجئے۔ (ڈاکٹر کا چشمہ لگا کر خط پڑھنا)

واہ واہ، واہ رے پٹلے۔ تو پٹلا تیرا باپ پٹلا۔ روز بیٹھ رہیا اس کے منھ میں کچھ روپیہ ڈالدوں۔ (روپیہ ڈالنا)

اوہ ہو ہوا یا ہیر عجائب روپیہ غائب۔

اچھا اپنے مکان کی لائٹ گل کرد اور اس کی پیٹھ دباؤ (پیٹھ دبانا)

فائن لائٹ۔ فائن لائٹ۔

اچھا ایک چھپٹی لاؤ اور اس کی انگلی سے ہیچ کرکے کلائی دباؤ۔

(کلائی دبانا)

روزا۔ فادر ذرا صبر کیجئے نمبر ۳ کو صرف چند منٹ کے لئے سنبھلنے دیجئے

لوائے لوائے لوائے بس سر!

روز:۔ تم یہاں کھڑے ہو جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب ہدایت نمبر ۳ بتاؤ۔

ڈاکٹر:۔ بس تو اس کا ہاتھ دباؤ۔ روز:۔ لیجئے!

لوائے:۔ ہائے ڈاکٹر مر گیا۔

ڈاکٹر:۔ او مائی گاڈ اوپل تمہارا سر چھوٹ گیا۔ بڑا ہنسی کا بات ہے۔ بڑا ہنسی کا بات ہے او خوا خون بھی چلنے لگ گیا۔ چلو اندر ہم ایڈرڈ فارم لگائے گا۔ روز تم بہت ہشیار ہے۔ اگر تم بیئے کو مارتا تو یہ وبال ہمارے سر پر آتا۔ بجائے اس کے ہم اپنے آیڈرڈ فارم لگاتا۔ (جانا)

عظمت:۔ پیاری، سچ کہنا کیسی ترکیب نکالی ہے۔

روز:۔ بے شک! دنیا سے نرالی ہے۔

گنجا:۔ دیکھو دوست رہے۔ آج میدان خالی ہے۔

ڈاکٹر:۔ ویل دوا لگاؤ۔ ہیں وہ مریض کدھر نکل گیا۔ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔
ذلیل کتے ناکارہ در بدر پھرتے ہیں آوارہ۔
روز:۔ لیجیے سوٹا برٹ۔ فادر تم نے ملاحظہ فرمایا ہو گا یہ مین دس۔ یہ وہی اسٹیچو ہے
بہشتر جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا۔
ڈاکٹر:۔ اخاہ اسٹیچو آگیا بیٹی روز دکھاؤ تو اس کے کمال۔
روز:۔ لیجیے پرچہ استعمال (مضمون پرچہ)
دی سودیشی غفلت کمپنی آف انڈیا۔ ہدایت ضروری!
خبردار اس مشینری کو ہشیاری سے ہاتھ لگانا اور اس پرچہ کے مطابق کام کرنا۔
(ڈاکٹر کا پڑھنا)
نمبر ۱:۔ جو کوئی اس کے کان کو ہاتھ لگائے گا تو فوراً اس کا منہ کھل جائے گا
جو سیونگ بینک کا کام دے گا۔
ویری نائس! ویری نائس۔
نمبر ۲:۔ جو کوئی اس کی پیٹھ کو دبائیگا تو فوراً اندھیرے کا اجالا ہو جائے گا
ویری فائن۔ ویری فائن۔
نمبر ۳:۔ جو کوئی اس کے ہاتھ میں لکڑی دیکر اس کے ہاتھ کو دبائے گا تو یہ چوکیدار
کا کام دے گا یعنی حریف کو بھگائے گا۔
ویری گڈ۔ ویری گڈ۔
(ظاہرہ) خوب خوب! اس پتلے میں تو بڑی بڑی کرامات ہیں۔ بیٹی روز ذرا ان کا
امتحان تو لو۔ جاؤ پہلے کان کو ہاتھ لگاؤ۔ (ہاتھ لگانا روز کا

خاص بات تحریر کی ہے۔

مضمون خط

خط نمبر ۱ :۔ ڈیر عظمت جلد آؤ زیادہ مت تڑپاؤ۔ تمہارے فراق میں دل بیقرار ہے۔ تازہ معاملہ یہ ہے کہ تمہارے پاگل بھائی کو میں نے یہاں سے کر دیا فرار ہے۔ رقیمہ نیاز تمہاری دلنواز مس روز۔ ۔ ۔ ۔
بے شک! یہ میری غلطی ہے جو وقت پر تمہیں نہیں پہنچ سکا۔
(منہ پھیر کے کھڑے رہنا)

روز :۔ مائی فادر ہیز اے سوڈا اینڈ آکس۔

عظمت :۔ ہیں فادر کون فادر۔ فادر ہو گا تمہارا ڈاکٹر۔

روز :۔ سا دمائی گوڈ مائی ڈیر عظمت۔ وا جی واہ تم نے اچھی دیر لگائی۔ یور ٹو لیٹ۔

عظمت :۔ پیاری روز اب مجھے آنے میں کب انکار تھا۔ یہ کم بخت ڈریس تیار نہ تھا تمہارا مجرم یہ ڈریس ہے اسی سے باز پرس کیجئے۔ بعد فیصلہ اسی کو سزا دیجئے۔

ڈاکٹر :۔ (اندر سے) لوسی لوسی میں مریض کو دوا پلانے کمرے میں جاتا ہوں۔ تم جلد گرم پانی لے کر آؤ۔

روز :۔ پیارے عظمت! میرے فادر آرہے ہیں تم یہیں کہیں چھپ جاؤ۔

عظمت :۔ مت گھبراؤ پہلے تم اس بچے کو کہیں چھپاؤ۔ اور یہ ایک کاغذ بھی میں تم کو دیتا ہوں۔ تم اس کاغذ کو اپنے والد کو دے دینا۔

روز :۔ گوانیڈ بگن یور ورک۔ اچھا جاؤ اپنا کام شروع کرو۔
(عظمت کا اسٹیج بننا)

ڈاکٹر:۔ اچھا ہم تمہارے درد کی دوا لاتا ہے۔ (جانا)

فطرت:۔ کسی کو میرے درد جگر کی۔۔۔۔۔۔

عظمت:۔ بلیاس چپلا اوپر جہاں اللہ! تیرا ستیاناس، یہ کیا کرنا ہے خناس۔ یہ مردود کہاں سے ہوگیا موجود۔ اب اس کو جلد کرنا چاہیئے یہاں سے نابود

ابے ابے جمدود تو یہاں کیسے آیا۔؟

فطرت:۔ ابے او تو یہاں کیوں کر آیا۔؟

عظمت:۔ میں تو یہاں بل کا روپیہ وصول کرنے آیا۔

فطرت:۔ تو میرا اپنی معشوقہ سے شادی کرنے آیا۔ عظمت:۔ کون معشوقہ۔

فطرت:۔ نہیں ہماری۔ چولہے کی منڈیا تمہاری والی۔

عظمت:۔ چل نکل یہاں سے موالی۔

فطرت:۔ دیکھ خبردار اب کے مت دینا گالی۔ عظمت:۔ نہیں تو کیا ہوگا۔

فطرت:۔ بس ٹانگیں اوپر ہوں گی اور سر نیچے ہوگا۔

عظمت:۔ کیوں بیٹا یہ بات! اس دن کی بھول گئے واردات۔

فطرت:۔ ابے کچھ کہے گا بھی کون سی بات۔؟

عظمت:۔ وہی جوتی اور لات۔ فطرت:۔ ہاں یاد ہے میرے باپ کے باپ

عظمت:۔ دیکھو میں تم سے کہتا ہوں کہ آئندہ پھر کبھی نہ آنا ورنہ دیکھنا پڑے گا تم کو پاگل خانہ۔

فطرت:۔ ارے اچھا بادا خانخانانہ یہ ہوا روانہ میرے درد جگر کی۔۔۔۔ (جانا)

عظمت:۔ ہاں خوب یاد آیا۔ پیاری روز کا دوسرا خط تو پڑھوں۔ ممکن ہے کوئی

اور پہلے اسٹیچو کو واپس کر دیا۔ غالباً آج ضرور تیار ہو کر آجاوے گا۔
ڈاکٹر: تم نے بہت اچھا کیا۔ لو آرو یری کلیور۔ دل لو برنگ کول ڈرنک فوری؟
کیا تم سوڈا اور برف میرے لئے لاسکتی ہو۔
روزا۔ اوہ یس! ضرور ضرور۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی........
ڈاکٹر:۔ چھٹ چھٹ ناؤن سین۔ یہ کون کیدڑ کے موافق چلاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے
کہ کوئی پاگل مریض آتا ہے۔
فطرت:۔ ارے خبر ہی نہیں کچھ اثر ہی نہیں۔ میرے درد جگر........
ڈاکٹر:۔ توبہ توبہ! ایک تو نوکروں کی یک یک دوسرے مریضوں کی جھک جھک بھر ڈی دیر آ
کرنا دشوار ہے بس معلوم ہو گیا کہ گھر تو در کنار یہ کمبخت مریض قبر تک پیچھا نہ چھوڑیں گے
تنگ آیا یا واتنگ آیا ایسی زندگی، اور ایسی ڈاکٹری سے تنگ آیا۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی........
ڈاکٹر:۔ ایلے ایسا شور و پکار ہے، تم کیا بیمار ہے........
فطرت:۔ میرے درد جگر کی........
ڈاکٹر:۔ ایلے ایلے یور کے درد کے بچے۔ ہم پوچھتا ہے تم کو کیا مرض ہے؟
دہاٹ از ہیپن ٹو یو۔
فطرت:۔ میرے درد جگر کی........ آداب عرض ہے آداب عرض ہے میرے درد جگر کی..
ڈاکٹر:۔ ایلے ایلے آداب عرض کا بچہ کیا تمہارے سر میں درد ہے؟
فطرت:۔ اونوہ میرے درد جگر کی........

روزا۔ خدایا یہ بیٹھے بٹھائے کیا میرے دل میں سمایا کہ اچھی بھلی جان کو آفت میں پھنسایا۔ افسوس دل بھی آیا تو ایسے پر آیا کہ جس کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوئی میری فرقت میں بیقرار ہے کیا میرا خط ڈیر عظمت نے نہیں پایا جواب تک جواب نہیں آیا خیر صرف دس منٹ اور انتظار کرتی ہوں۔ اگر اس پر بھی جواب نہ آیا تو دوسرا خط لکھتی ہوں۔

ڈاکٹر۔ بیوقوف۔ پاجی۔ نالائق۔ خچر کے موافق۔ خدا جانے کونسے طویلے میں نبدھے ہیں جن کو ملازمت کرنے کی بھی تمیز نہیں۔ آگئے نوکری کرنے۔ پلاؤ نہ جلاؤ بیٹھے بٹھائے کھلاؤ۔ ٹینکچر ایوڈین منگواؤ تو کلورو فارم لاتے ہیں کیمفر منگواؤ تو لوشن لے آتے ہیں غرض کہ ایسی ہی ایسی باتوں سے دل جلاتے ہیں۔ (بیٹھنا)

روزا۔ (سائڈ میں) خدا خیر کرے۔ فادر کا بھیجا تو آج ایسٹ سے ویسٹ کی طرف پھرا معلوم ہوتا ہے۔

کیوں کیوں مائی فادر خیر تو ہے۔ آج آپ کی حالت غصہ سے کیوں غیر ہے آر یو ویل ٹو ڈے۔

ڈاکٹر۔ کچھ نہیں ان کمبخت نوکروں کی نمک حرامی کا خیال ہے اسی سے جلال ہے (ٹوپی رکھتے جانا) نو نوٹ ایٹ اول۔

روزا۔ تمہارا اسٹیچو کہاں گیا۔؟

روزا۔ ہاں فادر خوب یاد دلایا میں آپ سے یہ کہنا تو بھول ہی گئی کہ جب اسٹیچو والا سوداگر بل لایا تھا تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک نئی قسم کا اسٹیچو میں نے تیار کیا ہے۔ جو زندہ انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ اس لئے میں نے ایک عجوبہ چیز خیال کر کے فوراً اس کو آرڈر دے دیا

دارا:۔ دلیر خاں۔ دلیر خاں:۔ سرکار!

دارا:۔ دیکھو! اس حکم نامہ پر کس کی مہر ہے۔؟

دلیر خاں:۔ حضور اس پر تو قبلہ عالم کے نام کی مہر ہے۔

دارا:۔ ہاں! یہ ابا حضور کے نام کی مہر ہے لہٰذا جس طرح تم ہماری طرف سے ملتوی جنگ کی خبر ابا حضور کو پہنچا چکے ہو اسی طرح ابا حضور کی طرف سے اس حکم نامہ کو قبل اس کے کہ اورنگ زیب کابل کی سرحد میں پہونچے امیر کابل کے پاس حفاظت سے پہونچا دو اور بعد سلام کے کہدو کہ۔

اورنگ زیب دشمن جانی ہے ہمارا — دہلی کی شکل دیکھنے نہ پائے دوبارہ

دلیر خاں:۔ بہت خوب سرپرآرا۔

دارا:۔ دوبارہ

یقین کامل ہے اب دشمن اجل کی زد میں پہنچے گا — ضرورت موت کا بدلہ ہمارے نام سے لے گا
زمین ہند سے نابود ہوگی ہستی دشمن کی — کفن ہی کی ضرورت ہوگی اسکو اور نہ مدفن کی

باب دوسرا سین دوسرا ڈاکٹر کا مکان
کومک

اگنگاروزنگا:۔ میری اٹھتی جوانی پہ رنگ آیا
اس کو رکھوں میں کیسے سنبھال کے
جیا جائے من بھائے پیا توری آہو سی چشموں نے دل کو کیا ہے زخمی
میری اٹھتی جوانی

جہاں آرا:۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

گانا جہاں آرا

ابا کے سر کی قسم ہرگز نہ مانونگی میں — جب تک آنکھوں سے بدلہ نہ لیلونگی میں
اورنگ زیب حمایتی خادم کا — اُسکے غرور کو توڑدوں گی میں

گانا دو سہیلیوں کا:۔ سیّاں دل لے گیو یار ٹوٹے ہیں

زر دوزی کا بٹوہ ریشم کے ڈورے — میں کیسے کھولوں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
ٹونک کا بٹوہ چندوسی کی چھالی — میں کیسے کتروں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
سونے کی تھالی میں بھوجن پروسا — میں کیسے کھاؤں یار میرا دل ٹوٹے ہیں
سونے کا گڑوا گنگا جل پانی — میں کیسے پیوں یار میرا دل ٹوٹے ہیں

سپاہی:۔ حضور قبلہ عالم دردولت پر ایک سفیر آیا ہے اور باریابی کی اجازت چاہتا ہے
شاہجہاں:۔ اچھا حاضر کرو۔ سپاہی:۔ بہت خوب!
دلیر خاں:۔ حضور قبلہ عالم کی خدمت میں غلام آداب بجا لاتا ہے۔
شاہجہاں:۔ تمہارا نام۔؟
دلیر خاں:۔ غلام کو دلیر خان کہتے ہیں۔
شاہجہاں:۔ کہاں سے آئے ہو اور کیا پیغام لائے ہو۔؟
دلیر خاں:۔ حضور میں جلال آباد سے آیا ہوں اور امیر صاحب کا پیغام لایا ہوں کہ شاہ بلخ جنگ پر آمادہ ہے صرف آمادہ ہی نہیں بلکہ سرحدی مورچوں پر قبضہ کر چکا ہے اور شاہی فوج کو پسپا کر کے اب عنقریب کابل پر حملہ کیا چاہتا ہے۔
شاہجہاں:۔ کیا اس شغال صورت کو اس قدر جرأت ہو گئی کہ وہ ہماری فوج کو

لگاؤ آگ دلوں میں مجھے بھی دیکھنا ہے | لگا کر آگ کن ہاتھوں سے کیسے بجھاتے ہو

دارا:- نادان! جو شخص آگ لگانا جانتا ہے وہ بجھانا بھی جانتا ہے۔

اورنگ زیب:- دیکھو بھائی صاحب اگر تم آگ لگانے سے باز نہ آؤگے تو بہتر نہیں ہوگا۔

کشتی تمہارے ظلم کی کبھی پار نہ ہوگی | حق پر ہوں میں اور مجھکو خدا پار نہ ہوگی

دارا:- دیکھا جائے گا۔ دیکھا جائے گا۔ دیکھا جائے گا۔

اورنگ زیب:- ضرور دیکھنا۔ ضرور دیکھنا۔ ضرور دیکھنا۔ (دونوں کا جانا)

شاہجہاں:- بیٹی جہاں آرا! تو ان آنکھوں سے یہ خونی نظارہ دیکھکر بھی اپنی ہٹ سے باز نہ آئیگی۔ ایک ادنیٰ سپاہی کیلئے شہزادے کی قیمتی آنکھیں گنوا دے گی

ہزاروں عورتوں کو بیوہ اور لاکھوں بچوں کو یتیم بنائے گی ؎

لڑیں گے جب یہ آپس میں کریں گے جب سپر سینہ | تو ہزاروں ہوں گے نابینا

ہے کدورت کی ہستی کو سوا تیرا نہ کم کینہ | تو پھر بیکار ہے جینا

جہاں آرا:- اباجان دنیا میں دو خدا ہیں۔ ایک تو وہ جو عاضر و ناظر ہے دوسرا وہ جو پوشیدہ ہے جب میں آپکی عدالت میں اپنے پردہ کی توہین کا مقدمہ پیش کر چکی ہوں اور اپنا بدلہ لینے کی سب کے سامنے قسم کھا چکی ہوں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنا عہد و پیماں توڑ دوں اور دوسری شہزادیوں میں وقعت گھٹاؤں ؎

آپ کے سر کی قسم اسوقت تک مانونگی نہیں | جب تک آنکھوں سے بدلہ اسکا لیلونگی نہیں

شاہجہاں:- بیٹی ؎

نہ سنا ہے آسمانی بددعا محکوم کی | کیا پتا ہے ایک ناکردہ گنہ معصوم کی

بہرے جاتے ہیں جب انصاف سے حاکم کے کان | غیب سے فریاد سنتا ہے ندا مظلوم کی

بیلو بنکھیاں دے پنکھیاں ۔ ہاجونے رسیاں ۔ ہاتھ پیر انوں لگ کے مہندی
تین و دیکھن چت وچ بیٹھی اے مرے دلدار آس رکھیاں دے
یار گیا تو مڑ نہ آیا خط نہ رسیاں پت نہ پایا اے مرے دلدار
تھک گئی انکھیاں شے انکھیاں

اورنگ زیب:۔ کون کہتا ہے کہ میں ہندوؤں کا دشمن ہوں۔
دارا:۔ میں کہتا ہوں۔
اورنگ زیب:۔ ہرگز نہیں۔ اگر میں ہندوؤں کا دشمن ہوتا تو آج میری فوج میں مسلمانوں سے زیادہ ہندو راجپوت نہ ہوتے۔
دارا:۔ یہ صرف بناوٹ ہے۔ **اورنگ زیب:** نہیں یہ صرف صداقت ہے
دارا:۔ تیری صداقت ہندوؤں کو بدخواہ کر رہی ہے۔
اورنگ زیب:۔ اور تمہاری جہالت مسلمانوں کو گمراہ بنا رہی ہے۔
دارا:۔ ہرگز نہیں ۔ میری نظر میں ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہیں۔
اورنگ زیب:۔ اور میری نظر میں ہندو اور مسلمان جو اپنے مذہب کا پابند ہو وہی انسان ہے
دارا:۔ اور جو مذہب کا پابند نہیں۔
اورنگ زیب:۔ وہ کسی کا [illegible] نہیں۔ **دارا:۔** کون کہتا ہے۔؟
[illegible] تم اور [illegible] کا خدا۔

اورنگ زیب ؎
نہ زمانہ [illegible] کسی کا دوست ہے وہ اور نہ بھائی ہے [illegible]
[illegible] تم بیوہ بناتے ہو [illegible]

جسونت سنگھ:- ہاں ہاں میں صداقت کو سب سے عزیز سمجھتا ہوں۔

دارا:- جب تو آگے بڑھو اور تمہیں اس مقدمہ کا فیصلہ کرو۔

جسونت سنگھ:- ہاں! میں فیصلہ کرتا ہوں سُنو! ؎

تم بھی خدا کے بندے یہ بھی خدا کا بندہ | تم بھی خدا کے بندے وہ بھی خدا کا بندہ
جو کچھ ہے شکوہ ان کا وہ ہے گلہ تمہارا | مجرم بنے تم اس کے مجرم ہے یہ تمہارا
تم لیلو اسکی آنکھیں اور دیدو اپنا بازو | یہ فیصلہ ہے اس کا اور یہ فیصلہ تمہارا

اورنگ زیب:- کیوں بھائی مہربان قدرداں سن چکے حق کا اعلان ؎

ایک راجہ وہ بھی ہندو جسپہ تم کو ناز تھا | زور بازو تھا جو سچا ہمدم و ہمراز تھا
ہے خیر انجام کی انصاف سے کیا کہہ گیا | ایک دریا تھا جو رستہ پاکے سیدھا بہہ گیا
کر لو کچھ اب بھی عمل سچا نشاں ہے سامنے | ورنہ گر جاوگے منہ کے بل کنواں ہے سامنے

دارا:- بیوقوف ؎ رہنے دے تیرا کنواں اور رہنے دے تیرا ثواب

تیرا تیرے ساتھ میرے ساتھ ہے میرا حساب

موت سر پر ہے کھڑی تیرا الٹنے کو نقاب | لیکے جان چھوڑیگا تجھ کو اب میرا قہر و عتاب
دشمنی کرتے ہیں جس سے ہم دکھاتے ہیں اُسے | دیکھ ہم کرتے ہیں تیری اسطرح مٹی خراب

اورنگ زیب:- عقل کے اندھے بہکتا ہے عبث پیکر شراب | ہے نشہ نخوت کا نہیں اچھا ہے یہ چاہِ عذاب
کھولکر آنکھیں تماشہ دیکھ اب موت کا | سر دگرگوں کر دیتے ہیں تیجھ کو یوں تیجھ جواب

سین ختم۔ ڈراپ

باب تیسرا سین پہلا جشن گاہ دارا

گانا سہیلیوں کا رنجنا یا

میں اس مقدمہ کو دوسری پیشی تک ملتوی رکھتا ہوں۔ لہٰذا اسعد اللہ سے

آشکارا ہے بغاوت اس کی ہر اظہار میں فیصلہ کل ہو گا اس باغی کا پھر دربار میں
مشتہر کر دو یہ دہلی شہر میں تم آج ہی

سعد اللہ۔ کہیے شہزادہ صاحب اب کس سوچ میں پڑ گئے۔؟

اورنگ زیب:۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یا خدا سے

رہونگا مورد آلام بے مشق ستم کب تک میں مثل کوفت کھاؤنگا بھلا اپنوں کا غم کبتک
میری آواز پایہ عرش کا کس دن ہلا دے گی تری لاٹھی ہے بے آواز کب بجلی گرا دے گی

سعد اللہ:۔ کہیے جناب جسونت سنگھ صاحب آپ سن رہے ہیں۔

جسونت سنگھ:۔ جی ہاں! سن رہا ہوں۔

سعد اللہ:۔ تو فرمایئے ان رموز کنایہ کا نام بغاوت نہیں۔

جسونت سنگھ:۔ میرے خیال سے تو اس بحث ومباحثہ کا نام شرارت نہیں۔

دارا:۔ جسونت سنگھ آپکی ڈھکل مل یقین باتوں سے تو یہ ظاہر ہے کہ آپ اس سے ڈرتے ہیں۔

جسونت سنگھ:۔ جناب شہزادہ صاحب میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اگر تمام دنیا کے شہزادہ بھی ملکر آئیں تو وہ بھی کمزوروں کی آہ یتیم کی بد دعا مجبور انسانوں کے غصہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

سعد اللہ:۔ تو تمہارے خیال سے شہزادہ کمزور و مجبور ہے۔

جسونت سنگھ:۔ ظاہرا تو یہ اپنے بل بوتے رستم بیلتن سے زیادہ مغرور ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ باطن میں ایک چیونٹی سے بھی کمزور اور مجبور ہے مگر سے

ایکطرف ہیں آپ سب ساری جماعت ایکطرف یہ اکیلا ایکطرف اسکی صداقت ایکطرف

دارا:۔ ہاں تم اس کی صداقت کا لوہا مانتے ہو۔

سعی اللہ :- ہم غلاموں کی موجودگی میں کس کی مجال ہے جو حضور قبلہ عالم کا حکم ٹالے۔
اورنگ زیب :- تو میری موجودگی میں کس کی مجال ہے جو میرے محافظ کی آنکھیں نکالے۔
دارا :- میں اس کی آنکھیں نکالوں گا۔
اورنگ زیب :- بہ بلند دیکھنا جو اس کی آنکھیں نکالے گا ایک روز اس کے چہرے پر
آنکھیں نہ ہوں گی اور وہ اپنی بینائی کو ڈھونڈھتا پھریگا ؎
نظر ہو آنکھوں پہ جسکی نکے وہ کرلے دنیا کی سیر پہلے تو نکال لیتا پھر اسکی آنکھیں بنالے آنکھوں کی خبر پہلے
شاہجہاں :- جسونت سنگھ تم سن رہے ہو یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔؟
جسونت سنگھ :- جی ہاں حضور میں سمجھا یہ داراشکوہ کی طرف اشارہ ہے۔
شاہجہاں :- بس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بغاوت پر آمادہ ہے اورنگ زیب میں تجھسے
آخری مرتبہ کہتا ہوں کہ جب تو دنیا میں آیا ہی تو کچھ دن خیریت سے اور گذار ؎

زندگی کو پیار کر نعمت ہے اچھی زندگی زندگی بیکار ہے جس میں نہ ہو شرمندگی
زہر غصہ کا تو میرے جان کر ہر گز نہ پی ایک ہے دنیا میں جب تو کچھ دنوں تک اور جی

اورنگ زیب :- میں خوب سمجھتا ہوں میرے قبلہ وکعبہ مجھے کامل یقین ہے کہ میں اسلام کی شان و شوکت
کو برقرار رکھنے اور آپ کی خیر و برکت سے ہندوستان کے مسلمانوں کو مالا مال اور اس محل سے
شرک و بدعت دور کرنیکے لئے ضرور جیونگا مجھے یقین ہو کہ حضور حق دہصداقت کا دنیا زندہ فرمائینگے
اور مجھے تیرے غصہ کا ہلاہل ضرور پلائینگے اور میں پیونگا مگر یہ یاد رہے کہ ؎

جب سرایت زہر تیرے جسم میں کرجائے گا یہ میرا پیمانہ دل قہر سے بھر جائے گا
دیکھ لونگا جب نگاہ قہر سے میں ایک بار میرا دشمن دیکھتے ہی دیکھتے مرجائے گا

شاہجہاں :- خیر اگر یہ نہیں مانتا تو جاؤ اس قیدی کو لے جاؤ اور اسکی نگہداشت رکھو اور

ہوں دادخواہ ان سے کوئی اگر بچارا — دریا دکھائے میٹھا پانی پلائے کھارا

من خوب می شناسم پیران پارسا را

سعداللہ:۔ اللہ اکبر! ہم غلاموں کی یہ ہتک اور حضور قبلہ عالم کی یہ توہین۔

دارا:۔ ہم دادخواہوں کو میٹھا پانی دکھاتے ہیں اور کھارا پانی پلاتے ہیں۔؟

سعداللہ:۔ سلطنت کیا چلاتے ہیں گویا ہل چلاتے ہیں ہل۔

اورنگ زیب:۔ تو کیا ہل چلانا آپ نے کوئی معمولی کھیل سمجھ رکھا ہے؟

سعداللہ:۔ اور سلطنت چلانا کوئی آپ نے معمولی کام سمجھ رکھا ہے۔

اورنگ زیب:۔ نہیں یہ بھی محال ہے اور وہ بھی محال ہے سلطنت اور زراعت دونوں کی ایک مثال ہے مگر ہل چلانا مجھ جیسے غریب کسان خوب جانتے ہیں اور سلطنت کا چلانا آپ جیسے نمک حرام خوشامدخور خوب جانتے ہیں۔

شاہجہاں:۔ خاموش بدزبان! ان کی خوشامد اور نمک حرامی کو ایک عالم میں آشکارا کر رہا ہے مگر تو کس ایمانداری پر ناز کر رہا ہے۔

اورنگ زیب:۔ میں اس ایمانداری پر ناز کر رہا ہوں کہ جس کے پاک دفتر کا نام شریعت ہے۔ ادنیٰ اعلیٰ امیر غریب سب کی یکساں عزت ہے ؎

پیادہ ہے سوار اسکا سوار اسکا پیادہ ہے — نہ رتبہ میں کوئی کم ہے نہ درجہ میں زیادہ ہے

وہ ہے قانون حق جنکی صداقت میں نگاہ ہیں — ہے شہزادہ سپاہی اور سپاہی شہزادہ ہے

دارا:۔ بیوقوف! ابا حضور کا حکم کسی صورت اس دربار سے ٹل نہیں سکتا۔

اورنگ زیب:۔ بیوقوف کے بچے بھائی تمہاری خوشامد کا کھوٹا پیسہ اس دنیا ۔۔۔ بازار میں ۔۔۔ نہیں سکتا۔

توہین کا بدلہ اس کی آنکھوں سے لیا جائیگا اور اندھا کیا جائے گا۔

اورنگ زیب:۔ خیر یہ مجھے منظور ہے مگر بھائی صاحب کے طمانچہ کا جواب۔؟

شاہجہاں:۔ دوسری پیشی پر اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اورنگ زیب:۔ یہ انصاف نہیں بلکہ ظلم ناروا ہے۔

شاہجہاں:۔ کس طرح۔؟

اورنگ زیب:۔ ایک بہادر سپاہی اپنا جان پر کھیل جائے اور آقازادی کی جان بچائے وہ قانوناً مجرم بنایا جائے گا۔ اور اندھا کیا جائے گا اور ایک مغرور شہزادہ اپنے غرور و تکبر کے زعم میں آکر بیگناہ سپاہی پر ہاتھ اٹھائے وہ قانوناً سزا نہ پائے اور اپنا بانور صحیح سلامت لے جائے یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے

قدر موسیٰ کی نہ ہو فرعون کی توقیر ہو ؎ ظلم کی پرسش نہ ہو اور رحم کی تعزیر ہو
کونسی شاہی کا کس دفتر کا یہ مضمون ہے ؎ کون سے شداد کس نمرود کا قانون ہے

شاہجہاں:۔ کیا نمرود۔؟

اورنگ زیب:۔ جی ہاں نمرود۔

شاہجہاں:۔ بے وقوف

مداح عدل کل ہے جس کے بلخ بخارا ؎ جس کا مطیع ہے دل سے ہندوستان سارا
ہاتھوں سے جس نے اپنے چیونٹی کو بھی نہ مارا ؎ با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
نمرود سے تو اس کو تشبیہ دے رہا ہے ؎ پہچان کون ہیں ہم کیا رتبہ ہے ہمارا

اورنگ زیب:۔ جی ہاں حضور میں خوب جانتا ہوں اچھی طرح پہچانتا ہوں کہ

شاہوں میں شاہجہاں اور شاہزادوں میں ہے دارا ؎ وزرا میں خانخاناں گویا ہے اک ستارا

نہیں گیا۔ اسکا بیان ہے کہ جب باغ میں داخل ہوا تو اس وقت سانپ پیری نظر تھی۔ اور سانپ میرے پیش نظر تھا۔

شاہجہاں :۔ تو کیا تم یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے شاہزادی کو نہیں دیکھا اور ایک مسلم شاہزادی کی بے پردگی نہیں ہوئی۔

اورنگزیب :۔ جی ہرگز نہیں! مگر ملزم کو اس کے گناہوں کی سزا اسی وقت مل چکی۔

شاہجہاں :۔ تو کیا شاہزادی نے اس پر ہاتھ اٹھایا۔؟

اورنگزیب :۔ نہیں بھائی دارا نے غضب ڈھایا۔

دارا :۔ عالم آرا بیشک میں نے غصہ کی حالت میں اس سپاہی کے منہ پر طمانچہ مارا۔

اورنگزیب :۔ کیوں! کیا سپاہی کے منہ پر طمانچہ مارنا قانوناً جرم نہیں۔؟

سعد اللہ :۔ بیشک جرم عاید ہوتا ہے مگر غصہ کی حالت اور نصیحت کے خیال سے اگر شاہزادے نے اس پر ہاتھ اٹھایا تو اس حالت میں اک شہزادے کا جرم مجرموں کی قطار میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اورنگزیب :۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ جب ایک ظالم شہزادہ کا جرم مجرموں کی جماعت میں شمار نہیں کیا جا سکتا تو پھر ایک بہادر سپاہی قانون کی گرفت میں کیوں کر آ سکتا ہے۔

سعد اللہ :۔ کیوں نہیں آ سکتا ضرور آ سکتا ہے۔

اورنگزیب :۔ ہرگز نہیں۔ کبھی نہیں۔

شاہجہاں :۔ اگر اسنے ایک مسلم شہزادی کی جان بچائی ہے تو اسکا عوض اس کو ضرور دیا جائے گا مگر قبل اس کے کہ ایک مسلم شہزادی کی بے پردگی کی ہے لہٰذا پردہ کی

بھئی واہ یہ چھڑکے کا کوٹ یعنی مال غنیمت خوب ہاتھ لگا۔ اگر اس کے ساتھ پادن بھی ہوتی تو سونے پر سہاگہ کا کام ہوتا۔ اوہو ہو پتلون تو یہ رہی۔ بس اس کوٹ پر ڈاکٹر صاحب کی پتلون ڈاٹنا چاہیئے۔

گانا فطرت کا

فطرت چکمہ کہا ہوں پتلہ ہر فن میں ہوں ہشیار

جل جہان سہ کا رشہ کاٹوں جسکو ہو فی النار

ننگی کا اب تو ناچ نچاؤں ساری شیخی میں اسکی بھلاؤں

تب آوے میری جان میں جان

اب یہاں سے بھاگنا چاہیئے۔ (سین ختم)

باب پہلا سین آٹھواں دربار

(گانا)

سہیلیاں:۔ گاڈ بلیس یو۔ ویری گریٹ بلیسنگ۔ اور لی کوان کروانیڈر بیپ لی۔ وی آر اور اورنگ۔ دہوم زیر افلاک کانپے ہیں شیر ترہ بھی اے شاہ۔ دہشت سے اے سلطان۔ تاجدار شہریار ذی وقار خود مختار جاں نثار بے شمار ہیں تیرے۔ تابعدار۔ لانگ الایو رہانے ولا رجانے الابو مالے۔

شاہجہان:۔ اورنگ زیب! اپنے محافظ کے جرم سے انکار کرتے ہو کہ یہ دیدہ و دانستہ زنانہ باغ میں نہیں گیا۔

اورنگ زیب:۔ جی ہاں! میں اقرار کرتا ہوں کہ میرا محافظ دیدہ و دانستہ زنانہ باغ میں

عظمت :۔ جناب آیندہ اس سے بھی عمدہ مردانہ اسٹیچو پیش کروں گا جو عنقریب تیار ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر ۔ ضرور ضرور! اگر ہماری مس صاحبہ کو پسند آجائے گا تو ہم ضرور خریدنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ (جانا)

فطرت :۔ ارے او بھائی عاشق باکمال خدا کے واسطے مجھے تو اس جنجال سے نکال۔

عظمت :۔ اچھا اچھا نہ گھبراؤ میں جاتا ہوں اور ایک کرایہ کا آدمی ڈھونڈھ کر لاتا ہوں اور تم کو اس آفت سے چھڑاتا ہوں۔

ڈاکٹر :۔ لو بھائی یہ لقایا روپیہ

عظمت :۔ تھینک یو (آپ کا شکریہ) (جانا)

عبدالرحمٰن :۔ ہائے! کس سے کہیں۔ کون سنے۔ کیا میں جوان نہیں۔ کیا میں خوبصورت نہیں پھر کیا وجہ کہ روز مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ چوروں کی چوکھٹ پر آتے آتے پورے دو سال کا عرصہ گذرا۔ اکثر اس کے آگے رویا پیٹا مگر اس سخت جان کا دل کبھی نہ پسیجا۔ میں نے بھی اپنے دل میں ٹھان لیا ہے کہ اگر آج اس نے مجھے سوکھا ٹرکایا تو سمجھ لیجئے کہ میں نے بھی اپنا گلا دبایا۔ (فطرت کا ڈنڈا جمانا)

بچائیو خدایا یہ کیا وبال آیا (دیکھکر) ہاں اب سمجھ میں آیا کم بخت ڈاکٹر نے اپنی لڑکی کے عاشقوں کے بھگانے کیلئے یہ ایکٹرک کا چوکیدار بنایا ہے (تپلہ سے) ابے اُلّو کے پٹھے میں نے تیرے باپ کا کیا بگاڑا ہے (گھنٹی بجانا)

اللہ امان! سچ اگو بیٹا عبدالرحمٰن ۔

(کوٹ چھوڑ کر) ٹھہر تو بے ایمان۔ کیسا بھاگتا ہے۔ اس کی دُم میں دھ...

عظمت :- پیاری روزا! میرا راز بھی ایک راز ہے جس کو ظاہر کرنا میں اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔ کان اس طرف لاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ (کان میں بات کرنا)

فطرت :- دیکھو کمبخت نے بوسہ لینے کی تدبیر نکالی۔

روزا :- ہاں تو تم نے اپنے چچازاد بھائی کو مصنوعی پتلا بنا کر اور میرے والد کو دھوکا دیکر پانچسو روپے کی رقم اینٹھی ہے سچ بتاؤ کہ یہ چال تم کو کس نے سکھائی۔؟

عظمت :- سب تمہارے عشق نے بتائی۔ جس زمانہ میں تم گرلز اسکول میں تعلیم پاتی تھیں اور میں بھی اسکول جایا کرتا تھا۔ جب سے میں تمہارے کاکل پیچاں کا اسیر ہوں۔

روزا :- ہائے سچی محبت میں بھی عجب تاثیر ہوتی ہے پھر اس امر کی بابت تم نے کیا سوچا۔؟

عظمت :- دیکھو میں اس پاگل کو کس تدبیر سے ٹرکاؤں گا۔ اور بجائے اس کے خود اسٹیچو بنجاؤں گا۔ مگر دوسرے حلیہ کا مردانہ اسٹیچو بن کر آؤں گا۔ اگر تمہارے والد دریافت کریں تو تم کہدینا کہ دوکاندار نے بل لاتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ میں نے ایک بالکل نیا اسٹیچو بنایا ہے جو بڑے بڑے کام کرتا ہے اگر تم کہو تو بجائے اس کے دوسرا اسٹیچو لادوں۔ یہ سنکر میں نے فوراً دوسرا اسٹیچو تبدیل کرا لیا ہے آگے جو کچھ ہوگا میں بھگت لوں گا۔ تمہارے والد کو شادی کا پیام دوں گا۔

ڈاکٹر :- (اندر سے) ہاں گاڑی کو یہیں ٹھہراؤ۔

فطرت :- بیٹا! اب تمہارا باپ آگیا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔

ڈاکٹر :- ہیلو تم آگیا۔ کیا تم کو روپیہ مل گیا۔؟

عظمت :- جی مل جائے گا۔

ڈاکٹر :- روزا! چلو پہلے روپیہ نکالیں۔ بعد میں کپڑے اتاریں۔

عظمت :۔ بہت اچھا ..... آؤ آؤ میرے ہمراز عشق آؤ ..... اب آپ بھی بلائیے۔
روزا۔ میں بھی اپنی لیڈی محبت کو بلاتی ہوں ..... آؤ آؤ میری لیڈی محبت آؤ۔
عظمت :۔ کہئے لیڈی محبت آئی۔ کیونکہ میرا عشق تو یاد کرتے ہی حاضر ہو گیا۔
روزا۔ ہاں لیڈی محبت بھی حاضر ہے۔
عظمت :۔ کہاں ہے۔؟
روزا۔ ادہر دیکھو یہ کیا موجود ہے محبت کی طالب۔
عظمت :۔ ہیں یہ تو ہے آپ کا قالب۔
روزا۔ جی نہیں! میں مغلوب آپ غالب۔
عظمت :۔ نہیں نہیں! میں مطلوب آپ طالب۔

(گانا)

دلدار یار چھیلا سے نیناں سے لگائیں گے
نینا لگائیں گے۔ سینا چلائیں گے
یار مورا البیلے۔ جوبن مورا بالا
اب آنکھ مار کبر و سے نیناں لڑائیں گے۔ دلدار یار چھیلا

فطرت :۔ ارے ارے ..... دن دھاڑے ڈاکہ زنی۔ بلاؤں پولیس کو۔
ارے ارے خاکی وردی والا ..... (گرنا کتاب کا)
کیا لکھوں خاک تیری پتھر اینٹیں ہے
گر پڑی ہاتھوں سے یہ ڈائری اپنے افسوس اینٹ پتھر ہی کیا بنتا میری تقدیر میں کیا ہے
روزا۔ پیارے فطرت! اب یہ بتاؤ کہ تم نے آیندہ ملاقات کی کونسی صورت نکالی۔؟

فطرت:- یہ ان کی اماں نے سکھایا ہے کیونکہ وہ ان کے باپ کے سامنے اسی طرح نخرے سے کھڑی رہتی تھیں جیسے کہ اس وقت میں۔

روزنا:- فرمایئے۔؟

عظمت:- تو اس کے جواب میں میں بھی آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کا لقب ہے مس جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ بھی شادی کی ٹائی میں ابھی تک نہیں باندھی گئیں ہیں پھر آپ کو ایک اجنبی شخص سے اس بیباکی کے ساتھ گفتگو کس نے سکھائی۔؟

فطرت:- مچھلی کے بچے کو کون تیرنا سکھاتا ہے۔

روزنا:- مجھے۔؟ عظمت:- ہاں آپ کو۔

روزنا:- مجھے تو ایک عورت نے سکھائی جس کا نام لیڈی محبت ہے۔

عظمت:- اور مجھے بھی ایک ہمراز نے جس کا نام مسٹر عشق ہے یہ کام سکھایا ہے۔

روزنا:- میں آپ کی راست گوئی سے نہایت خوش ہوئی۔ اب میں تم سے یہ کہتی ہوں کہ اگر ہم تم مل کر مسٹر عشق و لیڈی محبت کی شادی کرادیں تو کیسی۔

عظمت:- واہ واہ سبحان اللہ پھر تو کیا بات ہے۔

فطرت:- اوہو ہو! یہ کمبخت کیسی شطرنج کی چالیں چل رہی ہے بس بہتر ہے کہ میں یہ ڈائری اٹھاؤں اور ان کی محبت آمیز باتیں لکھتا جاؤں۔ پھر انہی جملوں کے ذریعے سے میں بھی روزنا کو دیوانہ بناؤں۔

روزنا:- اچھا تم اپنے ہمراز مسٹر عشق کو بلاؤ۔ میں اپنی لیڈی محبت کو بلاتی ہوں۔

عظمت:- میں کس طرح بلاؤں۔

روزنا:- دیکھو منہ اس طرف کرکے اس طرح بلاؤ...... آؤ آؤ میرے ہمراز عشق آؤ۔

جلا جلا کے تپ عشق نے تمام کیا
فراق یار نے مارا قضا کا نام کیا
لگی ہے کاری گیاں۔ برہا کٹاری گیاں آئے نا واری گیاں۔ بانکے سیاں سے

عظمت۔ محبت دلکو ہے زلف دوتا کی
الٰہی اور وہ بھی کس بلا کی
لے آیا جذبۂ دل ان کے گھر میں
خدا کی شان ہے قدرت خدا کی

فطرت۔ ارے بیٹا خوب ہی تونے وفا کی
سہرا سر لیے حیا مجھ سے دغا کی
بنایا ہے بیوقوفی کا جو پتلا
بھلا کیا تیری تھی جیسے خطا کی

عظمت۔ یا رب الغفور۔ کہاں ہے وہ رشک حور۔ یہاں تو ہی تبدیل ہو رہی ہے پا لنگور
فطرت۔ واہ لے بھینسا شور
عظمت۔ کیا کروں کس کو بلاؤں۔ ہاں خوب یاد آیا گھنٹی بجاؤں۔
روز:۔ او خدا۔ یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں۔
فطرت:۔ قبرستان کا راستہ۔
روز:۔ کیا یہی ہے وہ دل آرام۔ جس کے فراق میں تڑپتی ہوں صبح شام۔
فطرت:۔ ہاں یہی ہے وہ راجہ اندر کا حجام۔ لال پیلا کا سالا اور گلفام کا غلام۔
عظمت:۔ آہا یہی ہے وہ پری حسن و نزاکت سے بھری۔
فطرت:۔ ہاں بیٹا یہی ہے وہ ولایتی شیری نہیں نہیں بیٹا بلکہ دہلی کے بھاڑ میں بازار کی کھیر کھچڑی
روز:۔ ہیلو آپ تشریف لے آئیے۔
عظمت:۔ جی حاضر تو ہو گیا ہوں لیجئے ------ دل لیجئے۔
روز:۔ ہیں یہ آپ نے کیا کہا۔؟
عظمت:۔ توبہ توبہ یہ بیخودی میں میرے منہ سے کیا نکل گیا۔

جسونت سنگھ:- ٹھہر پریہ ٹھہرے

میں تجھکو آزماتا تھا اور اس تیری وفا کو — علم و ہنر کو تیرے صدق و صفا حیا کو
تسلیم کر چکا دل تیری ہر ایک رضا کو — کہتا ہوں ہرم سے ہیں ایک لفظ لیے ریا کو
بس گھر میں تجھ سی پتنی اس پت کو غم نہیں — دنیا کے وسوسوں کا مجھکو الم نہیں

باب پہلا — ساتواں سین — کومک

فطرت:- توبہ توبہ خوف بھی برا بلا ہوتی ہے مارے ڈر کے مرد سے عورت بننے کی نوبت آئی اور .... سامنے سے کوئی آتا ہے ربٹیا فطرت جلد اپنی خاندانی مسند پر چل کر نسب ہو جائیے۔

ڈاکٹر:- روز اور یہ کٹش بکس کی جاپانی - میں ایک مریض کے دیکھنے کو جاتا ہوں اگر اس عرصہ میں وہ اسٹیچو والا بل لیکر آوے تو اس کا لقایا روپیہ دیدینا۔

[illegible]:- ویری ویل .... واہ وا ایک نیٹو شخص نے کیا فینسی پتلا بنایا ہے گویا ولایت والوں کو بھی شرمایا ہے اگر یہ پتلہ بنانیوالا مجھے ملتا تو میں اس کے ہاتھ چوم لیتی۔

[illegible]:- بہتر ہوتا کہ بجائے اس کے تم مجھ سے چوما چاٹی شروع کر دیتیں۔

[illegible]:- [illegible] سوئیٹی شاپ میں جانا غضب ہو گیا ہائے اس پتلے نے تو [illegible] کیونکر اس کو اپنا حال دل سناؤں۔

گانا

[illegible] نظر لاگی ارے نظر لاگی [illegible] بانکے

مل کے کالک خود ہی داڑھی پر لگا تو نمیں خضاب | جس سے چہرہ سیاہ ہو اور جلد چہرہ کی خراب
حاکم وقت سے مل کر میں ترقی نہ کروں | دشمنی مول لوں اور چھوڑ دوں جاگیر خطاب

رانی:۔ ہاں چھوڑ دو ضرور چھوڑ دو۔ جس کا نمک تمہاری رگ رگ میں بھرا ہوا ہے اسکو اور اس کے ملک کو خانہ جنگی سے بچالو۔ چند روز کی زندگی کے واسطے اپنے کو لالچی نمک حرام نہ کہلواؤ اور جاگیر خطاب کو آگ لگاؤ ؎

پاک اور ناپاک سے ہمکو نہیں کچھ واسطہ | زندگی یا موت سیدھا ہے یہی اک راستہ

جسونت سنگھ:۔ یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے ؎

نہیں لطف حقیقی آج سچ کی راجدھانی میں | مزا آتا ہے سچ کا جھوٹا ہی کی حکمرانی میں
میں چاہیں تو لگا جنگ میں دشمن کو اپنے مار کے | اب میں رہ سکتا نہیں دو طرفہ بازی ہار کے

رانی:۔ دیکھو پران ناتھ ایسے غرور کے بچن مکھ سے نہ نکالو۔ ایسی کٹھور باتوں پر خاک ڈالو۔

جسونت سنگھ:۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔

رانی:۔ بس تو ؎

اس سے ظاہر ہے تمہاری زیست کے دن بھر گئے | کیونکہ بازی گر ہمیشہ ہار ہی میں مر گئے
تم تو ہو کیا چیز بالا جو کھیل کر چوسر گئے | بیدلی مہروں سے آخر مات ہی کھا کر گئے
جا کے پوچھو پانڈوؤں سے وہ بھی بازی ہر گئے

جسونت سنگھ:۔ او مورکھ ؎

نہ بولیں لوگ اور رنگ سے میں ڈر گیا | ہے وہ چھتری جو زباں سے کہہ گیا وہ کر گیا
اس لئے میں رزمگاہ میں تیغ کو چمکاؤں گا | غم نہیں گر جان گئی پرواہ نہیں گر مر گیا

رانی:۔ میں بھی کہتی ہوں بلا سے جان گئی یا پیر گیا | زور روز رہا شور و شر ایک فتنہ محشر گیا
گر تمہاری تیغ سے سچائی کا جوہر گیا | یاد رکھنا میں یہ سمجھونگی کہ شوہر مر گیا

جسونت سنگھ:۔ کون شاہزادے صاحب۔
اورنگ زیب:۔ (خود) نکل اے میری معین مددگار پردہ نشین اسلامی تلوار نیام کے گھونگھٹ سے باہر نکل۔ دشمن تیری عصمت دری کی تاک میں ہیں۔ تیری بے پردگی کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو اپنی گرم شعاؤں سے جلا کر خاک کر ان ملونوں کا قصہ پاک کر۔ ستم کسی تو انو کھی ہے تیرا رنگ انو کھا ہے ۔ خون سے کھیل کر ہولی تیرا الوہا مانے رنگیلا م
رانی:۔ پران پتی اس کی فہرست میں آپ کا نام ضرور ہونا چاہیئے۔
جسونت سنگھ:۔ کیا کہا میرا نام ۔؟
رانی:۔ ہاں ہاں آپکا نام کیونکہ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ملک کو بدنامی سے بچائیں۔ اور اپنا فرض بجا لائیں۔
جسونت سنگھ:۔ تو کیا تمہارے نزدیک حق نمک سے زیادہ فرض وفا ہے۔
رانی:۔ بے شک حق نمک ایک تنکا ہے اور فرض وفا ایک پہاڑ ہے ؎
تنکا کسی نے سر پر اٹھایا تو کیا کیا ۔ مثل پتنگ ہوا میں اڑایا تو کیا کیا
بار گراں سکے ڈر سے نہ ٹالے پہاڑ کو ۔ ہے مرد وہ جو سر پہ اٹھالے پہاڑ کو
جسونت سنگھ:۔ پرانی زمانہ جو شخص سچے دل سے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے وہی نمک حرام کہلاتا ہے۔ علاوہ ازیں جو خوشامد سے پیش نہ آئے اور ہاں میں ہاں نہ ملائے وہ حاسد مفسد باغی کا خطاب پاتا ہے۔
تو کیا میں یہ جانتے ہوئے نمک حراموں اور باغیوں کی فہرست میں اپنا نام لکھواؤں۔ [illegible] ارکین سلطنت کو اپنا دشمن جان بنا لوں۔ اورنگ زیب کیلئے

باب پہلا　　سین چھٹا　　محل جسونت سنگھ

گانا سہیلیوں کا :- اورنگ زیب کا لباس تبدیل جسونت سنگھ سے گفتگو کرتے نظر آنا

ساڈے دل تو اڑے ادتے واریاں اورے موتیاں والے مالیکا

تخت و بخت توڈا رہے دے مبارک، نازل رحمتاں ہوئیاں

جسونت سنگھ :- میرے عزیز! جب میں دہلی کے قلعہ کی سب سے اونچی فصیل پر کھڑا ہو کر ایک واعظ کی طرح کہہ چکا کہ اورنگ زیب باغی نہیں خیر خواہ سلطنت ہے تو پھر اس کاغذ پر علماء دین کی مہریں اور افسران فوج کے دستخط ہوتے ہوئے میرے دستخط کی کیا ضرورت ہے۔

اورنگ زیب :- اس لئے کہ آپکے قبضۂ قدرت میں بہادر راجپوتوں کی سب سے بڑی قوت ہے۔

جسونت سنگھ :- یہ جھوٹی خوشامد ہے لہذا تم جاؤ اور مرشد زادہ اورنگ زیب سے کہدو کہ چھوٹے حضور جس طرح مقدر کا لکھا حکمت عملی سے نہیں مٹ سکتا اسی طرح مردوں کا وعدہ کسی صورت سے نہیں ٹل سکتا۔ سعد اللہ خاں کی شرارت داراشکوہ کی عداوت اور بادشاہ سلامت کی حماقت کے آگے میرا زور و بس نہیں چل سکتا اور میں اپنا قول داراذہ نہیں بدل سکتا کیونکہ ؎

نکل چکا ہے فلک کی کماں سے کھنچکر تیر　　خبر نہیں کہ نشانہ بنے گا کون سے بے پیر

میں قول ہار چکا یا نصیب یا تقدیر　　رہے گی نیام میں ہرگز نہ اب میری شمشیر

میری نظر میں سپاہی نہ شاہزادہ ہے　　خیال حق نمک کا مجھے زیادہ ہے

اورنگ زیب :- بس بس میں سب کچھ کہہ چکا۔

عظمت:۔ حضور! میں نے یہ اسٹیچو صرف پانچ منٹ میں بنایا ہے۔ (عظمت کو دیکھکر)

روزا۔ اومائی گاڈ! کیا خوبصورت جوان ہے کیا یہ آپکی دست کاری ہے۔؟

عظمت:۔ جی ہاں! آپ لوگوں کی قدر دانی پر موقوف ہے۔

ڈاکٹر:۔ واقعی آپ نے بڑا کمال کیا ہے اچھا مرزا صاحب چونکہ ہماری ڈاٹر کو یہی اسٹیچو پسند آیا ہے اس لئے اسکی قیمت سے آگاہ کیا جائے۔

مرزا:۔ اسکی قیمت خریدار کی قدر دانی پر ہے اور میں نے اس وجہ سے اس کی قیمت صرف پانچسو روپیئے رکھی ہے کہ آپ نئی روشنی والے انگلش فیشن کے متوالے بھی سودیشی چیزوں کی قدر کریں۔

ڈاکٹر:۔ ہیں.... کیوں نہیں کیوں نہیں۔ روز تمہاری کیا رائے ہے۔

روزا۔ اسکی دستکاری کو دیکھکر میں کہہ سکتی ہوں کہ پانچ سو روپلے اسکی قیمت کچھ نہیں ہے۔

ڈاکٹر:۔ آل رائٹ! اچھا یہ تین سو روپلے کا چک لیجیئے اور اس اسٹیچو کو بحفاظت مع لباس کے ہمارے مکان پر بھجوا دیجیئے۔ اچھا سلام! (جانا)

مرزا:۔ سلام! عظمت:۔ آیا بیٹا اڑنگے میں۔

مرزا:۔ تم جلدی سے ایک عمدہ ٹھیلا لاؤ اور اس اسٹیچو کو بنگلہ نمبر ۵ پر ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچاؤ۔

عظمت:۔ بہت خوب...... اب آیا بیٹا اڑنگے میں۔ (جانا)

[illegible] عشق بھی کیا بری بلا ہے جب سے میں نے اس خوبصورت چڑیا [illegible] سے بہت پریشان ہے۔

[illegible] کی طرح بالائے آسمان ہے۔

[illegible] رسائی کیسے۔ اگر تقدیر نے کیا یارا تو بس پو بارہ

عشرت۔ اچھا بھائی۔ اپنچ کہیں بلی تو بلّا ہی سہی۔

عظمت۔ ہاں اب تمہیں اپنا کام بہت جلد شروع کر دینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ آجائیں
چچاجان تو کھوپڑی کے بال اڑ کر رہ جائے صفا چٹ میدان۔

چلو ادھر آؤ (رخصت لا بنا نام)

فطرت۔ بھئی واہ! عورت بننے میں تو بڑا ہی مزا ہے۔ لباس پہنتے ہی طبیعت پھڑ
پھڑانے لگی۔ یا دین بنتے ہی نرگس یاد آنے لگی۔

مرزا۔ (اندر سے) آیئے آیئے جناب تشریف لایئے۔

عظمت۔ خبردار ہوشیار! شاید چچاجان کی سواری آرہی ہے۔

فطرت۔ سارے بھائی! اس وقت تو میری بھی ٹانگ کپکپا رہی ہے یا پیر کھلیان میری
عزت کا تو ہی ہے نگہبان۔

مرزا۔ عظمت ادھر آؤ اور وہ ہمارے وطن کے بنے ہوئے سودیشی تھان اور اسٹیج جو
بنائے ہیں وہ ڈاکٹر صاحب کو دکھلاؤ۔

عظمت۔ بہت خوب!

مرزا۔ دیکھیئے گاڑھے اور کھدر کے سودیشی تھان جس کو آجکل پہننا فرض و فخر سمجھتا ہے
ہندوستان اور دیکھئے یہ اسٹیج جو اپنے ہاتھ سے کئے ہیں طیار۔

ڈاکٹر۔ بھئی واہ مرزا عشرت! اور تو جو کچھ ہے سو ہے مگر یہ اسٹیج بنانے میں تو واقعی کمال
حاصل کیا ہے اور خاص کر یہ زنانہ اسٹیج تو بہت ہی فینسی بنایا ہے کیوں مس روز تم کو
میری رائے سے اتفاق ہے۔

مس روز۔ مائی نادر میں آپ کی پسند کی قائل ہو گئی۔

ٹکڑے کر ڈالے۔ اب چچاجان کو بلاتا ہوں۔ اور یہ اسٹیچو دکھاتا ہوں اور دھوبی کے گدھے جیسی تیری درگت بنواتا ہوں۔

فطرت:۔ ارے یہ تو بڑی مشکل پڑگئی۔ اب تو میری شادی قطعی بیچ میں اڑگئی۔ یہ تو پکی پکائی ہنڈیا بگڑ گئی بہتر ہے کہ خوشامد سے اسکی کھوپڑی سہلادیں۔

اے میرے مرحوم چچا کی نشانی ؛ اب تیرے اختیار ہے میری عزت بچانی

عظمت:۔ بہتر ہے کہ کوئی ترکیب عمل میں لاؤں۔ اس پاجی کی خوب گت بنواؤں دیکھو

فطرت! جو ہونا تھا سو ہوا فی الحال تیرے بچنے کی ایک صورت ہے

فطرت:۔ وہ کونسی صورت ہے بھائی جس سے میری اس آفت ناگہانی سے ہو رہائی۔

عظمت:۔ اچھا تو سنو اور غور سے سنو۔ اس ٹوٹے ہوئے اسٹیچو کو تو میں کہیں چھپائے دیتا ہوں اور اسکے بجائے تمہیں پتلا بنائے دیتا ہوں۔ اس کی پوشاک پہناکر اسٹیچو بنائے دیتا ہوں۔

فطرت:۔ میاں یہ پتلا تو زنانہ ہے تو کیا مجھے بھی زنانہ بننا پڑے گا۔

عظمت:۔ بے شک! فطرت:۔ تو کیا مسّی پہننا اور بچہ بھی جننا پڑیگا۔؟

عظمت:۔ بے شک۔

فطرت:۔ باپ رے باپ! جب تو پوری ہوئی رسوائی۔ اب کیا کروں میری مائی۔

ہاں ایک شرط اور باقی ہے۔

فطرت:۔ وہ کیا۔؟

جب تک میں اس کے ساتھ کا دوسرا اسٹیچو نہ بنالوں۔ تب تک بالکل بے حس و حرکت رہنا ورنہ بھی چوکے تو پڑیں گے فرانسیسی جوتے۔

مرزا:- دور ہو مردود۔ لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہمکو کوئی بیٹا عنایت کرے۔ مگر میرے نزدیک تو ایسی اولاد سے بے اولادی رہنا ٹھیک ہے۔ لعنت ہے ایسی اولاد پر۔ کم بخت نے مجھے چکھم بنا دیا۔ دور ہو مردود۔

فطرت:- ہت تیرے نالائق باوا کے سر پر مجھ سے نالائق بیٹے کا ڈنڈا۔ کیسا کیا گیدی خر کو ٹھنڈا۔ کیسا ڈالا شادی کا پھندا۔ اگر اب سے لایا بوڑھا کسی قسم کا کھورو تو میں نے بھی کہدیا ہے فوراً ہی ہضم کر جاؤں گا۔ اس کی ۵ منٹ کی جورو۔ بس پھر تو مزا ہی مزا ہے۔ مزا ہی مزا ہے۔ مزا ہی مزا ہے۔

عظمت:- ابے او پنچ اخبار کے کارٹون۔ چل دفان ہو یہاں سے مجنون۔ یہ کیسا شور و غل مچا رکھا ہے۔ زمین آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے دیکھتا نہیں کہ پیچھے اسٹیج رکھا ہے

فطرت:- واہ بیٹا او کے بھتیجے چپڑ غٹو۔ ابے پاگل کے بھائی۔ یہ تیرے دل میں کیا سمائی جو خواہ مخواہ مجھ سے جنگ ٹھہرائی۔

عظمت:- آنکھ سے آنکھ ملاتا ہے ہمکو بجر بٹو اور چپڑ غٹو بتاتا ہے مجھکو بھی اپنا باپ سمجھکر دبانا چاہتا ہے تونے اس وقت بھی مجھے خبط الحواس بنایا تھا کیوں لوں استرا کروں حجامت۔

فطرت:- اُلو کی نانی کے بیٹے! ابے احمق تو کیا کرے گا میری حجامت۔ میں خود کر دوں گا تیری مرمت۔ (پاگل کا چانٹا مارنا)

عظمت:- ابے مجھے اور چانٹا مار اکھڑ تورہ مردود۔

فطرت:- ارے مار ڈالا! مار ڈالا۔ ارے ابا جان۔ اری اماں جان۔ او میری ہونیوالی جورو تو کدھر مر گئی۔

عظمت:- ارے تیری جورو کی ایسی کی تیسی۔ پاجی رذالے! پانچ سو روپیہ کے اسٹیج کے ٹکڑے

فطرت:۔ آپ نے کس کے ساتھ شادی کی تھی۔؟

مرزا:۔ تمہاری ماں کے ساتھ۔

فطرت:۔ نہیں تو اپنی ماں کے ساتھ میری شادی کرادو۔

مرزا:۔ لاحول ولا قوۃ.......... لبلے یہ کیوں۔؟

فطرت:۔ یوں کہ تم نے میری ماں کے ساتھ شادی کیوں کی۔؟

مرزا:۔ اس لئے کہ تجھ سانا خلف لڑکا پیدا ہو۔

فطرت:۔ بس بس! میں تم کو میعادی ایک ہفتہ کا نوٹس دیتا ہوں کہ اگر تم نے اس عرصہ میں میری شادی نہ کرائی تو تم کو ایک جم بائیکاٹ کردوں گا۔ اور زبردستی تمہاری بیوی چھین لوں گا۔

مرزا:۔ ہاہا! بھلا میری جورو کو چھین کر تو کیا کرے گا۔؟

فطرت:۔ کیا کروں گا۔ تم سے زیادہ اس سے محبت کروں گا۔ اور جب وہ مجھے اپنے آغوش شفقت میں لے گی تو میں اس کا دودھ پیا کروں گا۔ اور تم کو خوب جلاؤں گا۔

مرزا:۔ دور ہو مردود۔ ہٹ جا میرے سامنے سے نابود۔

آواز دیا:۔ ارے عظمت! عظمت:۔ جی جناب!

مرزا:۔ دیکھو ٹھیک چار بجکر دس منٹ پر ایک مس وایک ڈاکٹر آدیں گے۔ تم سب چیزیں صفائی سے رکھنا۔ میں ابھی آتا ہوں۔

عظمت:۔ بہت خوب!

فطرت:۔ اباجان میری درخواست پر کیا حکم لگایا۔؟

مرزا۔ دور ہو مردود بدکلام۔
فطرت۔ اُف! بابا کا تو اس وقت اسلیم تیز ہے۔ ابھی بگڑے دل بادِ اسلام۔
مرزا۔ جیتے رہو۔ فطرت:۔ جی نہیں آپ خدا سے کہکر مروا ڈالو۔
مرزا۔ دور ہو مردود۔
فطرت۔ واہ بیٹا مردود۔ اباجان۔ اب غصہ کو تو تھوک دو اور جو میں پوچھوں اس کا جواب دو۔
مرزا۔ دور ہو مردود۔
فطرت۔ اے مردود کے باواجان یہ بتاؤ کہ تمہاری شادی ہوئی کہ نہیں۔؟
مرزا۔ بھئی واہ! گدھے کے بچے نے کیا سوال کیا ہے ارے خرِ بےدُم۔ میری شادی نہیں ہوتی تو تو کہاں سے پیدا ہوتا۔ دور ہو مردود۔
فطرت:۔ اباجان میں نے تو خیال کیا تھا کہ میں خاکی انڈا ہوں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ آپ شادی کی تو میں دنیا میں برآمد ہوا۔ اب اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں شادی ہو جانی چاہیے کہ آپ کی پیدا پر کا ایک بیٹا میرے بھی ہو جائے۔
مرزا۔ ہاں اور وہ بھی تیری طرح خبطی ہو۔
فطرت۔ اباجان! ذرا اپنی زبان کو لگام دو۔ تم خبط الحواس تمہارا باوا خبط الحواس تمہارا بیٹا خبط الحواس۔ تمہارا بھتیجا خبط الحواس۔
مرزا۔ اے بھلا بے بھتیجے کے سالے۔ بندہ بھی تو دم تکلے سے بل نکالے کہ جینے کے پڑ جائیں لالے۔ میں حیران ہوں کہ تجھ سے خبطی کو کون اپنی بیٹی دے گا۔
فطرت۔ میں آپکو بتاتا ہوں۔ مرزا۔ بتا!

دلیسی دکان۔ لوگ کہتے ہیں کہ ولایت والے کمال کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں غلط بالکل غلط۔ ایسا کونسا کام ہے جو ہم نہیں کرسکتے ہیں۔ ارے بابا سارے بھائی۔ دولت عقل و محنت سے ملتی ہے جسکی مجسم مثال میں ہوں۔ میں نے اپنی ہمت سے یہ سودیشی دکان کھولی ہے جس میں خاص دیسی کپڑے دیسی کھلونے و دیگر دیسی اشیائے میرے ہاتھ کی طیار کردہ موجود ہیں چونکہ میرا لڑکا فطرت تو مخبوط الحواس ہے اس لئے میں نے یہ کام اپنے بھتیجے عظمت کو بھی سکھا دیا ہے۔
عظمت! عظمت!!

عظمت:۔ جی چچا جان۔

مرزا عشرت:۔ دیکھو گاہکوں کے آنے کا وقت ہوگیا ہے۔ سب چیزیں صفائی سے رکھو۔

عظمت:۔ جی آپ کے فرمانے سے پیشتر ہی سب کام درست ہے۔

مرزا:۔ شاباش۔ جاؤ کام کرو۔

فطرت:۔ یا الہیٰ دے لگائی سب نے کاگی الدائم ؎ ساتھ میں دو بچے ہوویں اور ہووے ایک یار

مرزا:۔ آگیا جواس باختہ الو کی دم فاختہ۔ عقلمندوں کا حریف مجسم ظریف۔ نفرت دور ہو مردود۔

فطرت:۔ جورو ہو گر بغل میں تو لطف شباب ہے ؎ جورو بغیر دنیا میں جینا خراب ہے
یا اللہ جورو دلوا دے مگر کیسی تیرہ برس کی۔ اگر تیرہ برس کی نہیں تو سات برس کی کنواری ہی سہی۔ نہیں تو سترہ برس کی سکنڈ ہینڈ ہی دلوا دے مگر دلوا دے۔ ادھر ہو ہماری (ادا) کتنے صم بیٹھے ہیں۔ چلو اس بیوقوف کے باپ سے چل کر جورو کی درخواست کریں۔

گانا

(۱) جلدی سے جورو کرا دے دے۔ اے میری ہونیوالی جورو کے خسر میرے
(۲) ... کے پدر سلام۔

سعداللہ:۔ ہاں ہاں انعام میں۔؟

اورنگ زیب:۔ انعام تو نیک کام کے معاوضہ کا نام ہے۔ اب کہو کہ تم نے کون سا ایسا نیک کام کیا ہے کہ جس کے معاوضہ میں یہ تمہیں ہار ملا۔؟

سعداللہ:۔ میں اس کا جواب آپ کو کل دوں گا۔

اورنگ زیب:۔ کل نہیں۔ آج ہی لوں گا۔

سعداللہ:۔ کیا کہا آج ہی۔؟

اورنگ زیب:۔ ہاں ہاں آج ہی

سعداللہ:۔ مجھ سے۔؟

اورنگ زیب:۔ ہاں ہاں تم سے۔

سعداللہ:۔ تم مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔

اورنگ زیب:۔ ہاں! خوب جانتا ہوں اچھی طرح پہچانتا ہوں ؎

میں خوب جانتا ہوں ہو سب سے بڑے وزیر — تمہاری مٹھی میں بند ہے شاہجہاں کی تقدیر
مگر یہ یاد رہے بادشاہ اور فقیر — مجھے بھی کہتے ہیں اورنگ زیب عالمگیر
جواب صاف بالاقرار تم سے لے کے چھوڑونگا — تمہیں دینا پڑیگا ہار تم سے لیکے چھوڑوں گا

باب پہلا — پانچواں سین — مکان مرزا عشرت کا

مرزا عشرت:۔ ہونا چاہئے۔ بیشک ہونا چاہئے۔ ہر انسان میں ضرور ہونا چاہئے۔ کیا دیسی خیال۔ دیسی کمال۔ دیسی پوشاک۔ دیسی خوراک۔ دیسی قبرستان۔ دیسی مسان۔ دیسی مکان

دارا:۔ خدا آپ کی دعا مستجاب کرے اور میرے دشمنوں کو ذلیل و خوار بنائے۔
سعد اللہ:۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔
دارا:۔ تسلیم تسلیم تسلیم۔
سعد اللہ:۔ آداب۔ آداب۔ آداب۔
اورنگ زیب:۔ السلام علیکم۔
سعد اللہ:۔ وعلیکم السلام۔ کون شہزادے صاحب۔ کہئے جناب کہاں سے آنا ہوا۔ اور اب کہاں کا قصد ہے۔؟
اورنگ زیب:۔ میں عداوت پور سے آیا ہوں۔ اور بغاوت پور کا قصد ہے۔
سعد اللہ:۔ تو کیا بغاوت پور میں آپ کا کوئی حریف بھی رہتا ہے۔
اورنگ زیب:۔ جی ہاں! وزیر سلطنت جو ایک مکار شریف ہے وہی میرے مدمقابل ہے اور میرا حریف ہے۔ ظاہر میں تو میرے بھائی اور باپ کا طرفدار اور باطن میں مطلب کا یار اور غرض کا آشنا اور سب سے بڑھ کر طرہ یہ ہے کہ وہ کانچ کے مکان میں بیٹھ کر لوہے کے ستون پر پتھر کے پانسے پھینکتا ہے غرضکہ

بڑا ہی لالچی ہے رشوت و لالچ کا بندہ ہے
بظاہر پاک ہیں پر درحقیقت دل کا گندہ ہے
لے جو زر تو حق کو بھی نہیں خاطر میں لاتا ہے
جو مٹھی گرم کر دے بس اسی کا راگ گاتا ہے

سعد اللہ:۔ اجی جناب! آپ کے پاس لالچ اور رشوت کا کوئی مدلل ثبوت۔
اورنگ زیب:۔ جی ہاں

یہ موتی آنکھوں سے دیکھیں آپ نقشہ اسکی صورت کا
مثال طوق لعنت ہے گلے میں ہار رشوت کا

سعد اللہ:۔ یہ ہار ہا ہا ہا۔ یہ ہار شہزادے صاحب یہ ہار جس پر آپ کا دل للچا رہا ہے یہ کوئی رشوت میں نہیں بلکہ انعام میں ملا ہے انعام ملا۔
اورنگ زیب:۔ انعام میں۔؟

شاہجہاں :- اور راجپوت -

جسونت سنگھ :- سینہ سپر بن کر ان کا مقابلہ کریں گے ۔ قسمت کا فیصلہ کریں گے ۔

شاہجہاں :- انجام کار !

جسونت سنگھ :- حق کی فتح ہوگی اور باطل کی ہار ہے

ہندو اور مسلم مثالِ کوہ جب ٹکرائیں گے	آن واحد میں ہزاروں گھر کھنڈر ہو جائیں گے
دوست دشمن بن کے قابو میں نہ ہر گز آئیں گے	سلطنت ہوگی تباہ عالم پناہ پچھتائیں گے
پھیل جائیگا دھواں جنگ و جدل کا ہر طرف	اک سماں بندھ جائیگا ہیبت اجل کا ہر طرف

شاہجہاں :- دیکھا جائے گا اچھا میرے ہمراہ چلو ۔

سعد اللہ :- دشمن کے سر پر میرا وار چل گیا ۔

دارا :- آنکھوں میں جو کھٹکتا تھا وہ کانٹا نکل گیا ۔

سعد اللہ :- کہیئے حضور اب تو آپ کو اورنگ زیب کا ڈر نہیں رہا ۔

دارا :- آپ جیسا رہنما میرا دستگیر ہے تو پھر بیچارہ اورنگ زیب کیا چیز ہے میں تو بادشاہ سلامت سے کبھی نہیں ڈرتا ۔

سعد اللہ :- اچھا لیجئے میں نے اپنی شرط کے مطابق اپنا وعدہ پورا کر دیا ۔ لیجئے یہ شاہی مہر اب اپنا وعدہ پورا کیجئے ۔

دارا :- ہاں ہاں لیجئے لیجئے یہ میری دادی صاحبہ کی یادگار ہے جو شاہی خاندان میں سب سے زیادہ قیمتی ہار ہے ۔ اس کام کے معاوضہ میں نہایت خوشی سے لیجئے ۔

سعد اللہ :- میں دعا کرتا ہوں کہ میری موجودگی میں خدا حضور کو دہلی کے تخت پر جلد بٹھائے اور بہت جلد ہندوستان کا فرمانروا بادشاہ بنائے ۔

جسونت سنگھ:۔ اگر حضور کا شبہ یقین کی معراج تک پہونچ چکا ہے تو اس وقت غلام کی نظروں کے
سامنے فی الحال دو صورتیں ہیں۔ ایک تو فرض وفا دوسرے حق نمک۔ لہٰذا فرض مجھے مجبور
کر رہا ہے کہ میں آقا کو بدنامی سے اور ملک کو خانہ جنگی سے بچاؤں۔ بغاوت کی بھڑکتی
ہوئی آگ کو تلواروں کی قاتل ہوا سے نہیں بلکہ رحم اور انصاف کے مینہ سے بجھاؤں۔ کیونکہ ؎

سلطنت کے دوست ہیں کم اور دشمن ہزار ۔ ان کی چکنی چپڑی باتوں کا ہرگز نہیں ہے اعتبار
ہر عبادت کیلئے ایک ایک مقرر وقت ہے ۔ وقت پر جو پیش حق جھک جائے وہ خوش وقت ہے
دور کچھ مسجد نہیں کھل جائیں گے راز و نیاز ۔ پہلے سن لیجئے اذاں پھر ہو کے خم پڑھئے نماز

شاہجہاں:۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں۔ جب میرے کانوں میں اذان کی دلکش آواز کے بدلے بغاوت کی خوفناک
آواز آچکی تو پھر مجھے اورنگ زیب کے منہ سے اذان کی پاک آواز سننے کی ضرورت نہیں۔
جسونت سنگھ:۔ مگر غلام کی موجودگی میں بغاوت کیلئے سر اٹھائے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔
شاہجہاں:۔ فرض کرو اگر ایسا ہوا تو؟
جسونت سنگھ:۔ تو میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ زبردست ہاتھ جو فرض وفا سے سبکدوش ہو چکا ہے
حق نمک ادا کرنے کیلئے سب سے پہلے اس تلوار کے قبضہ پر ہوگا۔
شاہجہاں:۔ اور پھر یہ تلوار؟
جسونت سنگھ:۔ نیام سے باہر نکلے گی اور اورنگ زیب کے سر پر بجلی کی طرح چمکے گی۔
...ہاں:۔ اور اس کی چمک۔
...گھ:۔ اہل اسلام کی نظروں میں چکا چوند پیدا کر دے گی۔
...ہم۔
...کر راجپوتوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور انتقام لیں گے۔

جسونت سنگھ:- قبلۂ عالم آئینہ اور پانی دونوں میں صفائی ہوتی ہے لیکن جس طرح صفائی کا اقتدار لازمی سمجھا جاتا ہے اسی طرح حالات اور واقعات کی رو سے جہاں تک غلام کو علم ہے اس بارے میں اورنگ زیب کا چہرہ صفا اور داراشکوہ کا چہرہ بدتر نظر آتا ہے۔

سعد اللہ:- جی نہیں حضرت سے

دنیا کے داؤ پیچ میں اورنگ زیب سے   داراشکوہ ذرا بالک ہے مکر و فریب سے

جسونت سنگھ:- کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ داراشکوہ نے اورنگ زیب کے محافظ پہ ہاتھ نہیں اٹھایا اپنی شاہانہ شان پہ بدنما داغ نہیں لگایا۔ آداب شاہی سے انحراف قانون سلطنت کے خلاف سرکشوں کی طرح سر بلند اور ظالموں کی طرح دست دراز نہیں کیا۔

سعد اللہ:- ہاں کیا اور ضرور کیا مگر بغض و حسد کے خیال سے نہیں۔

جسونت سنگھ:- کیا ثبوت؟

سعد اللہ:- ثبوت! ثبوت یہ ہے کہ داراشکوہ اپنی خطا کو خطا سمجھ کر منصف مزاجوں کی طرح اپنی ندامت کا اظہار کرتا ہے اقرار کرتا ہے مگر اورنگ زیب برخلاف اسکے اپنے علم و عقل کے گھمنڈ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا بلکہ سرکشی پر آمادہ ہے۔

جسونت سنگھ:- کیا کہا سرکشی پر معاف کیجئے میں اس افواہ کو کبھی نہیں تسلیم کرتا۔

شاہجہاں:- کیوں کیا زبان خلق نقارہ خدا نہیں۔

جسونت سنگھ:- سچ ہے مگر ہر شخص سلطنت کا خیر خواہ نہیں۔

شاہجہاں:- سچ ہے مگر میرے عزیز جو دیکھنے میں ہوتا ہے وہ سمجھ میں آتا ہے۔

جسونت سنگھ:- میرے حضور! بعض تجربہ کار انسان سنی سنائی باتوں میں آکر دھوکہ کھا جاتا ہے

شاہجہاں:- ہرگز نہیں! مجھے کامل یقین ہے کہ اورنگ زیب بغاوت پر آمادہ ہے۔

میری شاہی میری شاہی کا نشان کچھ بھی نہیں — میرا فرمان آج زیر آسماں کچھ بھی نہیں
میرے ہوتے کیا یہ ممکن ہے زمین ہند پر — حکم اورنگ زیب کا شاہجہاں کچھ بھی نہیں

سعد اللہ:۔ مگر حضور اس کی گوشمالی کیوں نہیں فرماتے۔

شاہجہاں:۔ سعد اللہ میں مجبور ہوں کہ شرع مطہرین کی پابندی اور احکام خداوندی میں اہل اسلام مجھ سے زیادہ اورنگ زیب کے معتقد اور شیدا نظر آتے ہیں۔

سعد اللہ:۔ تو کیا مضائقہ ہے جس طرح اہل اسلام اورنگ زیب کے معتقد اور شیدا ہیں اسی طرح راجپوتوں میں بڑے بڑے بہادر راجگان داراشکوہ کے دل سے گرویدہ ہیں لہذا مصلحت یہی ہے کہ اس کام میں مہاراجہ جسونت سنگھ کو اپنا معین اور مددگار بنا لیجئے اور اورنگ زیب کی گوشمالی کیلئے راجپوتوں کا حوصلہ بڑھائیے۔

شاہجہاں:۔ ہاں مصلحت یہی ہے لہذا تم جاؤ مہاراجہ جسونت سنگھ کو جلد بلا لاؤ۔

سعد اللہ:۔ بہت خوب۔ ارے کوئی ہے۔ جاؤ مہاراجہ جسونت سنگھ کو حضور قبلہ عالم کا پیام پہنچاؤ اور کہو کہ جلد دربار میں آؤ۔

سپاہی:۔ بہت خوب۔ حضور مہاراجہ جسونت سنگھ صاحب در دولت پر خود تشریف رکھتے ہیں۔

سعد اللہ:۔ اچھا آنے دو۔

جسونت سنگھ:۔ جہاں پناہ کی عمر و دولت زیادہ۔

شاہجہاں:۔ آؤ آؤ میرے زور بازو آؤ۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔

جسونت سنگھ:۔ حضور جلد ارشاد فرمائیں۔

شاہجہاں:۔ خبر جنگ جدل کی آج یہ سننے میں آئی ہے — کہ اورنگ زیب دارا میں قیامت کی لڑائی ہے
شہنشاہ حکم ہو وہ وقت خوب دونوں ہی لڑائی ہے — کہ خلاصہ جلد کردو کس کے چہرے پہ صفائی ہے

سوچ میں کون بڑا حامی و مددگار ہے تیرا
تو ہے ہمشیر مری دل میں ہے پیار تیرا

یہ بھی سچا ہے مگر غیر کا شیدائی ہے
جب یہ ہے غیر کا شیدائی تو سودائی ہے

تو مجھے چھوڑ کر کرتی ہے حمایت اس کی
جو ترے پردہ کا دشمن ہے مروت اسکی

جہاں آرا۔ مجھے درکار عنایت نہ مروت اسکی
نہ تمہاری ہی محبت نہ حمایت اس کی

تم سو شہزادے ولیعہد ہو یا حاکم ہو
جب خطا کر چکے محکوم ہوا اور خادم ہو

اس کی توہین کا میں لوں گی ملے گا بدلہ
اس کی توہین کا تم دو گے اور وہ لے گا بدلہ

دارا۔ ابھی بہن بس میں دارا ہوں وہ میرا ہمسر نہیں ہے ؛ جو بدلہ لے مجھ سے وہ سکندر نہیں ہے

جہاں آرا۔ بنادے اگر اس کو خالق سکندر
تو کیا ہو نہیں سکتا ہے اپنا ہمسر

دارا۔ ہزاروں اپنا ہمسر ہو خادم ہمارا
سکندر سکندر ہے دارا ہے دارا

جہاں آرا۔ غرور و تکبر ہے بیجا تمہارا
کرو اس سے پرہیز ہے یہ اشارا

اسی طرح نخوت سے ہنس کر پکارا
سکندر پہ آوازہ کستا تھا دارا

ہوا سامنا جبکہ میدان میں اس کا
پلک میں جھپکتے لڑائی میں ہارا

اورنگ زیب۔ وہ ہارا۔
دارا۔ خاموش ستم آرا۔

ترے قبضہ میں جن ہے اور تو سراپا جادو
آن کی آن میں کر دیتا ہے تماشہ جادو

جن کے ہمراز جب آواز سنا دیتا ہے
جس کا دل چاہے دم بھر میں پھرا دیتا ہے

اورنگ زیب۔ بھائی صاحب! اسے

نہ مرے قبضہ میں ہے جن اور نہ جادو ٹونا
یہ فقط آپ کا ہے سینہ سے اٹھکر پڑھنا

ہاں صداقت میں نہاں فتح و ظفر رکھتا ہوں
اپنی سچائی میں جادو کا اثر رکھتا ہوں

سامنا ہوتا ہے جب میرا کسی بدخو سے
زیر کرتا ہوں اُسے نعرۂ اللہ اکبر سے

اورنگ زیب:- اگر یہ زعم باطل ہے تو لاؤ اپنا سینہ ہاتھ آگے بڑھاؤ۔ تاکہ میں اسکو قلم کر دوں۔

دارا:- سبب؟
اورنگ زیب:- تم نے میرے محافظ پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔

دارا:- ہاں اُٹھایا۔
اورنگ زیب:- کس کی اجازت سے؟

دارا:- بہن صاحبہ کی اجازت سے۔

جہاں آرا:- ہرگز نہیں! میری اجازت سے نہیں بلکہ اپنی حماقت سے۔

دارا:- کیا کہا حماقت سے؟
جہاں آرا:- ہاں ہاں حماقت سے

میں نے کب تم سے کہا تھا اُٹھاؤ اپنا ہاتھ
ایک نوکر ایک ادنیٰ دم پہ اُٹھاؤ اپنا ہاتھ

تعصب دل میں تھا اور سر میں تکبر و نخوت سے
اُٹھایا تم نے اس پہ ہاتھ فقط اپنی جہالت سے

دارا:- ہیں یہ بات یہ میں کیا سن رہا ہوں

میں نے ہاتھ اس پہ اُٹھایا تیری حرمت کیلئے
بنا پردہ تیرے پردے کی حمایت کیلئے

اور تو کہتی ہے میں نے اپنی نخوت کے سبب
ہاتھ اُٹھایا اس سپاہی پر جہالت کے سبب

جہاں آرا:- ہاں جہالت کے سبب، کیا شرم کی بات نہیں ہے کہ تم ولی عہد ہو کر ادنیٰ
سپاہی پر ہاتھ اُٹھاؤ۔ کیا قانون مر گیا تھا۔ انصاف فنا ہو گیا تھا جب تم ولیعہد تھے
اور تمہارے ایک ادنیٰ اشارے پر قانون اس کو تہ شمشیر کر سکتا ہے تو پھر انصاف کے
ہوتے ہوئے مجھ کو یا تم کو اس پر ہاتھ اُٹھانے کا کیا حق تھا

جس کے سر پر سایہ افگن ہو حکومت کا نشان
جس کی ماں ہو ملکہ ہند اور باپ شاہ جہاں

وہ کرے قانون شکنی نام پر اصلاح کا
ہے سراسر ظلم یہ خون ہے انصاف کا

دارا:- ٹھہر بہن جہاں آرا ٹھہر اور [illegible]!

اس کی عادت سمجھی تقریر پر نازاں ہو کر
کر نہ انصاف کا تو خون پشیماں ہو کر

ذرا ان سے پوچھو وہ ظالم شہنشاہ	اورنگ زیب۔ جن آنکھوں نے دیکھے ہیں حاکم شہنشاہ
نہ مٹنے تھے رب سے بھی نام شہنشاہ	کیا کرتے تھے جو مظالم شہنشاہ
بنے خادموں کے بھی خادم شہنشاہ	گرایا فلک کو زمیں پر تو آخر

جہاں آرا۔ میں قسم کھاتی ہوں کہ جب تک اس مردود سپاہی کے جو دسر چہرے پر ناپاک آنکھیں موجود ہیں۔ میں کبھی اس کا قصور معاف نہیں کر سکتی۔

دارا۔ اور میں بھی باواز بلند کہتا ہوں کہ بہن جہاں آرا اب میری مرضی کے خلاف نہیں کر سکتی۔ ارے کوئی ہے۔ جاؤ اس بدمعاش کو قید کر دو۔

اورنگ زیب۔ دیکھو بھائی صاحب میرے اس شریف ملازم کے قابل قدر احسانوں کو دل سے نہ بھلاؤ۔ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آؤ۔

لالہ رخ۔ اور میں بھی کہتی ہوں کہ آپ اپنے اس نمک حرام سپاہی کیلئے ایک لفظ بھی سفارش کا زبان پر نہ لاؤ۔ اور ہمارے پردہ کی وقعت نہ گھٹاؤ۔

جھوٹی منطق سے گناہ کی صفائی نہ کرو	مجرم کے جرم کی تم مدح سرائی نہ کرو

جو بھلائی کرے تم اس سے برائی نہ کرو	اورنگ زیب۔ جھوٹے اقبال حکومت کی بڑائی نہ کرو
جس سے ناخوش ہو خدا ایسی خدائی نہ کرو	تخت اور بخت خدا نے جو تمہیں بخشا ہے

دارا۔ میں خدائی نہیں۔ بہن کی توہین کا بدلہ چاہتا ہوں۔

اورنگ زیب۔ میں بدلہ نہیں۔ اس کے احسانوں کا نیک صلہ چاہتا ہوں۔

رحم کی بوٹی کرو پیدا دوا کیواسطے	تم کہا مانو مرا صدق و صفا کے واسطے
مان لو کہنا مرا اب بھی خدا کیواسطے	ایک مرض ہے ظلم تم کو زود تر
تم مرض کی آپ کرنیکے دوا خود ہیں حکیم	دارا۔ فکر کیا تو آپ اپنا ہے مرض سیر قدیم

اورنگ زیب:۔ جی نہیں۔ یہ شہزادی کی جان بچانے آیا تھا۔

دارا:۔ کیا ثبوت۔ کیا گواہ۔؟

اورنگ زیب:۔ یہ مار سیاہ۔

دارا:۔ میں نے مانا سانپ یہ ڈسنے کو آیا تھا مگر ؛ باغ کے باہر بھلا کیوں کر ہوئی اسکو خبر

قبضۂ قدرت میں اسکے جام تھا جمشید کا ؛ یا دل اس کا آئینہ خانہ تھا خفیہ بھید کا

جہاں آرا ہے میں پردہ نشیں پاک تھی ہر جرم و خطا سے ؛ آراستہ تھی پیرہن شرم و حیا سے

رنگین نہ ہوئے ہاتھ کبھی خونِ جفا سے ؛ یہ گھورنے کیوں آیا مجھے مکر و دغا سے

ڈس لیتا اگر سانپ میں مرجاتی بلا سے

اورنگ زیب:۔ خیر جبکہ یہ عقیدہ اور ایسا دھیان ہے ؛ دو سزائے موت اس کو یہ مرا فرمان ہے

مشتہر کردو یہ دلی شہر میں تم آج ہی ؛ فی زمانہ جو کرے احسان بے ایمان ہے

جہاں آرا:۔ دیکھو بھائی صاحب تم باطل کا ترانہ نہ گاؤ۔ مفت میں جھگڑا نہ بڑھاؤ

ملازم کا احسان ہم پر جتانا ؛ اور رتبہ زمین کا فلک سے بڑھانا

سنے گا اگر بات یہ کوئی دانا ؛ تو نفریں تم پر کرے گا زمانہ

یہ ادنیٰ ملازم ہے بندہ ہمارا ؛ کہاں اس کا احسان رتبہ ہمارا

اورنگ زیب:۔ یہ مانا کہ نوکر ہے ادنیٰ ہمارا ؛ تم حاکم ہو گورے یہ محکوم کالا

مگر تم جو یہ دے رہی ہو حوالہ ؛ تمہاری جہالت کا ہے یہ قبالہ

نہیں رہتی یکساں زمانے کی حالت ؛ کبھی اعلیٰ ادنیٰ ہے ادنیٰ ہے اعلیٰ

دارا:۔ بیوقوف ہے یہ تیرا عقیدہ پر اپنا نہیں ہے ؛ فلک ہے فلک اور زمیں یہ زمیں ہے

شہنشاہ شہنشاہ خادم ہے خادم

اعظم خاں :۔ حضور حضور ذرا تحمل فرمایئے خدا را مرشد زادوں کو نہ بلوایئے۔
جہاں آرا :۔ کیوں کیا وہ بچھو جو دوسروں کی جان کو ایذا پہنچانے کی غرض سے
اپنے بل سے باہر نکل کر آتا ہے کیا وہ زندہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔؟
اعظم خاں :۔ جی نہیں۔
جہاں آرا :۔ تو پھر تو کیوں گھبراتا ہے۔؟
اعظم خاں :۔ اس لئے کہ بندہ خیر خواہ ہے۔
جہاں آرا :۔ اگر تو سچا خیر خواہ ہے تو اپنی بے گناہی کا ثبوت دے۔
اعظم خاں :۔ حضور پہلے اس سانپ کو ملاحظہ فرمائیں۔
جہاں آرا :۔ ہرگز نہیں۔ جس طرح میں تجھ کو نہیں پہچانتی۔ اسیطرح سانپ کو بھی
نہیں جانتی ؎

دھوپ تھی سر پہ مرے یا کہ تھی چھاؤں | سو رہی تھی بے خبر غفلت میں پھیلا پاؤں
باغ میں پایئں باغ میں فرماں مرا ہوتے ہوئے | تو نے ان آنکھوں سے کیوں دیکھا مجھے سوتے ہوئے

اعظم خاں :۔ اوقلاب میں آپکی باتوں کا کیا جواب دوں۔ حضور صرف اتنا جانتا ہوں کہ ؎

میری آنکھیں ہیں حضور پاک باطن کیطرح | میں قسم کھاتا ہوں تیری ایک مومن کی طرح

دارا :۔ خاموش !۔
اورنگ زیب :۔ اللہ اکبر۔
دارا :۔ بے ادب گستاخ بے حیا خاموش ؎

قسم کھانے میں یا چھوٹے اور تو چھوٹوں کا افسر ہے | سمجھتا ہوں میں جو کچھ دل میں تیرے فتنہ و شر ہے
بہانا سانپ کا اور بار احسان کھینچنے آیا تھا | حقیقت میں تو شہزادی کی عصمت لینے آیا تھا

جہاں آرا:۔ اری سوئی! ے

تری باتیں ہیں جھوٹی یا کہیں سچی خدا جانے
میں جانتی ہوں سونا جاگنا میری بلا

پہلی سہیلی:۔ شہزادی صاحبہ تو سچ مچ سو گئیں۔

دوسری سہیلی:۔ اب بہن حمیدہ بانو کو دعا دو اور گھر کا راستہ لو۔

حمیدہ:۔ ہاں ہاں مجھ کو دعا دو اور اپنے اپنے گھر کا راستہ لو۔

تیسری سہیلی:۔ تو بہن! یہاں رہ کر کیا کرو گی رت جگا۔؟

چوتھی سہیلی:۔ اری سوئی آج زنانے باغ کے دروازہ پہ ان کے منگیتر اعظم خاں کا پہرہ ہے۔ اس لئے اس بیچاری کا دل رت جگا منانے کے لئے چاہتا ہے۔

حمیدہ بانو:۔ اری چپ! کیا تم سب مل کر مجھے بنانا چاہتی ہو۔

گانا

سہیلی حمیدہ بانو:۔ سکھی بو بو بو نہ شرماؤ گھونگھٹ میں منہ نہ چھپاؤ۔ لو آؤ سکھی۔ بو بو بو نہ شرماؤ۔
رنگ رلیاں مچاؤ۔ اٹھکھیلیاں دکھاؤ۔ لو آؤ سکھی۔ بو بو بو نہ شرماؤ

حمیدہ بانو:۔ ہیں یہ کیا سانپ او خدایہ کالا ناگ ایسا بن کے عزرائیل بیٹھا ہے
کہ جیسے سینۂ ہابیل پر قابیل بیٹھا ہے

او خدا میں کیا کروں۔ اس موذی کا سر کس طرح کچلوں۔ ہاں خوب یاد آیا۔ زنانے باغ کے دروازے پر میرے منگیتر اعظم خاں کا پہرہ ہے۔ بس جلد جاؤں اور ان کو بلا لاؤں۔ وہی اس موذی کا سر کچل سکتا ہے۔

اعظم خاں:۔ کیوں کیا ہے۔؟

حمیدہ بانو:۔ یہ دیکھو ے

خم چنگ ننگ کب عداوت نہنگ سے ؛ ٹکرا رہا ہے شیشہ کا داک سنگ سے

خبردار ہوجا ہوشیار ہوجا تو نے دست سے سینہ میں دبی ہوئی آگ کو آج اپنی سخت کلامی

کی پھونکوں سے اور بھی بھڑکا دیا ہے

کھینچوں گا تیری روح کو سینہ دبوچ کر ؛ کھاؤں گا تیری بوٹیاں میں نوچ نوچ کر

سین ختم

باب پہلا سین تیسرا باغیچہ خوابگاہ

باغ پُر فضا دلکشا پُر بہار ہے (گانا) جھولا گلنار ہے عجب نکھار ہے

سہیلی :۔ ہیشو طیور پیا بنا مورا جیا گھبرائے۔ چھوڑ سہا ئے

جہاں آرا :۔ کوئی جل کے مورا سندیسا سنائے یہ کہے جیا کلپائے۔ جیا کو جلائے

ہیرا نہیں بھلائے۔ ہے جاؤ جاؤ تو سے نہ ستاؤ۔ بتیاں ہم سے ایسی نہ بناؤ۔ اے

ری سکھی مان جاؤ۔ دیکھو موسم خوشگوار ہے۔ (ہا ہیشو طیور)

جہاں آرا :۔ میری پیاری بہنو

غلبہ ہوا نیند کا ؛ اترتا نہیں جو نشہ نیند کا

پھیلا کے پاؤں ؛ پھر اس پر بھی ہے یہ نشہ نیند کا

نشہ کا نشہ جادو ٹونے یا سونے سے نہیں اترتا بلکہ جاگنے سے اترتا ہے

رنگی جس نیند کا نشہ سونے سے نہیں اترتا کہیں جاگنے سے اتر سکتا ہے

شہزادی صاحبہ! آپ جس سونے کو کہہ رہی ہیں وہ سونا اور ہے اور یہ ہیں

حضرت عشق کا ایک نیا طرفہ تماشہ ہے۔

ڈی پارسی الیگزنڈرا تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کا کھیلا ہوا

اصلی و مکمل ڈرامہ

دہلی دربار

یعنی

دربار اکبری

ملنے کا پتہ

مسٹر منشی پیارے لال دریبہ کلاں دہلی

بار دوم

قیمت آٹھ آنہ